قرآنی آیات کی ترتیب تلاوت سے

لغت القرآن (پہلا پارہ)

مع ابتدائی و بنیادی قواعد عربی صرف و نحو

مؤلف

احقر العباد عزیز احمد عفا اللہ عنہ

ادارہ لغات القرآن ۳۶ - اے، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

قرآنی آیات کی ترتیبِ تلاوت سے

لغات القرآن (پہلا پارہ)

مع ابتدائی و بنیادی قواعد، عربی صرف و نحو

مؤلف

احقر العباد عزیز احمد عفا اللہ عنہ

ادارۂ لغات القرآن ۳۶-اے، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

ملنے کا پتہ
"سول ایجنٹ" مسلم اکادمی، ۱۸/۲۹ محمد نگر، لاہور

Rs 8/50

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

(۱) محرکات

(MOTIVATION)

القرآن

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ
مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ
بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤ (العلق ۹۶-۱ تا ۵)

ترجمہ

(پڑھ ساتھ نام پروردگار اپنے کے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم کرنیوالا ہے، جس نے سکھایا ساتھ قلم کے، سکھایا انسان کو جو نہیں جانتا تھا)۔

احادیث نبویؐ

۱۔ خَیْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (رواہ البخاری)

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ۔
(رواہ مسلم)

ترجمہ

(تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا)۔
(بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن کریم) سے کتنی قوموں کو سربلندی عطا کرے گا اور کتنی قومیں اس پر عمل نہ کرنے سے ذلت وخواری میں مبتلا کر دی جائینگی)۔

(۲) کوائف

۱۔ طبع اوّل ۔ ایک ہزار

۲۔ طابع ۔ تعمیر پرنٹنگ پریس سیدپور روڈ، راولپنڈی۔

۳۔ تاریخ وسنہ اشاعت۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ

۴۔ کتابت ۔ سید اظہر حسین سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

۵۔ مؤلف احقر العباد عزیز احمد عفا اللہ عنہ
۲۷ اے سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

۶۔ قیمت ۔ ۸ روپیہ ۵۰ پیسہ
(بمطابق حرف آغاز کی شق ۱۵)۔

(۳) مضامین

حرفِ آغاز

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ قرآن پاک نوعِ انسانی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور یہ اپنی وسعت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے انسانی فکر و عمل کے لئے ہر دور میں راہنما رہا ہے اور بن سکتا ہے۔ اس کی تعلیمات کا تقاضا یہ تھا کہ اسے اس زبان میں نازل کیا جاتا جو اس کے مضامین کی وسعت اور ہمہ گیری کی متحمل ہو سکے اور اس کے اعجاز بیان کو اپنے اندر سمو سکے۔

۲۔ یہ دعوٰی ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے کہ یہ وسعت صرف عربی زبان میں ہی پائی جاتی ہے۔ فصاحت اور بلاغت کے جو زاویئے اس زبان میں نہاں ہیں دوسری زبانوں کا دامن ان سے یکسر خالی ہے۔ (بہر حال اس دعوٰی کے ثبوت میں دلائل دینا اس مضمون کا موضوع بحث نہیں)۔

۳۔ قرآن پاک صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ دنیا جہان کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات، جامع نظام زندگی اور آئین ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اس میں تو کسی مسلمان کو شک و شبہ نہ ہوگا۔ جب یہ ایک حقیقت ہے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ایک عام مسلمان کو (میں علماء کرام کی بات نہیں کرتا) کچھ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا ضابطۂ حیات اور آئین کیا ہے؛ رجحان کچھ یہ ہوتا جا رہا ہے کہ قرآن پاک کے کچھ تراجم (بسا اوقات بغیر عربی متن) پڑھ لئے اور گمان کر لیا کہ ہم قرآن مجید کے ماہر ہو گئے۔ یہ درست نہیں! بنیادی مضامین: اعتقاد، معاملات، عبادات، معیشت، معاشرت، صلح و جنگ، حلال و حرام اور سیاسیات وغیرہ، (اور آخر الذکر کوئی جدا چیز نہیں) سے متعلق براہِ راست قرآنی الفاظ اور آیات سے کچھ تو معلوم ہونا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ جب تک عربی زبان نہ سیکھی جائے یہ سرسری علم بھی حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ قرآن پاک کے مضامین اور ان کے اعجاز بیان سے روشناس ہو کر قلب و روح کو منور و معطر کیا جا سکے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات سے براہِ راست واقفیت کے لئے عربی جاننا ناگزیر ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی زبان عربی ہے۔ اسلامی لٹریچر کا سارا علمی سرمایہ اسی زبان میں ہے۔ بین الاقوامی حیثیت سے بھی عربی زبان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ افریقہ اور ایشیا کے ایک بہت بڑے حصّہ کی زبان عربی ہے۔ اُدبی زبان بولی جاتی ہے۔ اس وسیع و عریض حصّۂ زمین پر واقع ملکوں کی سرکاری اور حکومت کے دفتروں کی زبان بھی عربی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے بہت بڑے حصہ میں، جہاں عربی زبان کی قومی یا سرکاری حیثیت نہیں ہے، کروڑوں مسلمان اور غیر مسلم عربی زبان جانتے اور سمجھتے ہیں۔ دورِ حاضر میں متمدن ممالک کے مشینی جسد کا خون اسی زمین کے سمندر، ریگستان، نخلستان اور میدانوں سے نکلتا ہے اور اسی سیال سونے سے قوموں کے مشینی جسد میں زندگی اور حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اس سیال سونے کی بہت بڑی مقدار اسی خطۂ سرزمین سے نکل کر قوموں کی اقتصادیات، معاشیات اور سیاسیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی خطہ کو جہاں عربی زبان بولی جاتی ہے نہ صرف مولد انبیاء علیہم السلام ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ دنیا کے تین اہم مذاہب کے مراکز اور ان کے مقامات مقدسہ اسی خطۂ زمین میں پائے جاتے ہیں۔ ظہورِ اسلام سے قبل عموماً اور ظہورِ اسلام کے بعد خصوصاً اس خطہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس زبان نے یورپ اور امریکہ کے دانش وروں کو ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ عربی زبان نہ صرف الہامی و وحی کی زبان ہے بلکہ اس کا دامن اقتصادیات، سیاسیات اور سائنس کی مختلف شاخوں سے متعلق مصطلحات سے مالا مال ہے۔ اس زبان کے فنِ اشتقاق اور تصریفات کی وسعت اور تنوع نے تمام قدیم و جدید علوم کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ اس کے فضلاء اور اساتذہ اسی زبان میں تمام علوم کی تعلیم دیتے ہیں اور کبھی انہیں اس کی تنگ دامنی کا شکوہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ دوسری زبانوں کے اہلِ علم کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کا ادب دنیا کے بہترین ادب میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی شاعری میں رنگینی، لطافت اور تنوع

پایا جاتا ہے۔ لطیف تلمیح، دلکش استعارے اور پُربہار تمثیل و تشبیہ کی بدولت عربی ادب کفِ نما گل فروش کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہ عالمِ اسلام کے رابطہ کی زبان بھی ہے۔ اس زبان کی علمی، دینی اور ادبی حیثیت کے علاوہ اس کی سیاسی حیثیت بھی کچھ کم نہیں۔ لبقیہ پاکستان کے محل وقوع کا تقاضا ہے کہ پاکستان کا جو دینی و فکری تعلق جزیرۃ العرب سے ہے، اس کے علاوہ اس کا سیاسی اور اقتصادی تعلق بھی اس خطۂ زمین سے گہرا اور مضبوط ہو۔

۵۔ مادری زبان کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان کو سیکھنے کا صحیح، واحد، اور مؤثر طریقہ تو یہی ہے کہ مدرسہ اور دارالعلوم سے لیکر "یونیورسٹی" تک اس زبان کو سیکھ کر "پی۔ ایچ۔ ڈی" بھی کیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اور نہ غالباً ضروری ہے۔ یہ تو علماء کرام کا ہی حصہ ہے۔ (بصورت دیگر قرآن پاک کی اپنی اپنی تشریحات اور تاویلات میں "ٹانگ اڑانا" بھی کوئی موزوں بات نہیں)۔

۶۔ میرے اپنے واقعات کچھ اس طرح ہیں کہ بدقسمتی سے میں نے بچپن اور جوانی میں قرآن پاک نہیں پڑھا اور سراسر تاریکی میں تھا۔ البتہ رجحان اسی طرف تھا اور علامہ یوسف علی صاحب کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر پڑھا کرتا تھا۔ پچاس سال کی عمر میں ناظرہ پڑھا اور کچھ روشنی دکھائی دی۔ شوق بڑھتا گیا حتیٰ کہ ستر سال کی عمر کے بعد قرآن پاک کو براہِ راست قرآنی الفاظ سے سمجھنے کی کوشش شروع کی۔ ظاہر ہے کہ اس عمر میں کسی مدرسہ یا دارالعلوم میں جانا بوجہ احساسِ کمتری کچھ موزوں نہیں تھا۔ البتہ مختلف تفاسیر وغیرہ کے مطالعہ، علماء کرام و معلمین عظام کی صحبت و رفاقت اور ان کے درس و تدریس میں شمولیت سے مسئلہ کچھ حل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ اس سلسلہ میں مدنی مسجد، المسجد المظفر اور پھر مسجد بلال سیٹلائٹ راولپنڈی میں بالترتیب جناب مولانا الحاج علامہ صدر الدین صاحب الرّفاعی مجدّدی فاضل و فصیح اللسان خطیب وصدر دارالعلوم تعلیم الاسلام راولپنڈی اور جناب شیخ القرآن مولانا الحاج حافظ میر محمد ریاض احمد صاحب اشرفی، بی۔ اے کے درسِ قرآن مجید، جو کئی سال سے جاری ہیں، اور حافظ محمد یوسف صاحب ایم اے کا سولہ سالہ تدریسی تجربہ اور ان کا کمال درجہ کا اخلاق و ایثار، بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

۷۔ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اس کے مفرد الفاظ اور ان کے معانی پر غور و خوض ضروری ہے۔ الفاظ کی تاثیر معنوں سے ہوتی ہے، اگر معنی معلوم نہ ہوں تو الفاظ دل و دماغ میں اتر نہیں سکتے۔ (تفاسیر کا مطالعہ بعد کی چیز ہے)۔ عام تفاسیر میں معانی لامحالہ مختصر ہی ہو سکتے ہیں (ان میں وہ تفاسیر شامل نہیں ہیں جن کا مطالعہ علماء کرام کا ہی حصہ ہے)۔ رہا سوال لغات القرآن کا، سو وہ لازماً حروفِ تہجی کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔ برعکس اس کے میں نے ذاتی طور پر یہ ضرورت محسوس کی کہ کوئی ایسی لغت ہو جو قرآنی آیات کی ترتیبِ تلاوت اور پاروں کے لحاظ سے مدون ہو۔ یہ الفاظ دیگر قرآن مجید کا پہلا پارہ کھولا اور ساتھ ہی لغت۔ ادھر کلام پاک مطالعہ کرتے گئے دوسری جانب مشکل الفاظ کے معانی ذہن نشین ہوتے گئے۔ چنانچہ میں نے محض اپنی سہولت کے لئے پہلے پارہ کی لغت لکھنی شروع کی۔ مکمل ہونے پر ایسا معلوم ہوا کہ عین ممکن ہے کہ یہ لغت کچھ اور حضرات کیلئے بھی مفید اور کارآمد ثابت ہو سکے۔ اس لئے اسے شائع کر رہا ہوں۔

۸۔ اس لغت کے شروع میں عربی صرف و نحو کے چند ابتدائی اور بنیادی قواعد درج ہیں جو عربی زبان کی سرسری تعلیم حاصل کرنے کے لئے لازمی ہیں۔ یہ کتاب ان حضرات کے لئے، جو عربی زبان کچھ نہ کچھ سیکھ کر قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کا ذوق و شوق رکھتے ہوں، بالخصوص مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے قارئین کرام کے لئے قرآن پاک کے الفاظ کے معانی سمجھنے کو حتی المقدور آسان بنانا اس کتاب کا پہلا اور آخری مقصد ہے۔ یہ لغت اکثر و بیشتر "مفردات القرآن" مصنفہ امام راغب اصفہانی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہ کے درس ہائے قرآن مجید (جو عرصہ دراز سے روزنامہ "جنگ" کراچی و راولپنڈی میں شائع ہو رہے ہیں) اور کچھ دیگر تفاسیر و تراجم کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہے۔ اگر میری اس ناچیز کوشش اور محنت سے کوئی صاحب مستفید ہو سکیں تو میں اس کو اپنی بہت بڑی سعادت تصور کروں گا۔ (یاد رہے کہ علومِ لغت کی انتہائی اہمیت اور افادیت کے باوجود انہیں وحی اور علومِ سنت کا مدِمقابل تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لغت کا انحصار اکثر و بیشتر سماع و تقلید پر ہے اور اگر ائمہ لغت کی تصریحات کہیں منقولاتِ شرعیہ سے ٹکرا جائیں تو ترجیح منقولاتِ شرعیہ کو ہوگی۔ ویسے بندہ نے اپنی حدِ بساط تک کوشش کی ہے کہ اس لغت کی تشریحات

منقولاتِ شرعیہ سے متصادم نہ ہوں۔ ہٰذا ما عندی والعلم عند اللہ وہو اعلم بالصواب۔

۹۔ مختلف معلمین وعلماء کرام سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ تا حال ایسی کوئی لغت شائع نہیں ہوئی۔ مزید توثیق کے لئے بندہ نے اپنے خط مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۷۳ء میں دینی کتب سے متعلق لاہور اور کراچی میں صف اوّل کے سات نامور ناشران کو، منجملہ دیگر معروضات کے، یہ بھی لکھا کہ "اگر آپ اپنے وسیع تر علم اور اس کاروبار میں عرصہ دراز سے متعلق اور سرِ فہرست ہونے کی بنا پر کسی ایسی لغت کا نشان دہی فرمائیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ اس صورت میں میری تالیف شدہ لغت کی اشاعت غالباً ضروری نہ ہوگی۔ جو جوابات مجھے موصول ہوئے ہیں۔ ان میں کسی بھی خط میں ایسی نشاندہی نہیں کی گئی۔ اگر قارئین کرام میں سے کوئی صاحب اب بھی ایسا کر سکیں تو میں تیسرے پارہ کی لغت، اپنی عمر، صحت اور بصارت کی موجودہ ناموافق حالت کے پیشِ نظر، لکھنے کا ارادہ ترک کر دوں گا۔ بصورت دیگر میری دعا اور کوشش یہ ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال رہے تو "ادارہ لغات القرآن" مستحکم بنیادوں پر استوار ہو جائے تاکہ یہ ادارہ میرے بعد بھی قائم و دائم رہ کر یہ کام جاری رکھ سکے۔ منتہائے فکر یہ ہے کہ اسی انداز سے پورے قرآن پاک کی لغت پارہ بہ پارہ لکھ کر شائع ہوتی رہے۔ اس کے اہتمام کا جائزہ میں نے ابھی سے لینا شروع کر دیا ہے۔ اس ضمن میں جو صاحب پہلے دو پاروں کے بعد کے پاروں کی لغت اسی طرز سے مرتب کرنا پسند فرمائیں وہ ادارہ لغات القرآن میں تشریف لا کر تفصیلات طے کر سکتے ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ ادارہ مناسب ہدیہ پیش کرنے کے علاوہ دیگر جملہ اخراجات قطع نظر کسی بھی مالی منفعت کے برداشت کرے گا اور ایسی لغت ان ہی کے نام سے شائع ہوگی۔

۱۰۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہی ہے کہ میں اپنی کم علمی اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود پہلے پارہ کی لغت پیش خدمت کر سکا ہوں۔ اس میں اگر قارئین کرام کے لئے کوئی افادیت کا پہلو ہو تو اسے آپ مجھ سے بہتر طور پر دیکھ سکیں گے۔ البتہ اتنا عرض کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ میں نے اس لغت کی ترتیب میں یہ خصوصی انداز اختیار کیا ہے۔ (۱) یہ قرآنی آیات کی ترتیب تلاوت سے مدوّن ہے۔ حروف تہجی کے مطابق نہیں۔ (۲) عربی زبان کی وسعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے الفاظ کے لفظی معانی کے علاوہ، وہ معنی جو کسی آیت زیرِ نظر میں مراد ہیں، اور جہاں ضروری معلوم ہوا شرعی اور اصطلاحی معانی اور کچھ تشریح بھی بیان کی گئی ہے۔ (۳) جہاں عربی الفاظ کے معانی قرآن کریم کی دوسری آیات میں تبدیل ہو جاتے ہیں وہاں دوسری آیات میں تبدیل شدہ معانی مع حوالہ عرض کئے گئے ہیں۔ لغت میں کل ۶۹۰ شمارات ہیں۔ ہر شمارہ نمبر کے بعد سورۃ نمبر اور اس کے بعد آیت نمبر ہے۔ قرآن پاک کے جن الفاظ کے معنی اور تشریحات بیان کی گئی ہیں وہ الفاظ بعینہٖ انہیں اعراب وغیرہ سے درج کئے گئے ہیں جس طرح کہ وہ قرآن کریم کی آیت زیرِ تشریح میں ہیں۔

۱۱۔ دعویٰ نہیں لیکن وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر آپ قرآن مجید کی تلاوت (ناظرہ) کر سکتے ہیں تو ان شاء اللہ العزیز آپ پہلے پارے کا معنوی مفہوم زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے اندر با آسانی سمجھ سکیں گے بشرطیکہ (۱) آپ قرآن پاک کو سمجھنے کا ذوق و شوق رکھتے ہوں اور (۲) اس کام کے لئے روزانہ بلا ناغہ کم از کم ایک گھنٹہ وقف کر سکیں۔ اس عظیم مقصد کے لئے یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کا نام لے کر آج سے ہی شروع کر دیں۔ میں آپ کو ذاتی تجربہ کی بنا پر یقین دلا سکتا ہوں کہ قرآن کا علم سب علوم پر فائز ہے۔ (اس سے دیگر جملہ علوم کائنات، جن کے متعلق ایک روایت کے مطابق ارشاد نبوی ہے کہ "سیکھو خواہ تمہیں چین ہی جانا پڑے"، کی نفی یا اہمیت میں کمی کرنا مقصود نہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ روایت میں لازماً موجودہ چین ہی مراد نہیں۔ کوئی بھی ملک ہو سکتا ہے)۔ اور اس سے آپ کی یہ زندگی اور وہ دونوں ہی سنور جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجل آپ کا حامی و مددگار ہو۔

۱۲۔ دوسرے پارہ کی لغت زیرِ تالیف ہے وہ بھی جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا شائع کر دی جائے گی اور علیٰ ہٰذا القیاس جب تک صحت اور زندگی باقی ہے صرف یہی ایک کام کرنے کا ارادہ ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

۱۳۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں الفاظ بلکہ آیات کا بھی تکرار ہے۔ یعنی وہی الفاظ اور آیات بار بار آتے ہیں۔ اس کی حکمت اور مصلحت بیان کرنا یہاں زیر بحث نہیں۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر عربی صرف و نحو کے ابتدائی و بنیادی قواعد ذہن نشین کرنے کے بعد اس لغت کا (قرآن مجید سامنے رکھ کر اور جو حوالہ جات اس میں دیئے گئے ہیں ان کو ایک دوسرے سے ملا جلا کر) غور و خوض سے مطالعہ کر لیا جائے تو معنوی اعتبار سے اگلے پاروں کو سمجھنا بالعموم آسان اور بتدریج آسان تر ہوتا چلا جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ لغت (دیگر لغات کی طرح) کوئی ایسی کتاب نہیں جو محض روانی سے پڑھ کر سمجھی جا سکے۔ اس کے تو ایک ایک لفظ پر غور و فکر کے بعد قرآن پاک کے مفرد الفاظ کے معنی، مفہوم اور تشریح ذہن نشین کرنا ہوگی۔ صرف اسی صورت میں آپ اس سے کما حقہٗ استفادہ فرما سکیں گے۔

۱۴۔ اشاعت سے پہلے یہ کتاب ایک بڑے جیّد عالم دین اور ایک عربی زبان کے ماہر تعلیم و تنظیم کو دکھا دی گئی ہے اور وہ حضرات ہیں۔ (۱) شیخ القرآن الحاج مولانا حافظ میر محمد ریاض احمد صاحب اشرفی۔ بی۔ اے فاضل دیوبند حال خطیب جامع مسجد بلال سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی، سینئر ایگزیکٹو و خازن روزنامہ "جنگ" دریا آباد، راولپنڈی اور (۲) جناب حافظ محمد یوسف صاحب ایم۔ اے عربی و اسلامیات۔ حال پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ (موخر الذکر بہ نفس نفیس ندوۃ المؤلفین لائیلپور سے منسلک رہے ہیں اور ان کی تالیف "تشریح القرآن۔ سورۂ نساء" اس وقت بھی مقبول ہے)۔ کتاب کی ترتیب کے بعد اس کی کتابت بھی میرے لئے ایک مسئلہ تھا۔ اس سلسلہ میں میں نے لاہور اور کراچی کے معروف ناشران سے درخواست کی کہ وہ، کسی بھی مناسب قیمت پر میرے مسودہ کی کتابت وغیرہ اپنے ہاتھ میں لے لیں کیونکہ پاکستان میں اس کام کے اصل مرکز لاہور اور کراچی میں ہی ہیں۔ لیکن سب ہی نے مشورہ دیا کہ اس کی کتابت وغیرہ میں خود اپنی نگرانی میں ہی کراؤں۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ مشورہ درست تھا۔ لامحالہ مجھے اس کی کتابت راولپنڈی میں ہی کرانا پڑی۔ خوش قسمتی سے کسی بہترین کاتب کی تلاش کے دوران مجھے ایک ایسے نوعمر جوان، سید اظہر حسین صاحب' سے متعارف کرایا گیا جو منجملہ دیگر اوصاف حمیدہ، جذبۂ ایمان سے سرشار ہیں۔ ان کی کتابت تو آپ کے سامنے ہے۔ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس سلسلہ میں انہوں نے کم یا زیادہ مالی منفعت کے سوال کو قطعاً نظر انداز کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس کتاب کی خصوصی نوعیت اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے اپنی جملہ مصروفیات کو چھوڑ کر اس کام کو بخیر و خوبی انجام فرمایا۔ ان حضرات نے میری اس سلسلہ میں بہت مدد فرمائی ہے۔ میں ان سب کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ بایں ہمہ اگر کوئی صاحب اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی دیکھیں تو وہ از راہ کرم مجھے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ مناسب تصحیح کر دی جائے گی۔ علاوہ ازیں اس لغت کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ اپنے تاثرات یا کوئی مناسب تجویز مجھے لکھنا پسند فرمائیں تو میں ان کا بھی خیر مقدم کروں گا۔ یہ مجھے اگلے پاروں کی لغت کی ترتیب میں کارآمد ثابت ہونگے۔ اس سلسلہ میں میں آپکے تعاون کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۵۔ اس کتاب کی قیمت، جہاں تک میرا ذاتی یا میرے خاندان کے کسی فرد کا تعلق ہے، کسی تجارتی بنیاد پر مقرر نہیں کی گئی۔ کیونکہ میں، نہایت محدود مالی وسائل کے باوجود، اس کام کو ذریعہ معاش بنانا نہیں چاہتا۔ میری دلی خواہش یہ تھی کہ اس کی قیمت ممکنہ حد تک کم از کم رکھی جائے۔ دوسری طرف معیاری قسم کے کاغذ کی کمیابی اور دیگر ضروریات زندگی کے ساتھ معمولی اقسام کے کاغذ کی مہنگائی، کتابت، طباعت وغیرہ کے اخراجات میں اضافہ کے باعث یہ قیمت میرے اپنے اندازے سے قدرے زائد ہے۔ البتہ یہ صرف اصل لاگت اور تھوک و پرچون کتب فروشان کی تاجرانہ "کمیشن" وغیرہ پر مبنی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کسی بھی دنیوی منفعت کا خواہاں نہیں۔ اور نہ ہی میرے خاندان کا کوئی فرد کسی بھی مرحلہ پر اس سے کوئی مالی منفعت حاصل کرنے کا مجاز ہوگا۔ اگر صرف پہلے دو چار پاروں کی لغت ہی منتہائے نظر ہوتی تو کسی قسم کی کوئی قیمت مقرر کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ دوسرے پارے کی لغت بھی زیر ترتیب

ہے اکاش کر میں یہ سب ہدیۃً تقسیم کر سکتا ! ۔

۱۶۔ معذرت ! مجھے افسوس ہے کہ حرف آغاز کا مضمون کافی طویل ہو گیا ہے۔ اگلے پاروں میں اسے شائع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

۱۷۔ آخر میں میں عاجزانہ استدعا کرتا ہوں کہ جن حضرات کی نظر سے یہ کتاب گزرے وہ بارگاہِ رب العزت میں میرے والدین اور عزیز و اقارب (جو فوت ہو چکے ہیں) کی مغفرت، میری اولاد کے خالص قرآنی تعلیمات پر چلنے اور شرک و بدعات اور دیگر اعمال سیئہ سے بچنے کی توفیق کے لئے اور میرے حق میں دعا فرمائیں۔ شکریہ۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ

احقر العباد
عزیز احمد۔ عفا اللہ عنہ
ادارۂ لغات القرآن۔ ۳۶۔ اے
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مقدمات

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا۔

۱۔ یہ تاریخ کی ایک روشن حقیقت ہے کہ مسلمان جب تک اس نسخۂ کیمیا یعنی قرآن حکیم پر عمل کرتے رہے، ہر منزل اور ہر مرحلے پر کامیابی اور کامرانی ان کے قدم چومتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے اس نورِ ہدایت سے منہ پھیر کر نفس کی بندگی اور گمراہ قوموں کی نقالی اختیار کی ذلت و نکبت ان پر چھا گئی۔ ؎

امت اسلام کا جب تک تھا قرآں پر عمل　　اس کی شوکت ساری دنیا میں رہی ضرب المثل
چھوڑ کر قرآں کو مسلم حق سے بیگانہ ہوا　　آپ بھی رسوا ہوا اور دین کو بھی رسوا کیا

۲۔ آج ہمارا سب سے پہلا اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ ہم مسلم حنیف بن کر اللہ تعالیٰ کی خالص اور کامل بندگی اختیار کریں اور قرآن کریم کی روشنی میں عالمی سطح پر باہمی رابطۂ اخوت استوار کر کے اپنے اصل مقام و منصب پر فائز ہوں۔ اس عظیم الشان حقیقی انقلاب کے لئے قرآن کریم کو سمجھنا اور اس کی تعلیمات کو عام کرنا شرط اوّلین ہے۔

۳۔ ان حالات میں جو حضرات اس باب میں کوئی قابل قدر کوشش کریں وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان ہی حساس حضرات میں راولپنڈی کی ایک مؤقر شخصیت میجر (ریٹائرڈ) عزیز احمد صاحب بھی ہیں۔ یہ جس دینی جذبے اور قرآن فہمی کے ذوق و شوق سے مالا مال ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل و انعام ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر اس حقیقت کو پا لیا ہے کہ قرآن کریم ہی انسانی زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل اور انسانی معاشرے کی جملہ بیماریوں کی شفا ہے۔ ؎

دل پُردرد را دوا قرآں !　　جانِ مجروح را شفا قرآں
پس ہدایت ز نورِ قرآں جو　　کہ بود گنجِ علمہا قرآں

۴۔ موصوف نے پیرانہ سالی میں عربی زبان سیکھنے میں مزید ترقی کر کے (اور وہ بھی بنیادی طور پر قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے) ایک ایسی مثال قائم کی ہے جو لائق ستائش اور قابل رشک ہے۔ میرا کئی سال کا مشاہدہ ہے کہ درسِ قرآن کے ان شرکاء میں موصوف کو امتیازی حیثیت حاصل ہے جو روح کی گہرائی، دل کی پذیرائی اور عقل کی گیرائی کے ساتھ قرآن کریم کے حقائق و معارف کو اخذ و جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ ان کے اس ایمانی جذبے اور شوق و ذوق کا ثمر شیریں یہ "لغات قرآن" ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ انہوں نے اس لغاتِ قرآن کو ان ترتیبوں سے ہٹ کر جن میں ہر لفظ کے لئے بار بار اوراق الٹنے پڑتے ہیں قرآن کریم کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ جس کی بنا پر یہ لغات قرآن حکیم کی تلاوت اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ چلتی اور ہر آنے والے لفظ کی لغوی حقیقت کو کھولنے کے ساتھ اس کے مقامی مرادی مفہوم کا تعین کرتی چلی جاتی ہے۔

۶۔ میں نے اس کا مسودہ چند مقامات سے دیکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ لغات فہم قرآن کے شائقین خصوصاً تعلیم و تدریس کے مراحل سے گذرنے والے ضرورتمندوں کو قابل قدر مدد دینے کے علاوہ ان میں عربی زبان سے مناسبت بھی پیدا کرے گی۔

۷۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس "لغات القرآن" کو قارئین کے لئے فہم قرآن اور مؤلف کے لئے سعادت دارین

کا وسیلہ بنائے۔ آمین!

خاکسار، ام صدر الدین الرفاعی مُجددی،
خطیب مدنی جامع مسجد و صدر دار العلوم تعلیم الاسلام
سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔
۲۲ دسمبر ۱۹۷۳ء

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

۱۔ قرآن کریم واحد کتاب ہے جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ ہر قسم کے شک و ریب سے پاک لَارَیْبَ فِیْہِ بالکل اسی طرح ہے جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لَآ اِلٰہَ ہے یا جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ ہے۔ عربی زبان میں یہ لا، نفی جنس کا لا کہلاتا ہے۔

۲۔ میرے محترم اور کرمفرما ریٹائرڈ میجر عزیز احمد صاحب جن کو ان کی بزرگی اور مشفقانہ آراء کے سبب اکثریت "اباجی" کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے، اسے قطعی ناممکن ہے کہ اباجی کہا جائے اور میجر صاحب کے حلقہ احباب کا ذہن ان کی ذات کی طرف ملتفت نہ ہو، نے اسی شک و شبہ سے بالاتر کتاب کا ترجمہ اور تفسیر تحریر فرمائی ہے۔ قرآن مجید کی زیر نظر تفسیر ان ہی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جو انداز تفہیم اس ترجمہ و تفسیر میں اختیار کیا گیا ہے وہ آج سے قبل اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

۳۔ میری ناقص رائے میں یہ عام فہم مگر عالمانہ تفسیر ہر قرآن خوان کے پاس ہونی چاہیے۔ اس میں ترجمہ کا ایسا رنگ اختیار کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ اس کے مطالعہ سے ساٹھ فیصد عربی زبان پر بھی عبور حاصل ہو جائے گا۔ اس ترجمہ و تفسیر کو متعدد مشکل مقامات سے بندہ نے بنظر غائر دیکھا اور بحمدہ تبارک و تعالیٰ منشائے خداوندی اور منطوق قرآن کے عین مطابق پایا۔ یہ وہ کام ہے جو راولپنڈی کے علماء کرام شکر اللہ سعیہم کے ذمہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ عطا فرمائے، ہمارے کرمفرما اور بزرگ "اباجی" کو کہ انہوں نے علماء کرام کو اس فرض سے سبکدوش کرنے میں بہت بڑی اور "انتھک" محنت فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسا شخص تو ان کی اس محنت پر ان کے سامنے شرمندہ ہے کہ یہ وہ کام ہے جو انہوں نے کر دیا لیکن بندہ محرر سطور اس سعادت سے ابھی تک اپنی کم ہمتی کے سبب محروم ہے۔ فجزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیراً۔

احقر الانام حافظ ریاض احمد اشرفی عفا اللہ عنہ
خطیب مسجد بلال سیونتھ روڈ، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

(۳)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ لغات القرآن کی جلد اوّل مرتب ہو چکی ہے۔ میں نے اس کتاب کا مسوّدہ اس وقت بھی دیکھا تھا۔ جب یہ ترتیب و تالیف کے ابتدائی مراحل میں تھی۔ اس کے مؤلف جناب میجر عزیز احمد صاحب نے اس عظیم الشان کام کا آغاز اس وقت کیا جب آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اس لحاظ سے اور فوج کی ملازمت کے بعد اپنی عمر کی اس منزل میں ان کی یہ کاوش قابل ستائش ہے۔ قرآن حکیم کے ساتھ یہ والہانہ

محبت، جس نے انہیں اس محنت پر آمادہ کیا، قابلِ رشک ہے۔ میں ان کی خدمت میں جلد اوّل کی تکمیل پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یہ خداوند کریم کی خاص رحمت ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنے کلام سے محبت کا جذبہ اور اس کی خدمت انجام دینے کا شوق عطا کرے۔

۲۔ مؤلف نے ترتیب تلاوت کے لحاظ سے ایک ایک لفظ کا ترجمہ اور تشریح لکھی ہے۔ بعض مقامات پر دو یا زیادہ الفاظ کا ترجمہ اور تشریح ایک ہی شمارہ کے تحت دیا گیا ہے۔ اور بعض الفاظ کو جو مؤلف کے نزدیک عام فہم اور آسان تھے چھوڑ دیا گیا ہے۔

۳۔ میری معلومات کی حد تک قرآن حکیم کی اردو لغت کی کوئی کتاب اس خاص نہج پر اس سے قبل نہیں لکھی گئی۔ جو حضرات قرآن حکیم کے الفاظ کا ترجمہ معلوم کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے ترتیب تلاوت کے لحاظ سے ترجمہ اور مفہوم معلوم کرنا بہت آسان ہوگا۔

۴۔ یہ کتاب بطور خاص اسلامیات کے انٹرمیڈیٹ طلبہ و طالبات کے لئے بہت مفید ہوگی۔ اور وہ اس کی مدد سے ہر لفظ کا ترجمہ اور تشریح معلوم کر سکیں گے۔ ان کے پرچہ دوم کے مقررہ نصاب یعنی سورۃ بقرہ کے پہلے پچیس ۲۵ رکوع میں سے سولہ ۱۶ کا ترجمہ اس کتاب میں شامل ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مؤلف گرامی کو ان کی خدمت جلیلہ کا صلہ اپنی رحمت سے عطا کرے۔ اور مزید کام کرنے کا موقعہ عطا فرماتے۔ نیز ہر مسلمان کو اپنے کلام سے، کلام کے لانے والے رسولؐ اور خود اپنی ذات باری تعالیٰ سے محبت کی توفیق عطا کرے۔

حافظ محمد یوسف

ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس (I)
گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن۔ راولپنڈی۔

صرفی و نحوی اصطلاحات کے انگریزی مترادفات

INDEX OF GRAMMATICAL TERMS

لفظ	Word
کلمہ	Part of speach
اسم	Noun
فعل	Verb
حرف	Particle
اسم نکرہ	Indefinite Noun
اسم معرفہ	Definite Noun
اسم علَم	Proper Noun
اسم ضمیر	Personal Pronoun
اسم اشارہ	Demonstrative Pronoun
اسم موصول	Relative Pronoun
اسم معرف باللام	Noun with Definite Article
اسم ذات	Concrete Noun
اسم صفت	Adjective
اسم استفہام	Interrogative Pronoun
اسماءِ مشتقہ	Derivative Nouns
اسم فاعل	Active Participle Noun
اسم مفعول	Passive Participle Noun
اسم ظرف	Noun of Place or Time
اسم آلہ	Noun of Instrument
اسم تفضیل	Comparative or Superlative Degree
اسم جنس	Generic Noun (Genus)
اسم جمع	Collective Noun
تذکیر و تانیث (جنس)	Gender
مذکر	Masculine
مونث	Feminine

وحدت و جمع	Number
واحد	Singular
تثنیہ	Dual
جمع	Plural
اسم کی حالتیں (حالت)	Case
حالت فاعلی یا حالت رفعی	Nominative case.
حالت مفعولی یا حالت نصبی	Accusative case.
حالت جرّی	Genetive case
اعراب	Case-sign
مصدر	Infinitive Noun
صیغہ	Mood
فاعل	Nominative Agent
مفعول	Object.
متکلم	First person
مخاطب	Second person
غائب	Third person
فعل ماضی	Past Tense
فعل حال	Present Tense
فعل مستقبل	Future Tense
فعل مضارع	Aorist (Undefined)
فعل لازم	Intransitive Verb
فعل متعدی	Transitive Verb
حروف صحیحہ	Consonants
حروف علت	Vowels
حروف تعریف	Definite Articles
حروف تنکیر	Indefinite Articles

حرفِ جارّہ	Prepositions
حروفِ عطف	Conjunctions
حروفِ تہجی	Alphabet
حروفِ ندا	Exclamative Particles.
حروفِ استفہام	Interrogative Particles.

۲- اصطلاحات

حرکۃ	زبر (َ) زیر (ِ) اور پیش (ُ) میں سے ہر ایک کو حرکت کہتے ہیں۔ اکٹھا تینوں کو حرکاتِ ثلاثہ کہتے ہیں۔
متحرک	حرکت والے حرف۔
سکون	جزم (ْ)
فتحہ یا نصب	زبر (َ)
کسرہ یا جر	زیر (ِ)
ضمہ یا رفع	پیش (ُ)
تنوین	دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) میں سے ہر ایک کو تنوین کہتے ہیں
نونِ تنوین	دو زبر، دو زیر یا دو پیش کے تلفظ میں جو نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اسے نونِ تنوین کہتے ہیں۔ اً (اَن) اٍ (اِن) اٌ (اُن)
مفتوح	وہ حرف جس پر زبر ہو۔ کَتِفٌ میں ک۔
مکسور	وہ حرف جس کے نیچے زیر ہو۔ کَتِفٌ میں ت۔
مضموم	وہ حرف جس پر پیش ہو۔ کَتِفٌ میں ف۔
ساکن یا مجزوم	وہ حرف جس پر جزم ہو۔ وَرْدٌ میں ر۔
مشدد	وہ حرف جس پر تشدید ہو (ّ) مُحَمَّدٌ میں دوسرا میم۔
تعریف	کسی اسم نکرہ (اسم عام) کو معرفہ (اسم خاص) بنانا۔ یا کسی اسم کا معرفہ ہونا۔
تنکیر	کسی اسم کو نکرہ بنانا۔ یا کسی اسم کا نکرہ ہونا۔
لامِ تعریف	اَلْ جو کسی اسم پر لگایا جاتا ہے۔ اَلْکِتَابُ میں اَلْ۔
معرف باللام	وہ اسم جس پر لامِ تعریف داخل ہو۔ اَلْکِتَابُ
وحدت	کسی لفظ کا ایسی حالت میں ہونا جس سے ایک چیز سمجھی جائے۔ اس وقت اس اسم کو واحد یا مفرد کہیں گے۔ رَجُلٌ۔ ایک مرد۔
تثنیہ	کسی اسم کا ایسی حالت میں ہونا جس سے دو چیزیں سمجھی جائیں۔ رَجُلَانِ (دو مرد) اس صورت میں اس اسم کو مثنّٰی یا تثنیہ کہتے ہیں۔
جمع	کسی لفظ کا ایسی حالت میں ہونا جس سے دو یا دو سے زیادہ چیزیں سمجھی جائیں۔ رِجَالٌ (دو سے زیادہ مرد)۔ ایسے لفظوں کو جمع یا مجموع کہتے ہیں۔
اسم جمع	وہ لفظ ہے جو بظاہر لفظ مفرد ہو۔ مگر ایک جماعت پر بولا جائے۔ قَوْمٌ (قوم) رَھْطٌ (گروہ۔ جماعت)
تذکیر	کسی اسم کو مذکر بنانا۔ یا کسی اسم کا مذکر ہونا۔
تانیث	کسی اسم کو مونث بنانا۔ یا کسی اسم کا مونث ہونا۔
حروفِ تہجی	الف۔ ب سے یا تک تمام حروف کو حروفِ تہجی کہا جاتا ہے۔
حروفِ علت	ا، و، ی حروفِ علت ہیں۔
حروفِ صحیح	حروفِ علت کے سوا باقی حروفِ تہجی کو حروفِ صحیح کہتے ہیں۔

همزه — ایک ہمزہ (ء) تو وہی ہے جو حروف تہجی کا ایک حرف ہے۔ دوسرے وہ الف جو متحرک ہو (أ ۔ إ ۔ أُ) یا جزم والا ہو لیکن اس کے ادا کرتے وقت زبان کو جھٹکا سا لگے۔ جیسے

أَكَلَ میں پہلا حرف

سَأَلَ میں دوسرا حرف

قَرَأَ میں تیسرا حرف

رَأْسٌ میں دوسرا حرف

همزة الوصل — وہ ہمزہ ہے جو کلام کے درمیان ہونے کی صورت میں بولنے میں ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے:
یَا آدَمُ اسْكُنْ میں میم اور سین کے درمیان کا ہمزہ

حروف شمسیہ — ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن۔

اگر لام تعریف (اَلْ) کسی ایسے لفظ پر داخل ہو جس کا پہلا حرف شمسی ہو تو اَلْ کے لام کا تلفظ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ حرف شمسی میں مدغم ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں لام پر جزم دینے کی بجائے حرف شمسی پر تشدید ڈالی جاتی ہے۔ جیسے
اَلشَّمْسُ ۔ اَلنَّاسُ ۔

حروف قمریہ — ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م ہ و ی۔ جو الفاظ ان حروف میں سے کسی حرف کے ساتھ شروع ہونگے ان پر لام تعریف (اَلْ) بغیر کسی تبدیلی کے داخل ہوتا ہے اور اَلْ کے لام پر جزم ہی پڑھی جاتی ہے۔ جیسے
اَلْبَلَدُ ۔ اَلْعَيْنُ ۔ اَلْوَلَدُ

۳۔ ضمیریں اور صیغے

	واحد	تثنیہ	جمع
غائب III PERSON			
مذکر	هُوَ وہ ایک مرد (HE)	هُمَا وہ دو مرد (THEY TWO)	هُمْ وہ سب مرد (THEY ALL)
مؤنث	هِيَ وہ ایک عورت (SHE)	" وہ دو عورتیں (" ")	هُنَّ وہ سب عورتیں (" ")
مخاطب یا حاضر II PERSON			
مذکر	أَنْتَ تو ایک مرد (YOU)	أَنْتُمَا تم دو مرد (YOU TWO)	أَنْتُمْ تم سب مرد (YOU ALL)
مؤنث	أَنْتِ تو ایک عورت (")	" تم دو عورتیں (" ")	أَنْتُنَّ تم سب عورتیں (" ")
متکلم I PERSON			
مذکر	أَنَا میں ایک مرد (I)	نَحْنُ ہم دو مرد (WE TWO)	نَحْنُ ہم سب مرد (WE ALL)
مؤنث	" میں ایک عورت (")	" ہم دو عورتیں (" ")	" ہم سب عورتیں (" ")

۴۔ عربی زبان کے وہ الفاظ اور حروف جو قرآن کریم میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں

اعراب (حرکاۃ ثلثہ) کی اصل صورت	اردو ترجمہ	اعراب (حرکاۃ ثلثہ) کی بدلی ہوئی صورت
اِذْ	جب	اِذِ
اِذَا	جب	
اَلْ	یہ حرف تعریف ہے اور انگریزی کے (The) کا ترجمہ ہے۔	اَلَ
اِلَّا	مگر۔ سوائے۔	
اَلَّتِیْ	وہ (عورت) جو۔ وہ چیز جو (مؤنث)	
اَللّٰتِیْ	وہ (عورتیں) جو۔ وہ چیزیں جو (مؤنث)	
اَلَّذِیْ	وہ (مرد) جو۔ وہ چیز جو (مذکر)	
اَلَّذِیْنَ	وہ (مرد) جو (جمع) وہ چیزیں جو (مذکر)	
اِلٰی	کی طرف۔ تک	اِلٰی
اَنْ	کہ	اَنِ
اِنَّ	یقیناً، بلاشبہ، بے شک، دراصل، بات یہ ہے کہ، فی الحقیقت۔	
اِنْ	اگر	اِنِ
اَوْ	یا	اَوِ
اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ (اسم اشارہ جمع مذکر و مؤنث دونوں کے لئے)۔	
بِ	ساتھ، سے، پر	
بَعْدُ	بعد	بَعْدَ، بَعْدِ
تِلْكَ	یہ (مؤنث) اسم اشارہ۔	
ثُمَّ	پھر، اس کے بعد	
ذٰلِكَ	وہ۔ یہ	
عَلٰی	پر، اوپر	عَلَی
اَلَا	خبردار (کلمہ تنبیہ)	

اعراب (حرکاۃ ثلثہ) کی اصل صورت	اردو ترجمہ	اعراب (حرکاۃ ثلثہ) کی بدلی ہوئی صورت
عَنْ	بارے میں، پاس، سے	عَنِ
عِنْدَ	نزدیک، پاس	عِنْدِ
فَ	پس، چنانچہ، اس لئے، تو	
فِیْ	میں، اندر	فِی
كَانَ	ہے، تھا	
لِ	لئے، واسطے	
لَا	نہیں	لَا
لَوْ	اگر، کیوں	لَوِ، لَوِ
مَا	جو چیز	
مَا	نہیں	
مَا	کیا	
مَآءٌ	پانی	
مَنْ	کون	مَنِ، مَنْ، مَنِ
مَنْ	جو (شخص)	
مِنْ	سے	
هٰذَا	یہ (مذکر) واحد	
هٰذِهٖ	یہ (مؤنث) واحد	هٰذِهِ
هٰٓؤُلَآءِ	یہ (مذکر و مؤنث) جمع۔ (غائب کے لئے)	
اَنْتُمْ	تم (مخاطب کے لئے) (جمع)	
لَنْ	ہرگز نہیں (نفی مستقبل کی تاکید کیلئے آتا ہے)	
لَمْ، لَا، مَا، هَلْ، اِنْ، لَیْسَ	نہیں	
هَلْ	کیا	

۵۔ کلمہ اور اس کی اقسام

کلمہ (الف)

(کوئی مفرد (اکہرا) بامعنی لفظ)

حرف	فعل (ب)	اسم (ب)
وہ کلمہ جس کے معنی اسم یا فعل کے ساتھ ملے بغیر سمجھ میں نہ آئیں۔	وہ کلمہ جو بغیر کسی دوسرے کلمہ کی مدد کے تنہا اپنے معنی بتاتے۔ کسی کام کا کرنا یا ہونا سمجھا جائے اور تینوں زمانوں سے کوئی زمانہ ظاہر ہو۔	وہ کلمہ جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ ظاہر نہ ہو۔
فِيْ ۔ میں	ضَرَبَ ۔ اس نے مارا	رَجُلٌ ۔ مرد
مِنْ ۔ سے	ذَهَبَ ۔ وہ گیا	حَامِدٌ ۔ خاص نام
عَلٰى ۔ اوپر	يَذْهَبُ ۔ وہ جاتا ہے یا جائے گا۔	ضَرْبٌ ۔ مارنا
اِلٰى ۔ تک ۔ طرف	اِضْرِبْ ۔ تو مار	طَيِّبٌ ۔ اچھا
ذَهَبَ زَيْدٌ اِلَى الْمَسْجِدِ زید مسجد کی طرف گیا۔	كَتَبَ ۔ اس نے لکھا	هُوَ ۔ وہ
ذَهَبَ ۔ فعل		اَنَا ۔ میں
زَيْدٌ ۔ اسم		اَنْتُمْ ۔ تم سب لوگ
اِلٰى ۔ حرف		
مَسْجِدِ اسم		

(الف) ہر لفظ جو منہ سے نکلے اور اس کے کچھ معنی ہوں کلمہ کہلاتا ہے۔

(ب) کسی کلمہ کے اسم اور فعل ہونے کی نمایاں نشانی یہ ہے کہ اسم میں زمانہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن فعل میں زمانہ کا ذکر ضروری ہے۔

۶۔ اسم کی اقسام

اسم

معرفہ (Proper Noun)
اَلرَّجُلُ ۔ خَالِدٌ ۔ مَکَّۃُ

1. **اسم علم**: زَیْدٌ، حَامِدٌ، خَالِدٌ، مَکَّۃُ
2. **اسم ضمیر**: هُوَ (وہ)، اَنْتَ (تو)، اَنَا (میں)
3. **اسم اشارہ**: هٰذَا (یہ)، ذٰلِكَ (وہ)
4. **اسم موصول**: اَلَّذِیْ (جو ایک مرد)، اَلَّتِیْ (جو ایک عورت)
5. **اسم معرّف باللام**: اَلرَّجُلُ، اَلْفَرَسُ
6. **منادیٰ**: یَا وَلَدُ، یَا بِنْتُ، یَا مَلِكُ
7. **مضاف**: کِتَابُ زَیْدٍ، کِتَابُ هٰذَا، کِتَابُ الرَّجُلِ

نکرہ (Common Noun)
رَجُلٌ، طَبِیْبٌ۔

1. **اسم ذات**: اِنْسَانٌ، فَرَسٌ، حَجَرٌ، رَجُلٌ، کِتَابٌ، شَجَرٌ
2. **اسم صفت**: طَبِیْبٌ، قَبِیْحٌ، جَمِیْلٌ، صَادِقٌ

۱۔ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ نکرہ (Common Noun) ۔معرفہ (Proper Noun)

نکرہ ۔ وہ اسم ہے جو عام چیزوں کے لئے استعمال ہوسکے۔ جیسے وَلَدٌ (لڑکا) کیونکہ اس اسم سے کوئی خاص لڑکا ذہن میں نہیں آتا اور اس کا اطلاق ہر لڑکے پر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ظَالِمٌ (ظالم آدمی) بھی اسم نکرہ ہے۔ کیونکہ اس سے بھی کسی خاص ظالم آدمی کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ظالم آدمی مراد لیا جاسکتا ہے۔

معرفہ ۔ وہ اسم جو کسی خاص آدمی، شہر یا چیز کے لئے استعمال کیا جائے۔ مثلاً خَالِدٌ (ایک خاص آدمی کا نام) مِصْرُ (ایک خاص ملک کا نام)۔ اَلْوَلَدُ۔ (ایک خاص لڑکا)۔

نکرہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اسم ذات۔ وہ اسم ہے جو جاندار یا بے جان چیزوں کی ذات کا نام ہو۔ جیسے حَیْوَانٌ، رَجُلٌ، شَجَرٌ، کِتَابٌ

۲۔ اسم صفت۔ وہ اسم ہے جو کسی کے حسن و قبح پر دلالت کرے یعنی کسی اسم کی تعریف یا برائی بیان کرے۔ جیسے جَمِیْلٌ، صَادِقٌ، قَبِیْحٌ

۲۔ عربی میں اسم نکرہ پر عموماً تنوین پڑھی جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات اسم معرفہ (اسم علم) پر بھی تنوین آتی ہے۔ جیسے مُحَمَّدٌ ۔ عُمَرُ ۔ زَیْدٌ ۔ ایسی صورت میں تنوین کو حرف تنکیر نہ سمجھیں۔ تنوین کو عام طور پر نکرہ ہونے کی علامت تصور کیا جاتا ہے اور اس کا ترجمہ ایک یا کوئی یا تھوڑا سا یا کچھ سے کیا جاتا ہے۔ جیسے۔ فَرَسٌ۔ ایک گھوڑا یا کوئی گھوڑا۔ لَبَنٌ۔ کچھ دودھ یا تھوڑا سا دودھ۔

۳۔ اگر اسم نکرہ کو معرفہ بنانا مطلوب ہو تو اس کے پہلے لام تعریف (اَلْ) لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ فَرَسٌ نکرہ پر اگر لام تعریف داخل کر کے اَلْفَرَسُ لکھا جائے تو وہ معرفہ بن جائے گا۔ اور اس کے معنی "ایک خاص گھوڑا" ہو جائے گا۔ اس صورت میں اَلْفَرَسُ کو مُعَرَّف باللام کہا جائے گا۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ لام تعریف داخل ہونے سے تنوین جاتی رہتی ہے جیسے۔ فَرَسٌ سے اَلْفَرَسُ ۔ فَرَسٌ اور اَلْفَرَسُ میں یہی فرق ہے جو A HORSE اور THE HORSE میں ہے۔

۴۔ لام تعریف (اَلْ) کا الف یا ہمزہ، ہمزۃ الوصل کہلاتا ہے۔ جب مُعَرَّف باللام سے پہلے کوئی لفظ آئے تو اس لفظ کے آخری حرف کو اَلْ کے لام سے ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں اَلْ کے ہمزہ (الف) کا تلفظ نہیں کیا جائے گا۔ جیسے خَادِمُ الْاَمِیْرِ کو خَادِمُلْ اَمِیْرِ پڑھا جائے گا۔

۵۔ اگر مُعَرَّفُ بِاللَّامِ (اَلْ کے ذریعے سے بنے ہوئے معرفہ) سے پہلے اس پر تنوین ہو جیسے خَالِدُ الصَّالِحُ (نیک خالد) تو نون تنوین کو کسرہ (زیر) دے کر لام کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے یعنی خَالِدُنِ الصَّالِحُ۔

۶۔ اَلْ جب ایسے لفظ پر داخل ہو جس کا پہلا حرف شمسی ہے تو اَلْ کا لام حرف شمسی میں مدغم ہو جاتا ہے۔ یعنی تلفظ کے وقت لام کے بجائے حرف شمسی کا ہی تلفظ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں لام پر جزم نہیں لکھی جاتی بلکہ حرف شمسی پر تشدید لکھی جاتی ہے۔ جیسے اَلشَّمْسُ۔

۷۔ تذکیر و تانیث

۱۔ اسم باعتبار جنس، دو قسم کا ہوتا ہے۔ مذکر۔ مونث

۲۔ **مونث کی قسمیں**:۔ مونث حقیقی، مونث قیاسی یا مونث لفظی، مونث سماعی یا مونث معنوی۔

۳۔ (الف) **مونث حقیقی**:۔ ایسے مونث جن کے مقابل کوئی مذکر موجود ہو۔ جیسے اُمٌّ (ماں) اَبٌ (باپ) کے مقابل۔

(ب) **مونث قیاسی یا مونث لفظی**:۔ مونث بنانے کے لئے عموماً مذکر کے آخر میں ۃ بڑھا دی جاتی ہے جیسے اِبْنٌ سے اِبْنَۃٌ ہو گیا اسی طرح حَسَنٌ سے حَسَنَۃٌ، مَلِكٌ سے مَلِكَۃٌ (اس قاعدہ کا استعمال زیادہ تر اسم صفت پر ہوتا ہے۔ لیکن اسم ذات پر بہت کم)۔ اس ۃ کو تائے تانیث کہتے ہیں۔

ۃ کے علاوہ تانیث کی دو علامتیں اور بھی ہیں۔ یعنی الف مقصورہ (ی) اور الف ممدودہ (اء) جیسے کُبْرٰی ۔ حُسْنٰی ۔ الف مقصورہ کے ساتھ۔ اور صَحْرَاءُ ۔ زَهْرَاءُ ۔ الف ممدودہ کے ساتھ۔

پس مذکورہ بالا تینوں علامتیں (تائے مربوطہ، الف مقصورہ اور الف ممدودہ) سے بنے ہوئے مونث، مونث قیاسی یا لفظی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تانیث لفظوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

(ج) **مونث سماعی یا مونث معنوی**:۔ بعض اسماء ایسے ہیں کہ ان میں مذکورہ بالا تینوں علامتوں سے کوئی بھی علامت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود انہیں مونث تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے مونث کو مونث سماعی یا مونث معنوی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے اسماء کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

(۱) ایسے اسماء جو عورتوں کے لئے استعمال کئے جائیں جیسے اُمٌّ (ماں) عَرُوْسٌ (دلہن) مَرْيَمُ (نام عورت)

(۲) جسم کے ان اعضاء کے نام جو جوڑا جوڑا ہیں۔ جیسے یَدٌ ، اُذُنٌ وغیرہ۔

نوٹ:۔ بعض اسموں کے آخر میں ۃ ہوتی ہے لیکن ان کا استعمال مذکر کے لئے ہوتا ہے۔ مثلاً خَلِیْفَۃٌ ، عَلَّامَۃٌ ۔

(iii) شراب کے تمام نام، ہوا کے تمام نام اور دوزخ کے سب نام مونث سمجھے جاتے ہیں۔

(iv) بہت سے دیگر الفاظ جو عربی لغت کی کتابوں میں مونث تصور کئے جاتے ہیں۔ مثلاً أَرْضٌ۔ زمین، رِيْحٌ۔ ہوا، دَارٌ۔ گھر، سُوْقٌ۔ بازار، نَارٌ۔ آگ، حَرْبٌ۔ لڑائی۔

۸۔ وحدت و جمع

۱۔ تعداد ظاہر کرنے کے لحاظ سے عربی میں اسم تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ واحد یا مفرد جو ایک پر دلالت کرے۔ جیسے رَجُلٌ۔ (ایک مرد)

۲۔ تثنیہ جو دو پر دلالت کرے۔ جیسے رَجُلَانِ۔ (دو مرد)

۳۔ جمع جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے۔ جیسے رِجَالٌ۔ (دو سے زیادہ مرد)

۲۔ جمع دو قسم کی ہوتی ہے۔ جمع سالم (الجمع السالم) اور جمع مکسر (الجمع المکسر) توڑی ہوئی جمع۔

۱۔ **جمع سالم**۔ وہ جمع جس میں واحد کی صورت سلامت رہ کر آخر میں کچھ اضافہ ہوا ہو۔ لیکن واحد کی صورت قائم رہے۔ جیسے عَالِمٌ سے عَالِمُوْنَ۔ مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ۔ (مذکر کی صورت میں)۔ مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَاتٌ (مونث کی صورت میں)۔

۲۔ **جمع مکسر**۔ وہ ہے۔ جس کے واحد کی صورت عام طور پر ٹوٹ یعنی بدل جاتی ہے۔ اس کے بنانے کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ کبھی تو کچھ حروف بڑھا گھٹا دیئے جاتے ہیں اور کبھی محض حرکات وسکنات میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ جیسے۔ نَهَرٌ سے أَنْهُرٌ، رَجُلٌ سے رِجَالٌ، وَزِيْرٌ سے وُزَرَاءُ، كِتَابٌ سے كُتُبٌ۔

۳۔ **اسمِ جمع**۔ وہ اسم ہے جس میں جمع کا مفہوم پایا جاتا ہو اور انکے واحد کے لئے بھی کوئی دوسرا لفظ نہ ہو۔ اس لئے کہ درحقیقت جمع نہیں ہیں۔ جیسے قَوْمٌ۔ قوم، رَهْطٌ۔ گروہ۔ جماعت۔

اس قسم کے اسم جمع کے ساتھ صفت وغیرہ بھی جمع ہی میں آتی ہے جیسے قَوْمٌ جَاهِلُوْنَ

۴۔ صفت نہ صرف تذکیر و تانیث میں بلکہ وحدت، تثنیہ اور جمع میں بھی اپنے موصوف کے مطابق آتی ہے۔ جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ، رَجُلَانِ عَالِمَانِ، رِجَالٌ عَالِمُوْنَ۔ عربی میں صفت بعد اور موصوف پہلے آتا ہے۔ لیکن جمع سالم مونث کی صفت دونوں طرح سے آسکتی ہے۔ یعنی جمع مونث بھی اور واحد مونث بھی جیسے مُسْلِمَاتٌ صَادِقَاتٌ اور مُسْلِمَاتٌ صَادِقَةٌ بھی۔ اسی طرح اگر موصوف غیر عاقل (انسان اور فرشتوں کے علاوہ باقی سب مخلوق غیر عاقل تصور کی جاتی ہے) کی جمع ہو تو صفت عموماً مونث اور واحد ہی آتی ہے خواہ موصوف مذکر ہو یا مونث۔ اَلْحَيَوَانَاتُ الْكَبِيْرَةُ۔ أَشْجَارٌ طَوِيْلَةٌ۔

۹۔ مرکّبات

کلمہ (بامعنی مفرد لفظ)

مرکب (دو یا دو سے زیادہ کلموں کا مجموعہ)

۱ مرکب ناقص یا مرکب غیر مفید — ۲ مرکب تام یا مرکب مفید (جملہ یا کلام)

مرکب توصیفی — مرکب اضافی — مرکب عددی

مرکب اشاری — مرکب جاری

۱۔ دو یا دو سے زیادہ لفظوں کے آپس کے تعلق کو ترکیب کہتے ہیں اور اس مجموعہ کو مرکب۔

۲۔ مرکب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ناقص اور تام

(۱) مرکب ناقص وہ ہے۔ جس کے سننے سے نہ کوئی خبر معلوم ہو، نہ کوئی حکم سمجھا جائے، نہ خواہش۔ بلکہ وہ ایک ادھوری بات ہو۔ رَجُلٌ حَسَنٌ۔ کوئی ایک اچھا مرد
كِتَابُ رَجُلٍ۔ کسی ایک مرد کی کتاب

(۲) مرکب تام وہ ہے۔ جس کے سننے سے یا تو کوئی خبر معلوم ہو، یا کوئی حکم یا خواہش سمجھ میں آئے۔
اَلرَّجُلُ حَسَنٌ (مرد اچھا ہے) کہنے سے ایک بات یا ایک خبر معلوم ہوئی۔ کہ فلاں شخص اچھا ہے۔
خُذِ الْكِتَابَ (کتاب لے) کہنے سے کتاب لینے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ رَبِّ ارْزُقْنِيْ (اے میرے رب مجھے روزی دے) کہنے سے خواہش والتماس معلوم ہوتی ہے۔ یہ ہے مرکب تام۔ اس کو جملہ یا کلام بھی کہتے ہیں۔

۳۔ مرکب ناقص کئی قسم کا ہوتا ہے۔ توصیفی، اضافی، عددی، جاری وغیرہ۔

مرکب توصیفی

۱۔ جس مرکب میں دوسرا لفظ پہلے کی صفت بتائے وہ مرکب توصیفی ہے۔ رَجُلٌ صَالِحٌ (کوئی ایک نیک مرد)۔ اس مثال میں لفظ صالح لفظ رجل کا نیکی کی صفت بیان کرتا ہے۔

۲۔ مرکب توصیفی میں پہلا جزو اسم ذات ہوتا ہے اور دوسرا اسم صفت۔ اوپر کی مثال میں رَجُل اسم ذات ہے اور صالح اسم صفت۔

۳۔ مرکب توصیفی میں پہلے جزو کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں۔ چنانچہ اوپر کی مثال میں رَجُل موصوف ہے اور صَالِح صفت ہے۔

۴۔ موصوف نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ ہوگی۔ ورنہ معرفہ رَجُلٌ صَالِحٌ اس میں دونوں جزو نکرہ ہیں۔ اَلرَّجُلُ الصَّالِحُ دونوں جزو معرفہ ہیں۔

۵۔ جو اعراب کی حالت موصوف کی ہوگی وہی صفت کی ہوگی۔

۶۔ مرکب توصیفی اور دیگر مرکبات ناقصہ ہمیشہ جملہ کا جزو ہوا کرتے ہیں۔

مرکب اضافی

۱۔ جس مرکب میں دونوں جزو اسم ہوں اور پہلا دوسرے کی طرف منسوب ہو اسے مرکب اضافی کہتے ہیں۔ مثلاً كِتَابُ زَيْدٍ (زید کی کتاب)۔ خَاتَمُ فِضَّةٍ (چاندی کی انگوٹھی)۔ مَاءُ النَّهْرِ (نہر کا پانی)۔

۲۔ دو اسموں میں اس قسم کی نسبت کا نام اضافت (اَلْاِضَافَةُ) ہے۔

۳۔ مرکب اضافی کے پہلے جزو کو مضاف (منسوب) اور دوسرے کو مضاف الیہ (جس کی طرف کوئی چیز منسوب ہو) کہا جاتا ہے۔

۴۔ مضاف پر نہ تو لام تعریف (اَلْ) داخل ہوتا ہے اور نہ ہی تنوین۔

۵۔ مضاف الیہ ہمیشہ مجرور (زیر والا) ہوتا ہے۔

۶۔ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ سے پہلے آتا ہے۔

۷۔ مرکب اضافی بھی مرکب توصیفی کی طرح پورا جملہ نہیں ہوتا۔

مرکب اشاری، مرکب عددی اور مرکب جاری

یہ مرکبات بھی مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کی طرح جملہ کا جزو ہوتے ہیں پورا جملہ نہیں ہوتے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عربی صرف و نحو کے چند ابتدائی اور بنیادی قاعدے ہیں۔ عربی صرف و نحو کی تدریجاً تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہ کتابیں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

۱۔ راہنمائے ترجمہ قرآن کریم پارہ اول۔ مرتبہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی و مولانا حافظ نذر احمد صاحب۔
مسلم اکیڈمی، ۱۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور

۲۔ عربی کا معلم حصہ اول تا حصہ چہارم
مصنفہ مولوی عبد الستار خان صاحب۔

۳۔ کالج عربک گرامر۔ مصنفہ جناب ایم ڈی۔ چوہدری۔

لغات القرآن (پہلا پارہ)

شمارہ ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۱ ۔ اَللّٰہُ ۔ (اللہ تعالیٰ) ۔ یہ لفظ اس ذات پاک کا نام ہے جو تمام صفاتِ کاملہ کی جامع اور تمام نقائص اور عیوب سے منزّہ ہے ۔ یہ لفظ عربی زبان میں باری تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے لئے نہیں بولا جاتا ۔ اللہ کا لفظ باری تعالیٰ کا اسم عَلَم ہے جو عربی صرف و نحو کے اعتبار سے واحد اور مفرد ہے اور کسی صورت میں بطور جمع استعمال نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ ہی کسی اور ہستی کے لئے اس کا اطلاق صحیح ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ذاتی نام کو اسمِ اعظم بھی کہتے ہیں ۔

بعض کا قول ہے کہ اللہ کا لفظ اصل میں اِلٰہٌ ہے ۔ ہمزہ (تخفیفاً) حذف کر دیا گیا ہے اور اس پر الف لام (التعریف) لا کر باری تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے ۔ اِلٰہٌ کے اشتقاق میں کچھ الفاظ کے معنی مختلف اقوال کے مطابق یہ ہیں (۱) پرستش کرنا (۲) تحیر ۔ یعنی باری تعالیٰ کی ذات وصفات کے ادراک سے چونکہ عقول متحیر اور درماندہ ہیں اس لیے اسے اللہ کہا جاتا ہے ۔ (۳) اِلٰہٌ اصل میں وِلَاہٌ ہے ۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل کر اِلَاہ بنا لیا ہے اور وَلِہَ کے معنی عشق و محبت میں وارفتہ اور بیخود ہونا کے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ سے چونکہ تمام مخلوق کو والہانہ محبت ہے اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے ۔ (۴) یہ لفظ لَاہَ ، یَلُوْہُ ، لِیَاہًا سے ہے جس کے معنی پردہ میں چھپ جانا کے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ بھی نگاہوں سے مستور ہے اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے ۔ اِلٰہ (شمارہ ۱۶۱) معبود جس کی پرستش کی جائے ۔ حاجت روا ، مشکل کشا دراصل ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ ۔

۲ ۔ مُحَمَّدٌ ۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی اسم مبارک ہے) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (الفتح ۴۸ ۔ ۲۹) (محمد اللہ کے رسول ہیں) ۔ لغوی معنی ۔ جس کی تعریف و ستائش کی جائے ۔ اس کا ماخذ حمد ہے جس کی تشریح شمارہ ۷ میں ملاحظہ فرمائیے ۔ حضور اکرمؐ کی تعریف و ستائش بیان کرنا مجھ جیسے ناچیز کے بس کی بات نہیں اور ایک مختصر لغت میں بیان بھی کیا کیا جا سکتا ہے ۔ محمدؐ اس ذاتِ اقدس کا ذاتی اسم گرامی ہے جس پر (اللہ تعالیٰ کے بعد) ہر قسم کی عظمت و بڑائی ختم ہو

شمارہ ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

جاتی ہے ۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور اگر حضور اکرمؐ کے حسن و جمال کے ذکر کی جرأت کی جائے تو اس سے بہتر تو شاید کہا جا سکتا ہوگا ۔ لیکن یہ بھی میرے علم طاقت اور بس سے باہر ہے ۔

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۳ ۔ اَحْمَدُ ۔ (حضور اکرمؐ کا ذاتی اسم گرامی ہے) یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (الصف ۶۱ ۔ ۶) (میرے (حضرت عیسیٰؑ) بعد (ایک رسول) آئے گا جس کا نام احمد ہوگا) (شمارہ ۲) یہ بھی حمد سے بنا ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں ۔ سب سے زیادہ حمد بیان کرنے والا ۔

۴ ۔ اَلْقُرْاٰنُ ۔ (قرآن مجید) ۔ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۔ (البروج ۸۵ ۔ ۲۱) (بلکہ یہ قرآن بڑی شان اور عظمت والا ہے) ۔ (۱) یہ لفظ قرأتٌ سے بنا ہے اور اس کے معنی پڑھنے یا تلاوت کرنے کے ہیں اور کتاب اللہ چونکہ ابتداء سے پڑھی اور تلاوت کی گئی ۔ اس لئے اس کو "القرآن" کہا گیا ۔ مگر بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ یہ لفظ کسی سے بنا ہوا نہیں بلکہ جس طرح حق تعالیٰ کے ناموں میں سے لفظ اللہ ذاتی نام ہے اور حضور اکرمؐ کے اسماء گرامی میں لفظ محمدؐ اور احمدؐ ذاتی اسماء ہیں اسی طرح کتاب اللہ کے ناموں میں سے "القرآن" اس کا ذاتی نام ہے ۔ اور اس کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں ۔ کہ قرآن وہ آسمانی کتاب ہے جو حضور اکرمؐ پر بطور وحی آسمانی کے نازل ہوئی ۔ اس کے سوا باقی تمام نام قرآن کے صفاتی نام ہیں ۔ جیسے الکتاب ، الذکر ، ھدٰی ، الفرقان ، شفا ، رحمۃ ، موعظۃ ، احسن الحدیث وغیرہ (۲) امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب "المشوق الی علوم القرآن" میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن قَرَأتُ الحَوْضَ سے ماخوذ ہے ۔ جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے اسے قَرَأتُ الحَوْضَ کہتے ہیں ۔ چونکہ قرآن جملہ علوم

شمارہ - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

پر حاوی، عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلیہ سے پُر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام القرآن رکھا۔(۳) امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ اَلْقُرْاٰنُ اصل میں مصدر ہے۔ اَلْقِرَاءَۃُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنا کے ہیں۔ عرف میں یہ اس کتاب کے لئے بمنزلہ اسم علم بن چکا ہے جو حضور اکرمؐ پر نازل ہوئی۔(۴) بعض علماء کرام نے قرآن کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ قرآن چونکہ تمام کتب سماویہ کے ثمرہ کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے ماحصل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اس لئے اس کا نام قرآن رکھا گیا۔
(۵) قرآن پاک کے نام بھی اسماء اللہ الحسنیٰ کی طرح ۹۹ تک شمار کئے جا چکے ہیں۔

۵ - اَلْاِسْتِعَاذَۃُ - (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا)۔ اَلْعَوْذُ کے معنی ہیں کسی کی پناہ لینا اور اس سے چمٹے رہنا، کسی سے پناہ مانگنا۔
(شمارہ ۹ ۳۳۹)

سورۃ الفاتحۃ

۶- اَلْفَاتِحَۃُ - (شروع کرنے والی)۔ گویا کہ یہ سورۃ فاتحۃ الکتاب اور فاتحۃ القرآن ہے۔ سورۃ فاتحہ کے دوسرے ناموں میں سے اُمّ الکتاب اور اُمّ القرآن بھی ہیں۔ عربی میں اُم کے معنی ہیں کسی چیز کی اصل اور مرکز۔ اسی لئے کھجور کی گٹھلی کو "اُمّ النخلۃ" اور دماغ کو "اُمّ الراس" کہتے ہیں۔ کیونکہ دماغ انسانی حواس کا مرکز اور گٹھلی کھجور کے درخت کا اجمالی خلاصہ اور ماحصل ہے۔ اُم کا لفظ ماں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اہل عرب اس مرکزی پرچم کو بھی اُم کہتے ہیں۔ جس کے نیچے سارا لشکر پناہ لیتا ہے۔ اس سورۃ کے اور مشہور نام یہ ہیں۔ سورۃ الدعا، سورۃ الشفا، سورۃ الصلوٰۃ، سورۃ السوال وغیرہ۔ اَلْفَاتِحَۃُ ہر چیز کا مبدا جس کے ذریعے اس کے مابعد کو شروع کیا جائے۔ اَلْمَفْتَحُ وَ اَلْمِفْتَاحُ۔ کنجی۔ وہ چیز جس کے ساتھ کسی چیز کو کھولا جائے۔ خزانے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۷ - ۱ - ۱ - اَلْحَمْدُ - (سب تعریف)۔ زبان سے تعریف اور ستائش کرنا۔ حمد کے اوپر الف لام استغراق اور احاطہ کے معنی میں ہے یعنی آسمان اور زمین میں جہاں جہاں حمد و ثنا پائی جاتی ہے، خواہ کسی انداز اور عنوان سے ہو، سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف و ستائش

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

ہے۔

۸ - ۱ - ۱ - رَبِّ - (پروردگار)۔ اَلرَّبُّ کے اصل معنی تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دے کر حدِ کمال تک پہنچانا کے ہیں۔ رَبٌّ کا لفظ مصدر ہے لیکن استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے اور مطلق (یعنی اضافت اور لام تعریف سے خالی) ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ لفظ اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں پر بھی بولا جاتا ہے اور اس صورت میں اس کی جمع اَرْبَابٌ ہے۔ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ (یوسف ۔ ۱۲ ۔ ۳۹)۔ (کیا کئی معبود بہتر ہیں یا صرف ایک اللہ زبردست) اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف ۔ ۱۲ ۔ ۴۲) (میرا ذکر کرنا اپنے خاوند کے پاس)۔ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ ۔ (یوسف ۔ ۱۲ ۔ ۵۰) (کہا جا اپنے خاوند کے پاس) اس لفظ کا ماخذ بھی رَبّ ہی ہے۔ حیات اور زندگی کی ہر ہر ضرورت اور ہر مصلحت کا ضامن، کفیل، مربی اور نگران ہونا۔ (اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے)۔ خدا تعالیٰ اشیاء کا صرف پیدا کنندہ ہی نہیں۔ بلکہ یہ خدا ہی ہے جو انہیں حدِ کمال کے اعلیٰ مقام پر پہنچاتا ہے۔ اور ہر قدم پر ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ ایک بڑا بھاری درخت درحقیقت ایک چھوٹے بیج سے اور ایک کامل انسان خون کے چند قطروں سے ترقی یافتہ ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے مرہون منت ہے۔

۹ - ۱ - ۱ - اَلْعٰلَمِيْنَ - (جہانوں کا) عَالَمٌ کی جمع ہے۔ اَلْعِلْمُ - کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا۔ اَلْعَلَمُ - ایسا نشان جس سے کوئی چیز پہچانی جا سکے یعنی جو جاننے اور پہچاننے میں نشانی کا کام دے (اسی لئے فوج کے جھنڈے کو عَلَمُ الْجَيْشِ کہا جاتا ہے) چونکہ کائنات اور کائنات کا ہر ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایک واضح نشان اور علامت ہے اس لئے کل کائنات کو عالم کہا جاتا ہے۔ اور موجودات کے الگ الگ دائروں اور حلقوں کے اعتبار سے عالمین بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے عالمِ جمادات، عالمِ حیوانات، عالمِ اجسام، عالمِ ارواح، عالمِ شہادت عالمِ غیب۔ اس میں تمام اجرام ارضیہ و سماویہ ارواح و مادہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ربّ العلمین کے لفظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اسلام جس خدا

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کو پیش کرتا ہے وہ صرف رب المسلمین نہیں۔ بلکہ تمام اقوام عالم کا رب ہے۔ اس لئے اس کا دین کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ وہ ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم کے لئے ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے رسول جنہوں نے کل دنیا کو ہدایت کی طرف بلایا وہ پیغمبر اسلام (صلعم) ہی ہیں۔ (اَلْعٰلَمِیْن کی مزید تشریح شمارہ ۷۶ میں کی گئی ہے)۔

۱۰ - ۱ - ۲ - اَلرَّحْمٰنِ (عام رحمتوں والا)۔ یہ لفظ اَلرَّحِیْمِ اور اَلرَّحْمَةُ سے بنا ہے۔ اور باوجود اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہونے کے لفظ اللہ (شمارہ ۱) کی طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ لغت کی کتاب لسان العرب میں لکھا ہے۔ " اِنَّ الرَّحْمٰنَ اِسْمٌ مُخْتَصٌّ لِلّٰهِ تَعَالٰی لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّسَمّٰی بِهٖ غَیْرُهٗ " (رحمٰن ایک ایسا نام ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اسے کسی اور چیز کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں (لفظی معنی۔ وہ رقتِ قلب جو مرحوم (یعنی جس پہ رحم کیا جائے) پر احسان کی مقتضی ہو۔ قرابت، شفقت، بلا مبادلہ اور بغیر محنت کے انعام کرنے والا۔ جملہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بلا محنت بخشش فرمائے ہیں اور وہ تمام انعامات جن میں اعمال کا دخل نہیں ہے۔ وہ سب صفتِ رحمانیت کے ذیل میں محض فیاضی سے مرحمت فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً ہوا، پانی، چاند، سورج وغیرہ اور روحانی ارتقاء کے لئے کلامِ الٰہی۔ (دوسری زبانیں اس لفظ کا مترادف پیش کرنے سے قاصر ہیں)

۱۱ - ۱ - ۲ - اَلرَّحِیْمِ (خاص رحمتوں والا)۔ الرحمٰن کی طرح یہ لفظ بھی اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور اس کا صحیح مفہوم بھی عجمی زبانوں میں ایک لفظ میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اعمالِ صالحہ کا بہترین بدلہ دینے والا۔ سچی محنتوں کا ضائع نہ کرنے والا۔ بلکہ حسبِ قانونِ الٰہیہ انسانی محنتوں اور کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا۔ اس لفظ کا اطلاق دوسروں پر بھی جائز ہے۔ بعض نے رحمٰن اور رحیم میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ رحمٰن دنیوی رحمت کے اعتبار سے بولا جاتا ہے۔ جو مومن اور کافر دونوں کے لئے ہے۔ اور رحیم اُخروی رحمت کے اعتبار سے صرف مومنین کے لئے مخصوص ہے۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ - (لفظی معنی) تشریح

۱۲ - ۱ - ۳ - مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ (مالک، خداوند اور حاکم روزِ جزا کا) (۱) مٰلِكِ۔ یہاں مٰلک کی اضافت یوم کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصل میں مالک الملک فی یوم الدین کی طرف ہے۔ یعنی قیامت کے دن صرف اسی کی بادشاہت ہوگی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن ۴۰ - ۱۶) (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی۔ بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے)۔ اس کا ماخذ مِلک یعنی ذاتی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے (اسم صفت) اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ مثلاً اگر وہ نیکوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ انعام دے اور بدوں کو بعض وجوہات کی بنا پر معاف ہی کر دے تو اس پر بے انصافی کا الزام نہیں آ سکتا۔ (۲) یَوْم کے معنی ہیں دن اور دن بھی چونکہ زمانے اور وقت کا حصہ ہے اس لیے کبھی کبھی لفظ یوم سے محض وقت اور زمانہ مراد ہوتے ہیں۔ جیسے یوم حنین۔ شرعی اصطلاح میں لفظ یوم صبح صادق سے غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ یہاں یوم سے مراد یوم آخرت ہے۔ جو قیام قیامت سے حساب کتاب کے اختتام تک کی مدت ہے۔ اور یہ قرآن پاک میں دنیا دی ایک ہزار سال کے برابر بتلائی گئی ہے (۳) اَلدِّیْنِ۔ یہ لفظ قرآن پاک میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (الف) حساب و محاسبہ کرنا۔ جزا و سزا۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں مراد ہے۔ (ب) شریعت، جملہ احکام شریعت، مذہب، شریعت کی طاعت اور فرمانبرداری (ج) دِیْنُ اللّٰهِ۔ جس سے مراد دین اسلام ہے۔ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ (آل عمران ۳ - ۸۳) (کیا سوا دین خداوندی کے سوا کسی اور طریقہ کو چاہتے ہیں (د) دَیْن (دال پر زبر کے ساتھ)۔ قرض کا معاملہ کرنا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ (البقرہ ۲ - ۲۸۲)۔ (اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کرنے لگو ایک میعاد معین تک)۔

۱۳ - ۱ - ۴ - اِیَّاكَ نَعْبُدُ۔ (تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم) اَلْعِبَادَةُ۔ انتہائی درجہ کی ذلت اور انکساری ظاہر کرنا۔ لہٰذا عبادت کی مستحق صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو بے حد صاحب افضال اور انعام

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) تشریح

ہو۔ اور وہ ذاتِ پاک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ **عِبَادَۃٌ** ۔ دو قسم پر ہے (۱) عبادت بالتسخیر (۲) عبادت بالاختیار۔ اس کا تعلق ذوی العقول کے ساتھ ہے۔ دوسری مخلوق اس کی مکلف نہیں۔ عبادت کا مفہوم شرعی اصطلاح میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ۔ اس سے کامل محبت، اس پر پورا بھروسہ اور اس سے کامل خوف کیا جائے۔ نیز اس کے سامنے کمال درجہ کی فروتنی اختیار کی جائے۔ لغوی معنی۔ طاعت اور بندگی۔ جس کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اصطلاحی معنی۔ دین اسلام میں صرف چند مخصوص مظاہر عبادت کو ہی عبادت نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ عبادت ایک ایسی ہمہ گیر اور وسیع حقیقت کا نام ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اصل حقیقی عبادت نماز ہے۔ اور باقی تمام عبادات کو تعمیل حکم کے معنی میں عبادت کہا جاتا ہے۔

۱۴ ۔ ۱ ۔ ۴ ۔ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** (تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں) یہ لفظ اَلْعَوْنُ سے بنا ہے۔ جس کے معنی کسی کی مدد اور پشت پناہی کرنا کے ہیں۔ اَلْاِسْتَعَانَۃُ۔ مدد طلب کرنا۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرۃ ۔ ۲ ۔ ۴۵) (اور صبر اور نماز سے مدد چاہو)۔ اسی سے اعانت اور استعانت ماخوذ ہیں۔ یہاں نَسْتَعِیْنُکَ (ہم تیری مدد چاہتے ہیں) نہیں فرمایا۔ بلکہ "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" فرما کر کلام میں خاص زور پیدا کرنا مقصود تھا۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم سب کو چھوڑ کر صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اَلْعَوَانُ۔ ادھیڑ عمر۔ نہ بچہ نہ بوڑھا۔ عَوَانٌ بَیْنَ ذٰلِکَ (البقرۃ ۔ ۲ ۔ ۶۸) (بیچ کا ہو۔ دونوں عمروں کے وسط میں)۔

۱۵ ۔ ۱ ۔ ۵ ۔ **اِهْدِنَا** ۔ (دکھا ہم کو ۔ تو دے ہدایت ہم کو) ۔ (الف) اَلْهِدَایَۃُ۔ لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا۔ یہ لفظ دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ایک "اِهْدِ" جو ہدایت سے امر کا صیغہ ہے۔ دوسرے "نا" جو جمع متکلم کی ضمیر ہے۔ ہدایت عربی زبان کا ایک بڑا جامع لفظ ہے۔ لغوی معنی ۔ خیر خواہی سے راہ دکھانا، راستہ پر چلانا، منزل مقصود تک پہنچانا۔ یعنی دعا یہ ہے کہ اگر ہمیں راستہ معلوم

شمارہ ۔ سورہ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

نہ ہو تو وہ دکھاوے۔ اور اگر ہم راستہ کا علم رکھتے ہیں تو ہمیں اس پر چلنے کی توفیق بخش۔ جو نیک راستہ پر چل رہے ہیں اُن کو اس پر قائم رکھ اور مزید آگے بڑھا۔ (بڑے سے بڑا نبی بھی اس دعا کا محتاج ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چار طرح سے ہدایت فرمائی ہے (۱) عقل عطا فرما کر (۲) پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر (۳) توفیق خاص جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے (۴) آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی۔ (ب) کفار کو دوزخ کی طرف دھکیلنے کے لئے یہ لفظ مبالغہ کے لئے بطور تہکم بھی استعمال ہوا ہے۔ وَیَهْدِیْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ (الحج ۔ ۲۲ ۔ ۴) (اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلاوے گا) فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (الصّٰفّٰت ۔ ۳۷ ۔ ۲۳) (پس ان سب کو دوزخ کے راستہ پر چلاؤ)۔ (ج) هَدِیَّۃٌ ۔ وہ تحفہ جو ہم ایک دوسرے کو بغیر معاوضہ پیش کرتے ہیں۔ وَاِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّۃٍ (النمل ۔ ۲۷ ۔ ۳۵) (اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں)۔

۱۶ ۔ ۱ ۔ ۵ ۔ **الصِّرَاطَ** (راہ ۔ راستہ) ۔ سیدھی راہ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام ۔ ۶ ۔ ۱۵۳) (اور یہ میری راہ سیدھی ہے سو اس پر چلو)۔ اس لفظ کی اصل صورت السراط (سین کے ساتھ) ہے اور قرأت کی روایات میں اصل صورت ہی مروی ہے۔ لیکن لغت قریش (جو سب سے زیادہ فصیح ہے) میں اس کا تلفظ صاد کے ساتھ ہے۔ گویا اصل السراط ہے لیکن اس کا زیادہ فصیح تلفظ الصراط ہے۔ عربی میں سرط کے معنی ہیں۔ کسی چیز کو نگلنا۔ جس طرح کھانے کا لقمہ حلق سے نگلا جاتا ہے۔ سراط وہ راستہ ہے جو بڑے قافلوں کو نگل جاتا ہے۔ یا قافلے اس راستہ کو طے کر کے گویا کہ نگل جاتے ہیں۔ یعنی وہ شاہراہ جس پر ہزاروں قافلے چلے اور گزر گئے۔ مگر راستہ اپنی جگہ موجود ہے۔ الصراط کی پانچ خصوصیات ہیں (۱) وسیع و کشادہ (۲) مستقیم یعنی سیدھا (۳) سب سے زیادہ نزدیک اور قریبی (۴) منزل مقصود تک پہنچانے والا (۵) اور منزل مقصود کے لئے اس واحد راستے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ پس جس راہ میں یہ پانچوں صفتیں موجود ہوں

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) تشریح

وہ "السراط" ہے اور جس میں یہ تمام خصوصیات نہ ہوں۔ وہ راہ "السراط" کے مصداق نہیں ہے۔

۱۷ ۔ ۱ ۔ ۵ ۔ **اَلْمُسْتَقِيْمُ** (سیدھا)۔ یہ صراط کی صفت ہے اور لغوی اعتبار سے اس کا ماخذ اور اصل استقامت ہے۔ جس کے لغوی معنی توسط اور اعتدال کے ہیں جو افراط و تفریط کے ٹھیک درمیانی راستہ کا نام ہے۔ درمیانی ہونے کی مناسبت سے استقامت کے معنی سیدھے ہونے کے بھی آتے ہیں۔ کیونکہ ماہرین اقلیدس نے لکھا ہے کہ دو نقطے قائم کر کے جب متعدد اور مختلف خطوط ملائے جائیں۔ تو تمام خطوط میں بیچ کا خط سب سے زیادہ سیدھا اور قریبی ہوگا۔ اس لئے مستقیم کے معنی سیدھے کے بھی کئے گئے ہیں۔ نیز خطِ مستقیم ناقابل تغیّر ہوتا ہے۔ اور غیر مستقیم میں ہر وقت تغیّر و تبدّل ہوتا ہے۔ خطِ مستقیم دائمی ہے۔ اور غیر مستقیم عارضی۔ (حدیث شریف میں آتا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد دینِ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ دین جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں)۔

۱۸ ۔ ۱ ۔ ۶ ۔ **اَنْعَمْتَ** (انعام کیا تو نے)۔ (۱) اَلنِّعْمَةُ اچھی حالت کو کہتے ہیں۔ اَلنَّعْمَاءُ۔ نعمت۔ آسائش۔ یہ ضَرَّاءُ (تکلیف سختی) کے مقابلہ میں آتا ہے۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ (ھود۔ ۱۱۔ ۱۰)۔ (اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں)۔ نِعْمَتْ کے تفصیلی لغوی معانی۔ نرم نرم کپڑا۔ نرم کھال۔ ظاہری جسمانی نرمی۔ باطنی اور روحانی نرمی۔ لذت۔ سرور۔ عیش و عشرت کی کیفیت۔ سامانِ عیش جو طبع انسانی کو نرم اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ انعام کے اصطلاحی معنی کسی کو اس طرح نعمت دینا کہ انعام سے محض احسان مقصود ہو۔ اور اپنی کوئی غرض وابستہ نہ ہو۔ اس لئے منعمِ حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(۲) اَلنَّعَمُ کا لفظ بالخصوص اونٹوں پر بھی بولا جاتا ہے اور اونٹوں کو نَعَمٌ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ عرب کے لئے سب سے بڑی نعمت تھے۔ اس کی جمع اَنْعَامٌ آتی ہے۔ لیکن اَنْعَامٌ کا لفظ بھیڑ بکری، اونٹ اور گائے سب پر بولا جاتا ہے۔ مگر ان جانوروں پر اَنْعَامٌ کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب اونٹ بھی ان میں شامل ہو۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) تشریح

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ (الزخرف ۔ ۴۳ ۔ ۱۲) (اور تمہارے واسطے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو)۔ بالعموم یہ لفظ چار پایوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا (الانعام ۔ ۶ ۔ ۱۴۲) (اور مواشی میں سے بوجھ اٹھانے والے اور زمین کو لگے ہوئے یعنی چھوٹے قد کے) (۳) نَعَمْ یہ کلمہ ایجاب ہے اور لفظ نعمت سے مشتق ہے۔

زیر تشریح آیت کریمہ میں انعام سے دینی انعام مراد ہے۔ جس کے مستحق انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں۔

۱۹ ۔ ۱ ۔ ۷ ۔ **اَلْمَغْضُوْبِ** ۔ (غضب کیا گیا۔ غصہ کیا گیا)۔ (۱) اَلْغَضَبُ کے لغوی معنی ۔ انتقام کے لئے دل میں خون کا جوش مارنا۔ شدت اور سختی۔ یہ لفظ انعام کی ضد ہے۔ غضب دراصل نفس کی اس ہیجانی کیفیت کا نام ہے جو انتقام کے جذبے سے پیدا ہوتی ہے۔ غضب الٰہی سے مراد جرم کی سزا دینا اور عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔ یہاں وہ قومیں اور وہ لوگ مراد ہیں۔ جن پر قہر خداوندی اور غضب الٰہی نازل ہوا۔ غضب کے مستحق وہ لوگ ہیں جو تحقیقات کے باوجود راہِ ہدایت کو چھوڑ دیں اور گمراہ وہ ہیں جو صراطِ مستقیم کی تحقیقات نہ کرنا چاہیں۔ ان میں مغضوب زیادہ ناراضگی کے مستحق ہیں جو دیدہ دانستہ حق کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔

۲۰ ۔ ۱ ۔ ۷ ۔ **اَلضَّآلِّيْنَ** ۔ (گمراہوں کی)۔ اَلضَّلَالُ ۔ سیدھی راہ سے ہٹ جانا۔ ایسی راہ پر چلنا جو منزل مقصود تک نہ پہنچائے۔ یہ لفظ ہدایت کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ (بنی اسرائیل ۔ ۱۷ ۔ ۱۵)۔ (جس نے راہ ہدایت پائی پس وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا پس وہ اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے)۔ ضَلَالٌ کا لفظ ہر قسم کی گمراہی پر بولا جاتا ہے خواہ وہ گمراہی قصداً ہو یا سہواً معمولی ہو یا زیادہ ضلالت کے معنی کبھی (۱) ناواقفیت (۲) بھول جانے (۳) بے خبر ہونے اور (۴) ضائع کر دینے کے بھی آتے ہیں۔

حکما نے لکھا ہے کہ صحت اور راستی کی راہ تو صرف ایک ہی ہے مگر گمراہی کے متعدد راستے ہیں۔ کیونکہ ہدایت کی مثال تیر کے

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ٹھیک نشانہ پر بیٹھ جانے کے ہیں اور صحیح نشانہ کے علاوہ ہر جہت کا نام ضلالت ہے۔

قرآن پاک میں بعض مقامات پر ضلالت کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بھی کی گئی ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۔ (الضحٰی ۔ ۹۳ ۔ ۷) (اور آپ کو بے خبر پایا پس راہ دکھائی)۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۔ (یوسف ۔ ۱۲ ۔ ۹۵) (کہنے لگے بخدا آپ تو اپنے اُسی پرانے خیال میں مبتلا ہیں)۔ پہلے حوالہ میں ضلالت سے مراد ہدایتِ نبوت کے عطا ہونے سے قبل راہ نمائی سے محروم ہونا کے ہیں اور دوسرے حوالہ میں یہ لفظ محبت اور اشتیاق میں سرگرداں ہونا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورۃ البقرۃ

۲۱ ۔ ۲ ۔ اَلْبَقَرُ ۔ (گائے، بیل)۔ یہ اس سورت کا نام ہے اور اَلْبَقَرُ اسم جنس ہے۔ جو نر و مادہ دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ سورہ فاتحہ کے بعد یہ پہلی سورت ہے۔ جس سے کتاب اللہ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے (کہا جاتا ہے کہ پہلی چند آیات کے بعد اس سورت میں ایک ہزار احکام، ایک ہزار نواہی اور ایک ہزار خبریں ہیں)۔ اس لفظ کا واحد بَقَرَةٌ ہے۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ (البقرۃ ۔ ۲ ۔ ۶۸) (آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو جو نہ بالکل بوڑھا ہو اور نہ بچہ)۔ بیل چونکہ کھیتی باڑی کے کام آتا ہے۔ اس لئے زمین کو پھاڑنے اور جوتنے کے لئے بَقَرَ الْاَرْضَ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ محمد بن علیؓ (محمد بن علی زین العابدین الحسین ابو جعفر الباقر) کو باقر کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ ان کو دقائق و رموز علمیہ کے متعلق گہری تحقیق حاصل تھی۔

۲۲ ۔ ۲ ۔ ۱ ۔ الٓمّٓ ۔ (ان حروف کے لفظی معنی یقینی طور بیان نہیں کئے جاسکتے)۔ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ مقطعات کے معنی ہیں قطعہ قطعہ یعنی الگ الگ۔ ان حروف مقطعات کو حروف تہجی اور حروف بسیطہ بھی کہتے ہیں۔ نامعلوم المراد ہونے کی بنا پر متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی مراد اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو بھی بتائی اور حضور اکرمؐ کے بعد اپنے خاص الخاص برگزیدہ بندوں کو بھی ان کے اسرار و رموز سے نوازا۔ (ایسے حروف کے معانی عوام کو بتائے نہیں گئے۔ کیونکہ یہ نہ جاننے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ کرنا چاہیئے)

۲۳ ۔ ۲ ۔ ۲ ۔ اَلْكِتٰبُ ۔ (کتاب)۔ عربی لغت کے اعتبار سے کتاب مصدر ہے۔ اس کے اصل معنی کھال کے دو ٹکڑوں کو ملا کر سی دینے کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے كَتَبْتُ السِّقَاءَ ۔ (میں نے مشکیزہ سی دیا)۔ پھر مکتوب فیہ (یعنی جس پر کچھ لکھا گیا ہو) کو کتاب کہا جانے لگا۔ عرف میں اس کے معنی حروف کو تحریر کے ذریعہ باہم ملا دینا کے ہیں۔ دراصل الکتاب اس صحیفہ کو کہتے ہیں جس میں کچھ لکھا گیا ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) کسی چیز کو ثابت کر دینا۔ اندازہ کرنا۔ فرض یا واجب کر دینا اور عزم کرنا۔ (۲) حکم ناطق۔ (۳) کسی چیز کا فیصلہ اور مقدر کر دینا۔ (۴) قانون خداوندی۔ (۵) لوگوں کے اعمال نامے۔ (۶) لوح محفوظ (۷) لازم کر دینا۔ وغیرہ شرعی اصطلاح میں الکتاب سے تمام کتب سماویہ مع قرآن پاک مراد ہیں۔

۲۴ ۔ ۲ ۔ ۲ ۔ رَيْبَ ۔ (شک)۔ عربی میں ریب اُس خلش اور اضطراب کو کہتے ہیں جو انسان کے دل میں کسی امر کے متعلق پیدا ہو جائے۔ اس کیفیت کو کبھی شک و وہم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور کبھی تہمت اور سوء ظن سے۔ زمانہ کی گردش اور حوادث کو بھی ریب کہتے ہیں لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان کے وقوع میں شک و شبہ ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ ان کے تعین اوقات میں انسان متردد رہتا ہے۔ کہ خدا جانے کب گردش کا وقت آجائے۔ لہٰذا انسان گردش کے وقوع کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس کے تعین اوقات کے اعتبار سے ہمیشہ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (الطور ۔ ۵۲ ۔ ۳۰) (موت کا حادثہ) میں مبتلا رہتا ہے۔ زیر تشریح آیت کریمہ میں ریب سے شک و شبہ اور معمولی سے معمولی تردد مراد ہے۔ دوسرے لفظوں میں "ریب" اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے لفظ شک سے کمتر اور ادنیٰ ہے۔ یہاں "لا شک فیہ" نہیں کہا

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ورنہ مطلب یہ ہوتا کہ اس میں بڑے درجہ کا تردد نہیں ہے اور اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ معمولی درجہ کا تردد اس میں ممکن ہے۔ لیکن "لاریب فیہ" کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس میں تردد کے کم از کم درجہ کی بھی گنجائش نہیں۔ لہٰذا زیادہ تردد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۵ - ۲ - ۲ ۔ **ھُدًی** ۔ (راہ دکھاتی ہے۔ ہدایت)۔ یہ لفظ مصدر ہے اور کچھ مصادر اس وزن پر بھی آتے ہیں۔ جیسے تُقًی بمعنی تقویٰ (ڈرنا)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۵ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲۶ - ۲ - ۲ ۔ **لِّلْمُتَّقِیْنَ** ۔ (واسطے پرہیزگاروں کے۔ خدا سے ڈرنے والوں کے)۔ متقی کی جمع ہے۔ اور اسم فاعل ہے جو اتقاء سے بنا ہے۔ اور اتقاء، وقایہ سے ماخوذ ہے (شمارہ ۱۱۱) اس کے لغوی معنی بہت زیادہ بچنے اور محفوظ ہونے کے ہیں۔ قرآن وسنت کی زبان میں وقایہ یا تقویٰ کے معنی ہیں ہر اس چیز سے بچنا اور پرہیز کرنا جو آخرت کے اعتبار سے مضر اور نقصان دہ ہو۔ خواہ وہ عقائد و اعمال سے متعلق ہو۔ یا اقوال و احوال کے زمرے سے۔ بنیادی بچنے کے طور پر کفر و شرک سے بچنا اور ترکِ معاصی و گناہِ کبیرہ۔ تقویٰ کا سب سے اونچا درجہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہوں اور نافرمانی کے شائبہ سے بچنے کے لئے مباحات، مشتبہ امور اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بعض جائز چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) قبول اسلام و ایمان (۲) ترک معصیت و توبہ (۳) اطاعت، خوف و خشیت (۴) حسنِ نیت۔ اخلاق و للہیت۔ (۵) سفر کی پونجی اور بہترین زادِ راہ (۶) لباس۔ کیونکہ جسمانی اور بدنی لباس شرم کے مقامات کو چھپاتا ہے اور ظاہری طور پر موجبِ زینت بھی ہے۔ اسی طرح تقویٰ بھی ایک روحانی لباس ہے جو ظاہر و باطن یا جسم و روح دونوں پر حاوی ہے اور دونوں کی حقیقی زینت ہے۔

۲۷ - ۲ - ۳ ۔ **یُؤْمِنُوْنَ** ۔ (ایمان لاتے ہیں۔ یقین رکھتے ہیں)۔ اَلْاَمْنُ۔ اصل میں امن کے معنی نفس کے مطمئن ہونا کے ہیں۔ یعنی طمانیت اور اطمینانِ قلب۔ اور امان کے معنی کبھی حالتِ امن کے آتے ہیں۔ اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (الانفال ۔ ۸ - ۲۷) (اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت مت کرو۔ اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو اور تم اس کا مضر ہونا جانتے ہو)۔ اَلْاِیْمَانُ کے معنی شریعتِ محمدی کے آتے ہیں۔ اور ایمان کے ساتھ ہر وہ شخص متصف ہو سکتا ہے۔ جو توحید اور نبوت کا اقرار کرے۔ کبھی ایمان کا لفظ بطور مدح استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے حق کی تصدیق کر کے اس کا فرمانبردار ہو جانا مراد ہوتا ہے۔ اور یہ چیز تصدیق بالقلب اقرار باللسان اور عمل بالجوارح سے حاصل ہوتی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۔ (الحدید ۵۷ - ۱۹) (اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق (سچے) ہیں)۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اعتقاد۔ قولِ صدق اور عمل صالح میں سے ہر ایک کو ایمان کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ایمان سے مراد نماز بھی آتی ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ (البقرہ - ۲ - ۱۴۳) (اور خدا ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔ یہاں ایمان سے مراد نماز ہے) آمین بمعنی استجب ہے۔ یعنی میری دعا قبول فرما۔ قرآن کریم کی اصطلاح اور شریعت اسلامیہ کے عرف میں ایمان کے معنی ہیں۔ دینِ محمدی کے ہر اس جزو کی دل سے تصدیق کرنا جس کا دینی ہونا قطعی اور یقینی ہو اور تصدیق کی بنیاد نبوت پر اعتماد ہو۔ امام غزالیؒ نے کفر و ایمان کی یہ تعریف کی ہے۔ "رسول اکرمؐ کی لائی ہوئی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے جھٹلانے کا نام کفر ہے۔ اور حضورؐ کے لائے ہوئے تمام امور کی تصدیق کا نام ایمان ہے"۔

۲۸ - ۲ - ۳ ۔ **بِالْغَیْبِ** ۔ (ساتھ غیب کے۔ چھپی ہوئی چیزوں پر)۔ (۱) یعنی جو چیزیں حواس۔ علم و عقل سے پوشیدہ ہیں ان کو صرف اللہ اور رسولؐ کے فرمانے سے صحیح مان لیتے ہیں۔ لفظ غیب مصدر ہے۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ غیب مصدر نہیں بلکہ اسم صفت ہے۔ اس کے معنی ہیں نظروں سے اوجھل ہونا۔ مخفی ہونا۔ اس لئے غروبِ آفتاب کے مفہوم کو غابت الشمس سے ادا کیا جاتا ہے۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کہ قرص خورشید آنکھوں سے مخفی ہوجاتی ہے۔ اسی مناسبت سے پس پشت بدگوئی کو اَلْغِیْبَۃُ کہا جاتا ہے وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط (الحجرات ۔ ۴۹ ۔ ۱۲) (اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) کیونکہ جس کی برائی کی جارہی ہے وہ نظروں سے اوجھل ہے۔ شرعی اصطلاح میں الغیب سے وہ تمام مغیبات و مخفیات مراد ہیں جو دیکھنے، سننے چکھنے، سونگھنے اور چھونے کے پانچوں ظاہری حواس کی دسترس سے باہر ہوں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں الغیب سے وہ امور دین اور اجزاء ایمان مراد ہیں جن کا تفصیلی ذکر حدیث جبریل میں آیا ہے۔ یعنی اللہ، ملائکہ، کتب الٰہیہ، انبیاء کرام، یوم آخرت، قضاء و قدر اور بعث بعد الموت۔ یہی خیال صاحب روح المعانی علامہ آلوسی کا بھی ہے۔

(۲) کسی چیز کو غَیْبٌ یا غَائِبٌ لوگوں کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ ورنہ باری تعالیٰ سے تو کوئی چیز (چھوٹی یا بڑی، ذرہ بھر بھی) پوشیدہ نہیں۔ لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ (سبا ۔ ۳۴ ۔ ۳) (اس کے علم سے کوئی ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ کوئی اس سے چھوٹی اور نہ بڑی)۔

(۳) قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
(الف) خلوت و تنہائی یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ (فاطر ۔ ۳۵ ۔ ۱۸) اور مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (قٓ ۔ ۵۰ ۔ ۳۳) (جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے) (ب) اَلْغِیَابَۃُ۔ نیچی زمین اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَۃٌ کہا جاتا ہے۔ وَاَلْقُوْہُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۔ (یوسف ۔ ۱۲ ۔ ۱۰) (اور اس کو کسی گہرے، اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو)۔

۲۹ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ یُقِیْمُوْنَ ۔ (قائم رکھتے ہیں)۔ اس کا مصدر اقامت ہے۔ اور یہ قیام سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا ۔ جو قعود (بیٹھنا) کی ضد ہے۔ یہ نماز کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ گویا اقامت صلوٰۃ بھی اداء صلوٰۃ ہے۔ عربی زبان میں "قیام

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

بالامر" کے معنی ہیں کسی امر کا اس کی حیثیت اور شان کے مطابق لحاظ اور خیال کرنا۔ اسی وجہ سے قیّم اس نگران اور محافظ کو کہتے ہیں جو نگرانی کا حق ادا کرے اور قیّوم وہ ذات ہے جس کی حفاظت و نگرانی کو دوام حاصل ہو۔ اسی نسبت سے اقامۃ الصلوٰۃ کے بھی دو محمل ہیں۔ ایک یہ کہ نماز کی ادائیگی میں اداب و سنن کا اتنا لحاظ رکھا جائے کہ نماز میں کوئی کمی اور نقص نہ رہ جائے اور نماز کا حق ادا کر دیا جائے۔ اور اقامت کا دوسرا محمل محافظت اور دوام ہے۔ پس نماز کے ساتھ اقامت لگانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو دوام کے ساتھ اور بغیر کسی ناغہ کے ادا کیا جائے اور جملہ نمازوں کی محافظت کی جائے۔

قَامَ ۔ یَقُوْمُ ۔ قِیَامًا ۔ (کھڑا ہونا) بالعموم ان معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادے سے کھڑا ہونا۔ (۲) کسی شے کی حفاظت اور نگہبانی کرنا۔ (۳) کسی کام کا پختہ ارادہ کر لینا۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے۔ وہاں اِقَامَۃٌ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے۔ کہ نماز سے مقصود محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے۔

قَوّٰمُوْنَ ۔ راعی اور محافظ۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النسآء ۔ ۴ ۔ ۳۴) (مرد قائم رہنے والے ہیں اوپر عورتوں کے)۔ دِیْنًا قِیَمًا (الانعام ۔ ۶ ۔ ۱۶۱) (دین مستحکم) ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (توبہ ۔ ۹ ۔ ۳۶) (یہ ہے دین مستقیم اور قائم رہنے والا) دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ (البینۃ ۔ ۹۸ ۔ ۵) (اور یہ طریقہ ہے قائم رہنے والوں کے لئے) سے مراد سچا دین (وہ دین جس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہ ہو) اور راست عادلہ ہے۔

۳۰ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ اَلصَّلوٰۃَ ۔ (دعا، مناجات، نماز)۔
نماز درحقیقت مناجات اور دعا ہی تو ہے۔ اور چونکہ نماز کا ایک اہم جزو دعا ہے۔ اس لئے کل کا نام بھی وہی رکھ دیا گیا۔ جو جزو کا نام تھا۔ اس کے علاوہ صلوٰۃ کے معنی رحمۃ، درود شریف پڑھنا اور

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اور عبادت (دعا کرنا) بھی ہے۔ لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس وقت صلوٰۃ کے معنی ہوں گے۔ رحمتہ کاملہ کا نازل فرمانا۔ جب ملائکۃ اللہ کی طرف لفظ صلوٰۃ کو منسوب کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے دعا کرنا اور جب صلوٰۃ کی نسبت انسانوں کی طرف کی جائے تو صلوٰۃ کے معنی ہیں۔ عبادت کرنا۔ درود شریف پڑھنا۔ گویا کہ اس لفظ کی نسبت کی تبدیلی سے اس کا مفہوم اور معنی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جیسے صوم، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اسلام کے مخصوص ارکان کے نام ہیں۔ یہ لفظ کسی سے ماخوذ نہیں بلکہ اسم عَلَم ہے۔

۳۱ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ مِمَّا (جو کچھ۔ بعض) مِمَّا اصل میں من ما ہے۔ عربی زبان کے قوائد تلفظ کے اعتبار سے من کا نون بھی میم بنا دیا گیا۔ اور میم کو دوسرے میم میں مدغم اور شامل کر کے مِمَّا کر لیا گیا۔ من کے معنی ہیں کل اور مجموعہ میں سے بعض اور جزو کے مفہوم کو ظاہر کرنا۔ اس لئے اس کا ترجمہ ہو گا۔ بعض یا کچھ۔

یہاں مَا موصولہ ہے۔

۳۲ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ رَزَقْنٰهُمْ (دی ہے ہم نے ان کو۔ ہم نے ان کو عطا کی ہے) اَلرِّزْقُ۔ وہ عطیات، انعامات اور فیضان جو جاری ہو خواہ دنیوی ہو یا اخروی۔ اور رزق بمعنی نصیبہ اور حصہ کے بھی آتا ہے۔ جس میں علم، مال و جاہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ یہ لفظ قرآن کریم میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) بارش وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (الذّٰریٰت ۔ ۵۱ ۔ ۲۲) (اور تمہارا رزق آسمان میں ہے) (۲) طعام۔ فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (الکہف ۔ ۱۸ ۔ ۱۹) (سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لائے) اور (۳) دیگر غذائی اشیاء فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (قٓ ۔ ۵۰ ۔ ۹ ۔ ۱۰ اور ۱۱) (اور پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔ بندوں کے لئے رزق)۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۳۳ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ يُنْفِقُوْنَ (خرچ کرتے ہیں) نَفَقَ الشَّیْءُ کے معنی کسی چیز کے ختم ہونے یا چلے جانے کے ہیں (۱) اَلْاِنْفَاقُ کے معنی اپنی ملکیت سے مال وغیرہ نکالنا، صرف کرنا۔ اس میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات وغیرہ سب شامل ہیں۔ (۲) خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ (بنی اسرآئیل ۔ ۱۷ ۔ ۱۰۰) کے معنی مفلس ہونے کے خوف کے ہیں۔ یعنی مال خرچ ہو جانے کے بعد قلاش ہو جانا۔ یہاں اِنْفَاق۔ بمعنی اِمْلَاق ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرآئیل ۔ ۱۷ ۔ ۳۱)۔ (اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو)۔ (۳) نَفَقَةٌ (اسم) جو چیز خرچ کی جائے۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۲۷۰) (اور تم جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو) (۴) اَلنَّفَقُ۔ سرنگ۔ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ (الانعام ۔ ۶ ۔ ۳۵) (زمین میں کوئی سرنگ)۔ آر پار ہونے والا کوچہ یا سرنگ جس کے دونوں منہ کھلے ہوں۔

۳۴ ۔ ۲ ۔ ۴ ۔ بِالْاٰخِرَةِ۔ (ساتھ آخرت کے۔ آخرت پر)۔ (۱) آخِر (خا کے زیر کے ساتھ) مونث ہے اور اُخِرٌ سے بنا ہے۔ جو تاخر یعنی بعد اور بُعد کے معنی میں آتا ہے۔ آخرۃ کے معنی ہیں وہ شے جو بعد میں ہو یا دور اور بعید ہو۔ اسی لئے الآخر اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ سب کچھ فنا ہو جانے کے بعد سب سے آخر میں صرف اللہ تعالیٰ باقی رہے گا۔ لغوی اعتبار سے آخرۃ صفت ہے۔ مگر اس لفظ پر اسمیت غالب آگئی یعنی عالم ما بعد الموت۔ جس میں عالم برزخ بھی شامل ہے اور عالم جزا و سزا بھی۔ جس طرح ایمان باللہ عقائد کا بنیادی پتھر ہے۔ اسی طرح آخرۃ کا عقیدہ عمل کی اساس ہے۔ قیامت کو الیوم الآخر اس لئے کہتے ہیں۔ کہ دنیا کے آخر میں ہے۔ اور اس کے بعد کوئی اور یوم نہیں (۲) الدار الآخرہ۔ نشاۃ ثانیہ جس طرح کہ الدار الدنیا سے نشاۃ اولیٰ مراد ہے۔ (۳) اَلتَّاخِيْرُ یہ تقدیم کی ضد ہے یعنی پیچھے کرنا۔ چھوڑنا۔ جیسے فرمایا:۔ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح ۴۸ ۔ ۲) تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۳۵ - ۲ - ۴ - یُوْقِنُوْنَ (یقین رکھتے ہیں)۔ اَلْیَقِیْنُ کے معنی کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ اس کے پایہ ثبوت تک پہنچ جانا کے ہیں اور معرفت سے اس کا درجہ اوپر ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ علم الیقین کا محاورہ تو استعمال ہوتا ہے لیکن معرفت الیقین نہیں بولتے ۔ لغوی اعتبار سے یقین کے اصلی اور حقیقی معنی ہیں پانی کا اس قدر ساکن ہو جانا ۔ کہ اندر کی چیز صاف نظر آنے لگے ۔ عربی زبان میں یقن الماء کا محاورہ اُس وقت بولتے جب پانی ٹھہر جاتا ہے ۔ اصطلاح میں یقین اس ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کو کہتے ہیں جہاں ہر قسم کے شکوک فنا ہو جائیں اور اندر سے ایک نکھری ہوئی کیفیت نظر آنے لگے ۔ اس کیفیت کے تین درجات ہیں ۔ علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین ۔

۳۶ - ۲ - ۵ - اُولٰٓئِكَ ۔ (وہ ۔ بمعنی وہ لوگ) ۔ اسم اشارہ ہے ۔ جو ذٰلِكَ کی جمع ہے ۔ یہ لفظ کسی جماعت کی طرف اشارہ کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اس آیت کریمہ میں اس سے مومنین اور متقین کی وہ جماعت مراد ہے ۔ جس کی صفات اور حالات گذشتہ آیت میں بیان ہوچکے ہیں ۔

۳۷ - ۲ - ۵ - عَلٰی ۔ (پر ۔ اوپر) عربی گرامر میں یہ لفظ حرف جار کہلاتا ہے ۔ اور تمکن کے معنی میں آتا ہے ۔ یعنی کسی چیز پر قائم ہونا ، ٹھہرنا ۔ جیسے الرحمٰن علی العرش استوٰی ۔ یعنی رحمٰن عرش پر متمکن ہوگیا ۔

۳۸ - ۲ - ۵ - ھُدًی ۔ (ہدایت) ۔ یہاں یہ لفظ بطور حاصل مصدر استعمال ہوا ہے ۔ یعنی حق اور سیدھی راہ ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۵ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۳۹ - ۲ - ۵ - اَلْمُفْلِحُوْنَ ۔ (فلاح پانے والے ۔ کامیاب ہونے والے) اَلْفَلْحُ کے معنی پھاڑنا کے ہیں ۔ مثل مشہور ہے ۔ اَلْحَدِیْدُ بِالْحَدِیْدِ یُفْلَحُ ۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے ۔ اسی لئے فَلَّاحٌ کسان کو کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے ۔ اور فَلَاحٌ کے معنی کامیابی اور مطلب وری

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کے بھی ہیں ۔ اور یہی معنی اس آیت کریمہ میں مراد ہیں ۔ المفلح کا الف لام تخصیص کے لئے ہے ۔ اور اس کا ترجمہ ہوگا ۔ پورا کامیاب اور یہ دو قسم پر ہے ۔ دنیوی و اُخروی ۔ فلاح دنیوی ان سعادتوں کو حاصل کر لینے کا نام ہے ۔ جن سے دنیوی زندگی خوشگوار بنتی ہو اور فلاح اُخروی ان چار چیزوں کے حصول کا نام ہے ۔ (۱) بقا بلا فنا (۲) غنا بلا فقر (۳) عزت بلا ذلت اور (۴) علم بلا جہل ۔ اسی لئے کہا گیا ہے ۔ " لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ " ۔

سَحُوْرٌ یعنی طعام سحر کو بھی فَلَاحٌ کہا گیا ہے ۔ کیونکہ اس وقت حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی آواز بلند ہوتی ہے ۔ جس کے معنی ہیں اس کامیابی کی طرف آؤ جو نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر رکھی ہے ۔

۴۰ - ۲ - ۶ - اِنَّ ۔ (تحقیق ۔ بے شک ۔ یقیناً) ۔ یہ لفظ عربی زبان میں ایک "حرف" ہے جس کو معنی کے اعتبار سے فعل کے مشابہ کہا جاتا ہے ۔ اور اس کا مفہوم کلام میں تاکید و تحقیق پیدا کرنا ہے ۔ یہ حرف عام طور پر ایسے مواقع میں استعمال ہوتا ہے جہاں مخاطب کو کسی قسم کا تردد اور شبہ ہو ۔ لیکن کبھی کبھی ایسی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے جہاں متکلم یا مخاطب کے گمان کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو ۔

۴۱ - ۲ - ۶ - کَفَرُوْا ۔ (کافر ہوئے ۔ انکار کیا انہوں نے) ۔ اَلْکُفْرُ اور اَلْکُفْرَانُ دونوں مصدر ہیں ۔ جس کے معنی ہیں چھپانا اور ڈھانپنا ۔ پھر کفر اور کفران دونوں کے معنی انکار نعمت بھی آنے لگے ۔ کیونکہ نعمت کا شکر ادا نہ کرنا بھی درحقیقت نعمت کو چھپانا ہے ۔ سب سے بڑا اور اہم انکار توحید و رسالت اور بعث کا انکار ہے ۔ اسی لئے کفر ایمان اور اسلام کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے ۔ گو کفر اور کفران دونوں کے معنی انکار کے ہیں ۔ لیکن کفر کا استعمال انکار دین (شمارہ ۱۲ شق ۳) اور کفران کا استعمال اکثر وبیشتر احسان کے انکار میں ہوتا ہے ۔ کفر ایمان کی ضد ہے ۔ مزید تشریح شمارہ ۳۵ ۵ میں دیکھئے ۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۴۲ - ۲ - ۶ ۔ سَوَآءٌ (برابر ہے۔ مساوی ہے) ۔
اَلْمُسَاوَاۃُ کے معنی وزن اور پیمانہ کے لحاظ سے دو چیزوں کا ایک دوسرے کے برابر اور یکساں ہونا کے ہیں۔ مزید تشریح شمارہ ۱۷۲ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۴۳ - ۲ - ۶ ۔ ءَاَنْذَرْتَهُمْ ۔ (خواہ آپ ان کو ڈرائیں) ۔ یہاں پہلا ہمزہ اور ام لم تنذرھم کا ام یہ دونوں درحقیقت استفہام اور سوال کے لئے ہیں ۔ مگر کبھی کبھی صرف تاکید کے لئے بھی آتے ہیں ۔ اور یہاں یہی تاکید مراد ہے ۔

أ: الف با معنی کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ الف جو شروع میں آتا ہے ۔ اسے ہمزہ استفہام کہنے کے بجائے الف استخبار کہنا زیادہ صحیح ہوگا ۔ کیونکہ اس میں عمومیت ہے (۲) وہ الف جو وسط کلمہ میں آتا ہے ۔ اس کی پہلی قسم الف تثنیہ ہے اور دوسری وہ جو بعض اوزان جمع میں پائی جاتی ہے ۔ (۳) الف جو کلمہ کے آخر میں آتا ہے ۔ وہ یا تو تانیث کے لئے ہوتا ہے ۔ یا پھر تثنیہ میں ضمیر کے لئے جیساکہ اِذْهَبَا میں آخر کا الف ہے ۔ (۴) وہ الف جو آیات قرآنی کے آخر میں کہیں بڑھا دیا جاتا ہے ۔ یہ کوئی معنوی اضافہ نہیں کرتا بلکہ محض لفظی اصلاح (اور صوتی ہم آہنگی) کے لئے آتا ہے ۔

اَلنَّذْرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کرلینا کے ہیں اور اَلْاِنْذَارُ کسی خوفناک چیز سے آگاہ کرنے کے ۔ انذار (خوف۔ ڈر) منذر کا مصدر ہے ۔ اور منذر اور نذیر دونوں کے معنی ہیں ڈرانے والا ۔ یہ تبشیر کے مقابلہ میں ہے ۔ جس کے معنی ہیں ایسی خبر دینا جس میں خوشخبری اور بشارت ہو ۔

۴۴ - ۲ - ۷ ۔ خَتَمَ ۔ (مہر لگادی ۔ بند لگادیا) ۔
اَلْخَتْمُ (وَالطَّبْعُ) کے الفاظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں ۔ کبھی خَتَمْتُ (اور طَبَعْتُ) کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانا کے ہیں

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اور کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے ۔ اسی لئے خاتم مہر کو بھی کہتے ہیں ۔ مہر لگانے کا مقصد عام طور پر چونکہ یہ ہوتا ہے کہ اندر کا حصہ محفوظ اور مستور ہو جائے اور باہر کی کوئی چیز اندر نہ جانے پائے اس لئے چھپانے اور بند کرنے کے معنی بھی آنے لگے ۔ مہر لگانا چونکہ آخری امر ہوتا ہے اس لئے ختم کے معنی انتہا اور انقطاع کے بھی آنے لگے ۔ اسی معنی اور مفہوم کے اعتبار سے حضور اکرم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب ۔ ۳۳ ۔ ۴۰) (لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں) ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی بعثت سے سلسلہ نبوت کو مکمل کردیا یعنی سلسلہ انبیاء کے وہ آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔ اس کی تائید حدیث نبویؐ سے بھی ملتی ہے ۔ " انا انا خاتم النبیین لانبی بعدی " (بلاشبہ میں سب نبیوں کے ختم پر ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں) ۔ (یہاں دلوں پر مہر لگا دینے میں عادت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے ۔ کہ جب انسان اعتقاد باطل یا محرمات کے ارتکاب میں حد کو پہنچ جاتا ہے اور کسی طرح حق کی طرف التفات نہیں کرتا تو اس کی ہیئت نفسانی کچھ ایسی بن جاتی ہے گویا اس طرح اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے) ۔

۴۵ - ۲ - ۷ ۔ قُلُوْبِهِمْ ۔ (ان کے دلوں) ۔ قَلْبُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز کو پھیرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں ۔ (قلوب کا لفظ قلب کی جمع اور لغوی اعتبار سے مصدر ہے) ۔ پھر جسم کے اس عضو کا نام قلب رکھا گیا جو روح انسانی اور حیات کا منبع اور محل ہے ۔ شرعی اصطلاح میں بدن انسانی میں جذبات اور احساسات کی اس مرکزی قوت اور منبع شعور کو قلب کہتے ہیں جو ہماری انسانیت کی اساس ہے ۔ اور اسی کی بنا پر انسان احکام شرعی کے مکلف اور مخاطب قرار دیئے گئے ہیں ۔ یہی شعوری اور مرکزی قوت انوار الٰہیہ کے نزول اور پیغمبروں پر وحی خداوندی کے اترنے کی مقدس جگہ ہے ۔ (المنان)

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کے دل کو بھی قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے) - قرآن کریم میں قلب سے مراد علم و فہم - اور مجازاً عقل اور روح بھی لی گئی ہے۔

۴۶ - ۲ - ۷ - سَمْعِهِمْ - (ان کے کانوں) - اَلسَّمْعُ - قوت سامعہ - کان میں ایک حاسہ کا نام ہے جس کے ذریعہ آوازوں کا ادراک ہوتا ہے - اور اس کے معنی سننا (مصدر) بھی آتے ہیں اور کبھی اس سے خود کان مراد لیا جاتا ہے - جیسا کہ اس آیت میں ہے - سَمْعٌ کے معنی فہم و تدبر اور کبھی طاعت کے بھی آتے ہیں۔

۴۷ - ۲ - ۷ - اَبْصَارِهِمْ - (ان کی آنکھوں) - اَلْبَصَرُ کے معنی آنکھ کے ہیں - نیز قوت بینائی اور آنکھ کی روشنی کا نام بھی بصر ہوگیا - جس طرح دل کی روشنی کا نام بصیرت ہے - بصر کی جمع ابصار اور بصیرت کی جمع بصائر - پھر بینائی اور روشنی کی جگہ (آنکھ) کو بصر کہنے لگے۔

۴۸ - ۲ - ۷ - غِشَاوَةٌ - (پردہ) یہ لفظ غشی سے بنا ہے جس کے معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں - جس سے کوئی چیز ڈھانپی جائے (جیسے سرپوش اور ڈھکن) اس کو غشاوۃ کہتے ہیں - اسی مناسبت سے غشاوۃ کے معنی پردہ کے آنے لگے - پس ختم اور غشاوۃ سے اس آیت میں یہ مراد ہے - کہ قبول حق (اور ہدایت) کی تمام راہیں مسدود ہوگئیں۔

۴۹ - ۲ - ۷ - عَذَابٌ - (سزا - دکھ) - یہ لفظ عذب یا تعذیب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں شیرینی اور مٹھاس کو سلب کر لینا - پس عذاب بھی لذت حیات کو سلب کر لیتا ہے بلکہ تلخ بنا دیتا ہے - اسی لئے سزا کو عذاب کہتے ہیں۔

۵۰ - ۲ - ۷ - عَظِيْمٌ - (بڑا) اَلْعَظْمُ کے معنی ہڈی کے ہیں - عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (المومنون - ۲۳ - ۱۴) - (ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا) عَظُمَ الشَّيْءُ کے اصل معنی کسی چیز کی ہڈی کے بڑا ہونے کے ہیں۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

پھر یہ لفظ مجازاً ہر چیز کے بڑا ہونے پر بولا جانے لگا - خواہ اس کا تعلق حس سے ہو یا عقل سے اور عام اس سے کہ وہ مادی چیز ہو یا معنوی - اسی سے لفظ عظمت ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں - یہ لفظ حقیر کی ضد ہے - جس طرح کبیر صغیر کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے - لغوی اعتبار سے عظیم کبیر سے افضل ہے اور حقیر صغیر سے کمتر - عام محاورات میں عظیم اور کبیر مترادف ہیں - یہی وجہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں صفاتی نام ہیں - اس آیت میں عذاب عظیم سے آخرت کا وہ سنگین اور ہولناک عذاب مراد ہے - جس کا دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں۔

۵۱ - ۲ - ۸ - مِنَ - (بعض) - یہ عربی زبان کا ایک حرف جار ہے جو مختلف معنی اور مفہوم کے لئے آتا ہے - یہاں کل میں سے بعض اور مجموعہ میں سے ایک حصہ کا مفہوم ادا کرنے کے لئے ہے - اسی لئے اردو میں اس کا ترجمہ لفظ بعض یا کچھ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۵۲ - ۲ - ۸ - النَّاسِ - (لوگوں) - اَلْاِنْسُ یہ جن کی ضد ہے - اور اُنْسٌ نُفُوْرٌ (نفرت) کی ضد ہے اَلْاِنْسَانُ - (انسان) - اس لفظ کے بارے میں مختلف خیال ہیں - (۱) اسم جنس ہے بمعنی انسان جس کے لئے لفظی ماخذ کا سوال پیدا نہیں ہوتا - (۲) اسم جمع یا غیر لفظی جمع ہے اس کی اصل اناس ہے اور عربی بول چال میں ناس ہے اور یہ انسان کی جمع ہے - (۳) انسان کی اصل اُنس ہے جس کے معنی مانوس اور مائل ہونا کے ہیں - انسان چونکہ اپنی جنس کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے - اس لئے اس کا نام انسان رکھا گیا - علاوہ ازیں اپنے محسن و مربی کو پہچاننے اور اللہ کی طرف مائل ہونے کی فطری خاصیت بھی انسان کے اندر موجود ہے - یعنی انسان کا نام اس لئے انسان رکھا گیا کہ اس کی فطرت میں اُنس اور احسان شناسی ہے (۴) انسان کی اصل نسیان ہے - جس کے معنی بھلا دینے کے ہیں - آدم کی اولاد نے اللہ سے باندھے ہوئے عہد الست کو بھلا دیا - اس لئے اس کا

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

نام انسان رکھا گیا۔ نیز نسیان کا لفظ قرآن پاک میں بے توجہی۔ غافل رہنے یا غافل ہو جانا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ (الکہف ۱۸ - ۶۳) - (اور مجھ کو شیطان ہی نے غافل کردیا)۔

۵۳ - ۲ - ۸ - بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - (ساتھ دن آخرت کے) - اس لفظ سے مراد جزا و سزا کا دن بلکہ عالم مابعدالموت ہے جس میں عالمِ برزخ بھی شامل ہے - اور عالمِ جزا و سزا بھی - اجزاءِ ایمان میں اللہ اور یوم آخرت کا ذکر اہمیت کی بنا پر کیا گیا ہے - کیونکہ ایمان باللہ عقائد کا بنیادی پتھر ہے اور آخرت کا عقیدہ عمل کی اساس ہے - قیامت کو الیوم الآخر اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے آخر میں ہے - اور اس کے بعد کوئی اور یوم نہیں - (ان الفاظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۲ - شق ۲ اور شمارہ ۴۴ میں عرض کی جا چکی ہے)۔

۵۴ - ۲ - ۹ - يُخٰدِعُوْنَ - (فریب دیتے ہیں - چالبازی کرتے ہیں) - اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو - بعض اہل لغت نے لکھا ہے - کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور اصل میں يُخٰدِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مراد ہے۔

خدع کے لغوی معنی اخفاء اور ابہام کے بھی آتے ہیں - یعنی چھپانا اور چکمہ دینا - اسی لئے مخدع مکان کے اس مخفی حصّہ کو کہتے ہیں جو ظاہر میں محسوس نہ ہو اور عام طور پر اس کو محفوظ جگہ سمجھ کر قیمتی اشیاء کو رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے - عرف میں خداع کا مفہوم یہ ہے - کہ دل میں برے مقصد کو چھپا کر اچھی بات کا اظہار کرنا - جس کو اردو میں دھوکے، فریب، چالبازی اور مکاری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵۵ - ۲ - ۹ - مَا يَشْعُرُوْنَ - (نہیں سمجھتے) - اَلشَّعْرُ - بال - اس کی جمع اَشْعَارٌ آتی ہے - وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا - (النحل ۱۶ - ۸۰) - (اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان) - شَعَرْتُ کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینا کے ہیں - اور شاعر کو

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

بھی اس کی فطانت اور لطافتِ نظر کی وجہ ہی سے شاعر کہا جاتا ہے۔ اَلْمَشَاعِرُ حواس کو کہتے ہیں اور اسی سے شعور ہے - جو اس علم کو کہا جاتا ہے جو ظاہری حواس کے ذریعے حاصل ہو - اور یہ علم جانوروں کو بھی حاصل ہے - یہاں مراد یہ ہے - کہ یہ لوگ شعور نہیں رکھتے - اور بے حسی کے عالم میں ہیں۔

۵۶ - ۲ - ۱۰ - مَرَضٌ - (بیماری) - اَلْمَرَضُ کے معنی ہیں انسان کے مزاج خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا - اور یہ دو قسم پر ہے - (۱) مرض جسمانی - فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا (البقرۃ - ۲ - ۱۸۴) - (پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو) (۲) مرض کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی بولا جاتا ہے - اور اس سے کفر و شرک، جہالت، بزدلی، بخل، نفاق، حسد وغیرہ جیسے اخلاق رذیلہ مراد ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت کریمہ کے مفہوم سے ظاہر ہے۔

اخلاق رذیلہ کو مجازاً بطور تشبیہ مرض کہا جاتا ہے - اور یہ بھی دو طرح سے ہو سکتا ہے - (۱) یا تو اس لئے کہ اس قسم کے اخلاق کسب فضائل سے مانع بن جاتے ہیں (جیسا کہ بیماری جسم کو کامل تصرف سے روک دیتی ہے) اور اخروی زندگی سے محرومی کا سبب بنتے ہیں - (۲) اور یا رذائل کو اس لئے مرض کہا جاتا ہے - کہ وہ انسانی طبیعت کو ردی اخلاق کی طرف مائل کر دیتے ہیں جیسا کہ بیماری جسم کو مضر اشیاء کے کھانے پر اکساتی ہے۔

۵۷ - ۲ - ۱۰ - فَزَادَهُمُ اللّٰهُ - (سو اور بھی بڑھا دیا اللہ نے) اَلزِّيَادَةُ اس اضافہ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد بڑھایا جائے - یہ لفظ یہاں مذموم زیادتی کے لئے استعمال کیا گیا ہے - مرض کے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کی سرشت کچھ ایسی ہے کہ جب وہ کوئی برا (یا اچھا) فعل سرانجام دیتا ہے تو جوں جوں اس فعل کو کرتا رہتا ہے توں توں اس فعل کا ملکہ اس میں قوی ہوتا جاتا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ محمود زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ - (یونس - ۱۰ - ۲۶)

(جو نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے (یعنی جنت) اور اس سے بڑھ کر بھی)۔ اس آیت میں زیادتی سے نظر الی وجہ اللہ (خدا کا دیدار) مراد ہے۔ اور اس سے ان انعامات اور احوال کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے جن کا اس زندگی میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ (قالہ ابن کثیر)

۵۸- ۲- ۱۰ - یَکْذِبُوْنَ۔ (جھوٹ بولتے ہیں) اَلْکِذْبُ (جھوٹ) اَلصِّدْقُ کی ضد ہے۔ یہ الفاظ قول وفعل دونوں کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ قول کے اعتبار سے تو مفہوم اسی آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔ یعنی ان کے کاذب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں گو واقعتاً صحیح ہے مگر ان کے ضمیر اس کے خلاف ہیں۔ اور آیت کریمہ۔ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا کَاذِبَةٌ ۔ (الواقعۃ - ۵۶ - ۲)۔ (اس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں ہے)۔ میں نفس فعل یعنی وقوع کی طرف کذب کی نسبت کی گئی ہے۔

۵۹- ۲- ۱۱ - اِذَا اور اِذْ (جب)۔ یہ دونوں لفظ زمانے اور وقت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اسی لئے ان کو حرف زمان کہا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ اِذَا مستقبل کا وقت بتاتا ہے۔ اور اِذْ زمانہ ماضی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اِذَا اگر فعل ماضی پر داخل ہو جائے تو فعل ماضی میں بھی مستقبل کے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ عام طور پر یہ دونوں لفظ حرف شرط کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی شرطیہ وجزائیہ۔ اور بعض اوقات صرف وقت اور زمانہ کے مفہوم کے لئے آتے ہیں۔ دونوں لفظوں کا ترجمہ ہوگا - جب اور جس وقت -

۶۰- ۲- ۱۱ - لَاتُفْسِدُوْا۔ (مت فساد کرو) فعل نہی حاضر جمع کا صیغہ ہے۔ اَلْفَسَادُ کے معنی کسی چیز کے حد اعتدال سے تجاوز کر جانا کے ہیں عام اس سے کہ وہ تجاوز کم ہو یا زیادہ۔ یہ لفظ صلاح کی ضد ہے۔ اور نفس، بدن اور ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو حالت استقامت سے نکل چکی ہو۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (البقرۃ ۲ - ۲۲۰)۔ (اور اللہ خوب

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون)۔ یہاں فساد سے مراد کفر و شرک معصیت اور اللہ کی نافرمانی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے۔ کہ یہاں فساد سے مراد لگائی بجھائی اور منافقین کی دو رخی روش ہے جس سے جھگڑے اور قتل و غارت گری کی نوبت بھی آجاتی ہے۔

۶۱- ۲- ۱۱ - اَلْاَرْضِ۔ (زمین) سَمَآءٌ (آسمان) کے بالمقابل ایک جرم کا نام ہے۔ اس کے لغوی معنی حرکت اور چکر کھانے کے ہیں۔ زمین چونکہ چکر کھاتی ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام یہ رکھا گیا۔ کبھی اَرْض کا لفظ بول کر کسی چیز کے نیچے کا حصہ مراد لیتے ہیں جس طرح سماء کا لفظ اعلیٰ حصہ پر بولا جاتا ہے۔

۶۲- ۲- ۱۲ - اَلَآ - (خبردار۔ غور سے سن لو، یاد رکھو)۔ یہ حرف استفتاح کہلاتا ہے۔ (یعنی کلام کے ابتداء میں تنبیہ کے لئے آتا ہے) جو مخاطب کو آئندہ کلام کی طرف خصوصیت سے متوجہ کرتا ہے۔

۶۳- ۲- ۱۲ - لَایَشْعُرُوْنَ۔ (نہیں سمجھتے۔ شعور نہیں رکھتے)۔ شمارہ ۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

۶۴- ۲- ۱۳ - اٰمِنُوْا۔ (ایمان لاؤ)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۷ میں کی جا چکی ہے۔

۶۵- ۲- ۱۳ - اَلنَّاسُ۔ (لوگ) شمارہ ۵۲ مطالعہ فرمائیں۔

۶۶- ۲- ۱۳ - اَنُؤْمِنُ۔ (کیا ہم ایمان لائیں)۔ یہاں الف جس کو عربی میں ہمزہ کہتے ہیں انکاری استفہام کے لئے ہے۔ جیسے کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ یعنی ہرگز نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی انکار مقصود ہے۔ یہ الف (استخبار۔ شمارہ ۴۴ شق ۱)۔ کلام مثبت پر داخل ہو تو اسے نفی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی الف جب کلام منفی پر داخل ہو تو اسے مثبت بنا دیتا ہے - کیونکہ کلام منفی پر داخل ہونے سے نفی کی نفی ہوتی ہے اور اس طرح اثبات پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

(الاعراف ۷۔ ۱۷۲) (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) (یعنی ضرور ہوں)۔
ایمان کی مفصل تشریح شمارہ ۲۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۶۷۔ ۲ ۔ ۱۳ ۔ اَلسُّفَهَاءُ ۔ (بے وقوف)۔ اَلسَّفَهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں پھر یہ لفظ نقصانِ عقل کے سبب خفتِ نفس کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ سَفَهٌ کا استعمال امور دنیوی اور اخروی دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔ عرف میں اس کے معنی ہوئے۔ کم عقل۔ ضعیف الرائے جو اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھ سکے۔ ثَوْبٌ سَفِيهٌ۔ ردی کپڑے۔

۶۸۔ ۲ ۔ ۱۴ ۔ لَقُوْا ۔ (ملتے ہیں)۔ لَقِيَهٗ ۔ يَلْقَاهُ ، لِقَاءٌ کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پا لینے کے ہیں اور ان دونوں معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے۔ اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینا کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے۔ عرف میں روبرو اور آمنے سامنے ملنا اور کسی چیز کو پھینک دینا کو بھی کہتے ہیں۔

۶۹۔ ۲ ۔ ۱۴ ۔ خَلَوْا ۔ (اکیلے ہوتے ہیں۔ خلوت میں جاتے ہیں)۔ اَلْخَلَاءُ ۔ خالی جگہ جہاں عمارت و مکان وغیرہ نہ ہو۔ اَلْخُلُوُّ کا لفظ زمان اور مکان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ خلو اور خلاء کے معنی ہوئے خالی ہونا۔ لیکن جب اس لفظ کو مکان کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں وہ جگہ جہاں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور جب اس کو زمانہ کے ساتھ یا زمانہ کے معنی میں استعمال کیا جائے تو اس کے معنی گذر جانے اور چلے جانے کے ہوتے ہیں۔ اس کے معنی الگ ہونا اور تنہائی کے بھی آتے ہیں۔ خَلَا الْاِنْسَانُ ۔ تنہا ہونا۔ کسی کے ساتھ تنہا ہونا۔ خَلَا اِلَيْهِ ۔ کسی کے پاس خلوت میں پہنچنا۔

۷۰ ۔ ۲ ۔ ۱۴ ۔ شَيٰطِيْنِهِمْ ۔ (اپنے سرداروں)۔ یہ لفظ شیطان کی جمع ہے۔ اَلشَّيْطَانُ ۔ یہ شَطَنَ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دور ہونا کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ لفظ شَيْطَانٌ میں نون زائدہ ہے۔ اور یہ شَاطَ يَشِيْطُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی غصہ سے سوختہ ہو جانا کے ہیں اور شیطان کو بھی شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے۔ پس شیطان کے معنی ہوئے۔ خدا سے دور، جلنے والا ، ہلاک ہونے والا، جھگڑالو، سرکش۔ شیطان میں قوت غضبیہ اور حمیت مذمومہ افراط کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر اس نے حضرت آدم علیہ السّلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

یہاں شیاطین سے مراد منافقین کے وہ پیشوا اور سردار ہیں جو اللہ کے دین میں فتنہ فساد کے بانی مبانی اور سرغنے ہوئے تھے۔ اس ضمن میں شمارہ ۱۹۵ بھی مطالعہ فرمائیں۔

۷۱۔ ۲ ۔ ۱۴ ۔ اِنَّا مَعَكُمْ ۔ (تحقیق ہم تمہارے ساتھ ہیں)۔ لفظ اِنَّ کی تشریح شمارہ ۴۰ میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ معیت اور موافقت باعتبار عقیدہ کے ہے۔ گویا اعتقاد میں ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں۔

۷۲۔ ۲ ۔ ۱۴ ۔ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔ (مذاق کرتے ہیں) اَلْهُزْءُ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح کی گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے۔ اس کے معنی خفّت اور ہلکا پن، بے وقاری، ذلت، تحقیر و تذلیل کے بھی آتے ہیں۔ کسی امر میں اس طرح موافقت کا اظہار کرنا کہ دل میں اس کی تردید اور انکار مقصود ہو استہزا اور تمسخر کہلاتا ہے۔

۷۳۔ ۲ ۔ ۱۵ ۔ يَسْتَهْزِئُ ۔ (مذاق کرتا ہے)۔ اس کی تشریح پچھلے شمارہ میں دیکھیں۔ یہاں استہزا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ جو حقیقی معنی کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ لہو ولعب کا استعمال باری تعالیٰ کے حق میں جائز نہیں۔ یہاں صرف مقابلہ کے لئے پاداش اور استہزار کی جزا کو بھی استہزار کہہ دیا گیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے صدور استہزار ممکن نہیں۔

۷۴۔ ۲ ۔ ۱۵ ۔ يَمُدُّهُمْ ۔ (ان کو ڈھیل دیتا ہے)۔ اَلْمَدُّ ۔ کے اصل معنی (لمبائی میں) کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں۔ یہاں مہلت دینا اور فوراً گرفت نہ کرنا مراد ہے۔ قرآن پاک میں اَمَدَّ عموماً اچھی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۔ (الطور ۵۲ ۔ ۲۲)۔ (اور جس طرح کے میوے اور گوشت ان کا جی چاہے گا ہم ان کو عطا کریں گے)۔ اور مَدٌّ

شمارہ۔ سورۃ۔آیت۔لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

بُری چیز کے لئے۔ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا (مریم ۱۹- ۷۹) ۔ (اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جاتے ہیں)۔

۷۵ - ۲ - ۱۵ - طُغْيَانِهِمْ ۔ (ان کی سرکشی) طَغَوْتُ وَطَغَيْتُ طَغْوَانًا وَطُغْيَانًا کے معنی سرکشی کرنا کے ہیں ۔ یعنی نافرمانی میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانا۔ پانی کے حد سے زیادہ تجاوز کر جانا کو مجازاً طغیان سے تعبیر فرمایا گیا ۔ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ (الحاقۃ ۶۹ - ۱۱)۔ (تحقیق جس وقت پانی کی طغیانی ہوئی) اور طوفان اور کڑک کے معنی بھی لئے گئے ۔ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ (الحاقۃ ۶۹- ۵) ۔ (پس ہلاک کئے گئے زور کی آواز سے یعنی طوفان اور کڑک سے)۔ اسی سے اَلطَّاغُوْتُ ہے جس سے ہر وہ شخص مراد ہے۔ جو حدود شکن ہو۔ اور ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کی جائے طاغوت کہلاتی ہے ۔ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا (الزمر ۳۹ - ۱۷)۔ (اور جو لوگ بتوں ' غیر اللہ' کی عبادت سے بچتے رہے)۔

۷۶ - ۲ - ۱۵ - يَعْمَهُوْنَ ۔(بہک رہے ہیں)۔ اَلْعَمَهُ کے معنی حیرانگی کی وجہ سے کسی کام میں تردد سے کام لینا کے ہیں ۔ یعنی دل کا نابینا اور اندھا ہونا جس طرح اَلْعَمٰى آنکھوں کی بصارت اور بصیرت دونوں قسم کے اندھے پن کے لئے بولا جاتا ہے ۔ اصطلاح میں یہ لفظ تین معانی میں مستعمل ہے (۱) متحیر و حیران ہونا۔ (۲) رشد و ہدایت سے اندھا ہونا (۳) سر نیچے کر لینا اور جو آگے سے آرہا ہو اسے نہ دیکھنا۔

۷۷ - ۲ - ۱۶ - أُولٰٓئِكَ ۔ (وہ)۔ بمعنی وہ لوگ ۔ اسم اشارہ ہے ۔ جو ذٰلک کی جمع ہے ۔ یہ لفظ کسی جماعت کی طرف اشارہ کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اس جگہ اس سے کفار و منافقین کی وہ جماعت مراد ہے جس کے حالات گذشتہ آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

۷۸ - ۲ - ۱۶ - اشْتَرَوُا ۔ (خریدا ۔ مول لیا) ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

شِرَاءٌ اور بَيْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں ۔ کیونکہ مُشْتَرِیْ کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے ۔ جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو ۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں ۔ اسی لئے علماء لغت نے اس لفظ کو متضاد المعانی الفاظ میں شمار کیا ہے ۔ پھر شِرَاءٌ اور اِشْتِرَاءٌ کا لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے ۔ جس کے عوض میں دوسری چیز لی جائے ۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں مراد ہے ۔

۷۹ - ۲ - ۱۶ - الضَّلٰلَةَ ۔ (گمراہی) ۔ اَلضَّلَالُ کی تشریح شمارہ ۲۰ میں عرض کی جا چکی ہے ۔ اس لفظ کے معنی حیران ہونا کے بھی آتے ہیں ۔ اسی مناسبت سے نسیان اور بھول چوک کو بھی ضلالت کہتے ہیں ۔ یہاں ضلالت ضد ہے ہدایت کی ۔ اور ہدایت سے اسلام کی وہ فطری صلاحیت مراد ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے ہر بچہ کو پیدائشی طور پر عطا فرمائی ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ضلالت سے مراد کفر اور ہدٰی سے مراد اسلام ہو۔

۸۰ - ۲ - ۱۶ - فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ ۔ (پس ان کو تجارت فائدہ مند نہ ہوئی) (۱) یہاں " فا " نتیجہ کی ہے ۔ یعنی اس کے ذریعہ سے انجام بتلایا جا رہا ہے ۔ (۲) " ما " نافیہ ہے ۔ (۳) اَلرِّبْحُ ۔ وہ فائدہ جو خرید و فروخت سے حاصل ہو۔ مجازاً ثمرہ اعمال کو بھی رِبْحٌ کہا جاتا ہے ۔ وہ اضافہ جو تجارت کے اصل سرمایہ پر ہو ۔ یہ لفظ خسارہ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے ۔ (۴) تَجَرَ ۔ تَجْرًا وَتِجَارَةً کے معنی نفع کمانے کے لئے راس المال کو کاروبار میں لگانے کے ہیں ۔ کسی کام میں راس المال اس امید پر لگانا کہ اصل سرمایہ میں اضافہ ہو ۔ خواہ دنیا کا نفع ہو یا آخرت کا ۔

۸۱ - ۲ - ۱۶ - وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۔ (اور

نہ تھے - وہ - راہ ہدایت پر چلنے والے)۔ اَلْھِدَایَۃُ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۵ میں عرض کی جاچکی ہے - اس آیت کریمہ میں اس لفظ کے مفہوم کے دو احتمال ہیں - (۱) آئندہ ہدایت اور قبول اسلام کی توقع نہ رہی کیونکہ اصل صلاحیت ہی ختم کردی - (۲) انہیں تجارت کا ڈھنگ بھی نہ آیا - اور اتنی بات نہ سمجھی کہ عمدہ چیز دے کر ردی اور کھوٹی حاصل کی -

۸۲ - ۲ - ۱۷ - مَثَلُھُمْ - (ان کی مثال) مَثَلَ الشَّيْءُ مُثُوْلًا کے معنی کسی چیز کا بت کی طرح سیدھا کھڑا رہنا یا دوسری چیز کی شکل وصورت اختیار کرلینا کے ہیں - تشبیہ وتمثیل - علم معانی اور بیان کی رو سے تمثیل اور تشبیہ کی غرض وغایت ابہام وخفار کے پردوں کو ہٹا کر حقائق ومعانی کے چہروں کو بے نقاب کرنا ہوتا ہے - خیالی ذہنی شیئ کو تصدیق ویقین کی منزل میں پہنچانا - نظروں سے غائب اور نگاہوں سے اوجھل چیز کو مشاہد بنانا - اور معقولات کو محسوسات کی حیثیت دینا تشبیہ وتمثیل ہی کے مختلف اثرات اور نتائج ہیں - اسی لفظ مَثَلٌ کے مترادف مِثْلٌ بھی ہے - دونوں کے معنی ایک ہیں - شبیہ اور نظیر - پھر عرف میں کلام کے ان جملوں اور ٹکڑوں کو بھی مَثَل کہا جانے لگا - جو کہاوت اور محاورہ کے طور پر کسی تمثیل، کسی حکمت، کسی عجیب وغریب قصے یا نادر عبارت کی وجہ سے زبان زد اور مشہور ہوجائیں - تمثیل وتشبیہ اور ضرب الامثال علوم انبیاء کا خاص اور اہم حصہ ہیں - وہ دقیق اور مشکل مضامین جن کو سمجھانے کے لئے بڑے بڑے طویل مقالے بھی ناکافی تھے - ایک مختصر سی مثال میں آسانی سے سمجھا دیتے تھے -

اس آیت کریمہ میں ایک ایسے شخص کی مثال دی گئی ہے - جسے اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ ہدایت اور اس کے لئے سازگار ماحول عطا کیا ہو - لیکن اس نے ان صلاحیتوں کو ضائع کردیا ہو اور ابدی انعامات کے حاصل کرنے کے لئے انہیں ذریعہ نہ بنایا ہو - (مزید تشریح شمارہ ۱۴۸ اور ۵۲۲ میں دیکھیں) -

۸۳ - ۲ - ۱۷ - اِسْتَوْقَدَ - (جلادے) - وَقَدَتِ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

النَّارُ - وَقُوْدًا - وَوَقَدًا - آگ روشن کرنا - اَلْوَقُوْدُ - ایندھن کی لکڑیاں جن سے آگ جلائی جائے اور آگ کے شعلہ کو بھی وَقُوْدٌ کہتے ہیں - استعارۃً یہ لفظ لڑائی بھڑکنے کے معنی میں آیا ہے - كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (المآئدۃ ۵ - ۶۴) - (جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس کو فرد کردیتے ہیں) -

۸۴ - ۲ - ۱۷ - نَارًا - (آگ) - لغوی اعتبار سے اس کا ماخذ اَلنَّوْرُ ہے - وہ پھیلنے والی روشنی جو اشیاء کے دیکھنے میں مدد دیتی ہے - اس کے معنی حرکت اور اضطراب کے بھی ہیں - نار عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر کا نام ہے - اور وہ ایک لطیف جوہر ہے - جو روشنی دینے والا بھی ہے اور حرارۃ کی وجہ سے جلانے والا بھی - اس میں نور بھی ہے اور احتراق بھی - یہاں نار سے مراد نار حرب ہے -

۸۵ - ۲ - ۱۷ - فَلَمَّآ - (پس جب) : اس لفظ کی فا یہ بتانے کے لئے ہے کہ بعد میں کیا ہوا - اسی لئے اس کا ترجمہ ہوتا ہے - پھر یا بعد ازاں - لَمَّا - اِذَا (شمارہ ۵۹) کے معنی میں ظرف زمان ہے - یعنی وقت کے معنی میں آتا ہے اور اس کا ترجمہ ہے - جب یا جس وقت -

۸۶ - ۲ - ۱۷ - اَضَآءَتْ (روشن کردیا) - اَلضَّوْءُ - نور اور روشنی، تیز روشنی - قرآن کریم میں سماوی کتابوں کو، جو انسان کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہیں، ضِیَاءٌ سے تعبیر فرمایا گیا ہے - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ (الانبیآء ۲۱ - ۴۸) - (اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ایک فیصلہ اور روشنی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز - توریت - عطا فرمائی تھی) -

۸۷ - ۲ - ۱۷ - مَاحَوْلَهٗ - (جو کچھ اس کے گرد تھا) - اَلْحَوْلُ - دراصل اس کے معنی کسی چیز کا متغیر اور دوسری چیزوں سے الگ ہونا کے ہیں - یہاں یہ لفظ دو اجزاء کا مجموعہ ہے - ایک ما موصولہ جس کا ترجمہ ہے - وہ چیز جو - دوسرا حول : یہ ظرف مکان ہے -

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

جس کے لئے ظرفیت اور اضافت دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ اہل لغت کے مختلف اقوال (۱) ح و ل کے اصل معنی دوران اور احاطہ کے ہیں۔ (۲) تغیر و تبدل (۳) حول سال کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بھی گردشِ آفتاب سے ہے۔ گویا پورا سال ایک زمانی دائرہ کا نام ہے۔ إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ۔ (البقرۃ ۲۔ ۲۴۰) (ایک برس تک نہ نکالنا)۔ (۴) حَوْلٌ کے معنی اس قوۃ وطاقت کے بھی ہیں جس میں کوئی تبدیلی اور تغیر ہوسکے۔ چنانچہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ میں حول کے یہی معنی ہیں۔ (۵) اسی سے حوالہ بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی شے کو دوسرے کی طرف منتقل کرنا۔ بہرحال یہاں احول ظرفِ مکان ہے اور ما حول سے مراد اطراف و جوانب کی چیزیں ہیں۔

۸۸۔ ۲۔ ۱۷۔ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو سلب کرلیا)۔ (۱) (الف) اَلذَّهَبُ کے اصل معنی سونا کے ہیں۔ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ (التوبہ ۹۔ ۳۴) (اور غایت حرص سے جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکر رکھتے ہیں) (ب) اَلذَّهَابُ (وَالذُّهُوبُ) کے معنی چلا جانا کے ہیں۔ (ج) یہ لفظ مجازاً کسی چیز کے اثر زائل ہونا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (۲) بنورھم کی باتعدیہ ہے جس کی وجہ سے ذَهَبَ کے معنی لے جانا اور سلب کرنا کے ہیں۔ نور (شمارہ ۸۴) کی جمع انوار ہے اور نار کی جمع نیران۔ نور دنیوی دو قسم پر ہے۔ (الف) معقول۔ جس کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے یعنی امور الٰہیہ کی روشنی جیسے عقل یا قرآن کی روشنی۔ (ب) محسوس۔ جس کا تعلق بصر سے ہے جیسے چاند، سورج، ستارے اور دیگر اجسام نیرہ۔

۸۹۔ ۲۔ ۱۷۔ تَرَكَهُمْ۔ (ان کو چھوڑ دیا)۔ (۱) تَرْكُ الشَّيْءِ کے معنی ہاتھ سے کسی چیز کو چھوڑ دینا کے ہیں۔ خواہ وہ چھوڑنا ارادہ اور اختیار سے ہو اور خواہ مجبوراً۔ جیسے ہاتھ سے عصا چھوڑ دینا۔ یہ لفظ عام طور پر محسوسات میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن غیر محسوس کے لئے بھی آتا ہے۔ (۲) جب کوئی شخص اپنی موت کے بعد کچھ مال چھوڑ جاتا ہے۔ تو اس کو تَرِكَةٌ کہا جاتا ہے۔

۹۰۔ ۲۔ ۱۷۔ ظُلُمٰتٍ۔ (اندھیروں کے)۔ اَلظُّلْمَةُ

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

کے معنی ہیں روشنی کا معدوم ہونا۔ اس کی جمع ظُلُمَاتٌ ہے۔ کبھی اس لفظ سے جہالت، شرک اور فسق و فجور کے معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ جس طرح کہ نور کا لفظ ان کے اضداد یعنی علم و ایمان اور عمل صالح پر بولا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ظلام کے اصل معنی نقص اور کمی کے ہیں۔ پس کسی شے میں نور کا نہ ہونا سب سے بڑا نقص و کمی ہے۔ بعض حکماء کا قول ہے کہ ظلم تین قسم کے ہیں (۱) وہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو جسے کفر و شرک اور نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (۲) جو انسان اور انسان کے مابین ہو۔ اور (۳) وہ ظلم جو ایک انسان خود اپنے نفس پر کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ (فاطر ۳۵۔ ۳۲)۔ (پس ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں)۔ ظَلَمْتُ نَفْسِي (القصص ۲۸۔ ۱۶) (میں نے اپنی جان پر ظلم کیا)۔ (مزید تشریح شمارہ ۲۰۰ اور ۵۵۸ میں دیکھیں)

۹۱۔ ۲۔ ۱۷۔ لَا يُبْصِرُونَ۔ (نہیں دیکھتے)۔ اَلْبَصَرُ کے معنی شمارہ ۴۷ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے اور وہ کچھ بھی دیکھتے بھالتے نہیں۔ یہ جملہ ظلمات کی کیفیت اور شدت بیان کرنے کے لئے ہے۔

۹۲۔ ۲۔ ۱۸۔ صُمٌّ۔ (بہرے)۔ اَلصَّمَمُ کے معنی حاسۂ سماعت ضائع ہوجانا کے ہیں۔ مجازاً اس کے ساتھ ہر وہ شخص متصف ہوتا ہے جو نہ تو حق تعالیٰ کی آواز سنے اور نہ ہی اسے قبول کرے۔ بلکہ اپنی مرضی کرتا چلا جائے۔ صمیم کان کی وہ بیماری ہے جس کی وجہ سے قوتِ سماعت بیکار ہوجاتی ہے۔ بہرا پن۔

۹۳۔ ۲۔ ۱۸۔ بُكْمٌ۔ (گونگے)۔ اَلْاَبْكَمُ۔ پیدائشی گونگا اور اخرس عام گونگے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اَبْكَمُ عام اور اخرس خاص ہے۔ اَبْكَمُ کی جمع بُكْمٌ آتی ہے اور یہ لفظ زبان کی اس بیماری اور عیب کو بھی کہتے جس کی وجہ سے انسان بولنے پر قادر نہیں ہوتا۔

۹۴۔ ۲۔ ۱۸۔ عُمْيٌ۔ (اندھے)۔ اَلْعَمٰى۔ یہ بصارت

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنیٰ) - تشریح

اور بصیرت دونوں قسم کے اندھے پن کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں بصیرت کا اندھا ہونا مراد ہے۔ جو مذمت کے معنی میں آتا ہے۔ اور أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى (عبس ۸۰-۲)۔ (اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا) اس میں اَلْاَعْمٰی سے مراد بصارت کا اندھا ہوتا ہے۔

(مندرجہ بالا تینوں الفاظ (شمارہ ۹۲، ۹۳ اور ۹۴) منافقین کے لئے بطور مجاز اور تشبیہ کے استعمال کئے گئے ہیں)۔

۹۵- ۲ - ۱۸ - فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ - (پس وہ رجوع نہ ہوں گے)۔ فا نتیجہ کی ہے۔ یعنی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رجوع نہ ہونگے۔ اَلرُّجُوْعُ۔ اس کے اصل معنی کسی چیز کے اپنے مبدا تحقیقی یا تقدیری کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ خواہ وہ کوئی مکان ہو یا فعل ہو یا قول۔ رَجْعَةٌ کا لفظ طلاق کے بعد رجوع کرنا کو بھی کہتے ہیں۔ نیز یہ لفظ موت کے بعد دنیا کی طرف لوٹنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ۔ (الحدید ۵۷-۱۳)۔ (کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ)۔ (مرنے کے بعد تو یہ نہیں۔ یہ منافقین کو بطور استہزاء کہا جائے گا)۔ رَجُوْعٌ عَنِ الذَّنْبِ۔ گناہ سے باز آجانا۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (الزخرف ۴۳-۲۸) (اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ وہ (شرک) سے باز آتے رہیں)۔ الغرض اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوا کہ یہ لوگ حق سے بہت بعید ہوگئے ہیں کہ ان کے کان سننے کے قابل نہ رہے۔ زبان اُن کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی اور آنکھیں حق دیکھ نہیں سکتیں۔ پس اب ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کوئی امید نہیں۔

۹۶- ۲ - ۱۹ - أَوْ۔ (یا)۔ اس لفظ کے اصل معنی "یا" ہیں اور نیز "اور" بھی ہوتے ہیں۔ یہاں جو بھی معنی لئے جائیں صحیح ہیں۔

۹۷- ۲ - ۱۹ - كَصَيِّبٍ۔ (مانند مینہ کے)۔ صَوْبٌ اس بارش کو کہتے ہیں جو صرف اس قدر برسے جس حد تک کہ مفید ہو۔ چنانچہ آیت کریمہ۔ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ (الزخرف ۴۳-۱۱) (اور جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنیٰ) - تشریح

برسایا) میں بِقَدَرٍ سے یہی معنی مراد ہیں۔ صَيِّبٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں بارش کا برسنا۔ بعض نے لکھا ہے۔ کہ صَيِّبٌ کے معنی بادل کے ہیں اور یہ لفظ بارش کے لئے مجازاً بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اسے سَحَابٌ بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہاں کنایتہً منافقین کو ان لوگوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جن پر بادل چھایا ہوا اور زور کا مینہ برس رہا ہو۔

۹۸ - ۲ - ۱۹ - اَلسَّمَآءِ - (آسمان)۔ سَمَآءٌ ہر شے کے بالائی حصّہ کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ آسمان، بادل، بارش اور ہر اونچی اور بلند چیز۔ بعض نے کہا ہے کہ ہر سماء اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے۔ لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض کہلاتا ہے۔ بجز سماء علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سماء ہی ہے اور کسی کے لئے ارض نہیں بنتا۔ نیز مَطَرٌ (بارش) کو بھی سماء کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اوپر سے آتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سماء اس بارش کو کہتے ہیں جو ہنوز زمین پر نہ گری ہو۔ لفظ سماء جو ارض (شمارہ ۷۱) کے بالمقابل ہے مونث ہے۔ لیکن کبھی مذکر بھی آجاتا ہے اور واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی اس کی جمع سَمٰوٰتٌ بھی بنا لیتے ہیں۔

۹۹ - ۲ - ۱۹ - ظُلُمٰتٌ۔ (تاریکیاں - اندھیرے)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۹۰ میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں مراد۔ ناکامی، نامرادی، ذلت، رسوائی اور دیگر مشکلات ہیں۔

۱۰۰ - ۲ - ۱۹ - رَعْدٌ۔ (گرج) اَلرَّعْدُ (اسم) بادل کی گرج۔ مروی ہے۔ اِنَّهٗ مَلَكٌ يَسُوْقُ السَّحَابَ۔ یعنی رَعْدٌ اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے۔ رَعَدَتِ السَّمَآءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔ اور یہی معنی اَرْعَدَتْ وَاَبْرَقَتْ کے ہیں۔ کنایہ کے طور پر یہ دونوں لفظ تہدید یعنی ڈرانے اور دھمکانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ گرجتے کی آواز کو بھی رعد کہا جاتا ہے۔

۱۰۱ - ۲ - ۱۹ - بَرْقٌ۔ (چمکتی بجلی)۔ اَلْبَرْقُ کے معنی بادل کی چمک کے ہیں۔ بَرْقٌ ہر چمکدار چیز سے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سَيْفٌ بَارِقٌ چمکدار تلوار۔ بَرْقٌ کے معنی خوف کی وجہ سے

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

آنکھ کا خیرہ ہوجانا کے ہیں۔ جیسا کہ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ۔ (القیمۃ ۷۵ ۔ ۷) (پس جس وقت کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی) ہی مراد ہے ۔

۱۰۲ - ۲ - ۱۹ - اَلصَّوَاعِقَ ۔ (بجلی کی کڑک) ۔ اَلصَّاعِقَۃُ اور اَلصَّاقِعَۃُ دونوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی ہولناک دھماکہ لیکن صَعْقٌ کا لفظ اجسام علوی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور صَقْعٌ کا اجسام ارضی سے ۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ صَاعِقَۃٌ تین قسم پر ہے ۔ (۱) ہوش اُڑ جانا ۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ (الزمر ۳۹ ۔ ۶۸) (اور صور پھونکا جائے گا، سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے) ۔ (۲) مہلک عذاب ۔ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (حٰم السجدۃ ۴۱ ۔ ۱۳) (تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر آئی تھی) ۔ (۳) آگ اور بجلی کی کڑک جیسا کہ اس آیت میں مراد ہے ۔ لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صَاعِقَۃٌ کے آثار سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں ۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی بے ہوشی اور موت کا سبب بنتی ہے ۔ صاعقہ اس آسمانی بجلی کو بھی کہتے ہیں جو گرتی ہے ۔ یہ لفظ باد تند اور غشی کے معانی میں بھی آیا ہے ۔ (یہاں مثال کے طور پر بتایا جا رہا ہے ۔ کہ منافقین اللہ تعالیٰ کے احکام (بالخصوص احکام جہاد) سے اس طرح ڈرتے ہیں ۔ جیسے کہ بجلی کی کڑک سے) ۔

۱۰۳ - ۲ - ۲۰ - یَکَادُ ۔ (قریب ہے ۔ نزدیک ہے) ۔ کَادَ ۔ یَکَادُ ۔ یہ فعل مقاربہ سے ہے ۔ یعنی کسی فعل کے قریب الوقوع ہونا کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے ۔ مثلاً کَادَ یَفْعَلُ ۔ قریب تھا کہ وہ اس کام کو کر گزرتا یعنی کرنے والا ہی تھا مگر کیا نہیں ۔ (لغوی اعتبار سے اس لفظ کا مادہ ک ی د ہے) ۔ اگر اس لفظ کے ساتھ حرف نفی آجائے تو اثباتی حالت کے برعکس فعل کے وقوع کو بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے ۔ یعنی جو وقوع کے قریب نہ ہو ۔ جیسا کہ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۷۱) (وہ ایسا کرنے والے نہیں تھے) ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۱۰۴ - ۲ - ۲۰ - یَخْطَفُ ۔ (اچک لے جائے) ۔ خَطَفَ یَخْطِفُ ۔ خَطْفاً کے معنی کسی چیز کو سرعت سے اچک لینا کے ہیں ۔

۱۰۵ - ۲ - ۲۱ - یٰاَیُّهَا ۔ (اے) یہ حرف ندا ہے ۔ جس کے ذریعہ کسی کو پکارا جاتا ہے اور یہ قریب کے لئے بھی آتا ہے اور بعید کے لئے بھی ۔ پھر مخصوص اور متعیّن معنی والے الفاظ یعنی معرفہ پر بھی حرف ندا داخل ہوتا ہے اور عام معنی والے الفاظ یعنی اسم نکرہ پر بھی ۔ اَلْیَاءُ کا لفظ عام طور پر دور سے کسی کو آواز دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن جب اسے باری تعالیٰ کے لئے دعا کے وقت بولا جائے تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ بہت دور ہے بلکہ اس امر پر تنبیہ کے لئے ہے ۔ کہ دعا کنندہ اپنے آپ کو اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے دور خیال کرتے ہوئے عاجزی کے ساتھ اس کو پکار رہا ہے ۔

۱۰۶ - ۲ - ۲۱ - اَلنَّاسُ ۔ (لوگو) اس لفظ کی تحقیق شمارہ ۵۲ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۱۰۷ - ۲ - ۲۱ - اُعْبُدُوْا ۔ (عبادت کرو) ۔ اَلْعِبَادَۃُ کی تشریح سمجھنے کے لئے اہل ذوق شمارہ ۳۱ کی طرف مراجعت فرمائیں ۔ یہاں یہ لفظ امر حاضر جمع کا صیغہ ہے ۔

۱۰۸ - ۲ - ۲۱ - رَبَّکُمْ ۔ (اپنے رب کی) اَلرَّبُّ کے بارے میں شمارہ ۸ مطالعہ فرمائیں ۔ لفظ رب مصدر ہے جس کے معنی ہیں پالنا ۔ پرورش کرنا ۔ پھر بطور مبالغہ یہ مصدر صفت کے معنی میں آنے لگا ۔ اور اس صورت میں رب کے معنی پروردگار اور پالنے والا کے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے ۔ جو کسی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا جب تک اس کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ نہ لگایا جائے ۔ جیسے کہ رب الابل ۔ رب الدار وغیرہ ۔

۱۰۹ - ۲ - ۲۱ - خَلَقَکُمْ ۔ (تم کو پیدا کیا) ۔ اَلْخَلْقُ ۔ اس کے اصل معنی (کسی چیز کو بنانے کے لئے) پوری طرح اندازہ لگانا کے ہیں ۔ اور کبھی خلق بمعنی ابداع (شمارہ ۵۷۲) بھی آجاتا ہے ۔ یعنی کسی چیز کو بغیر مادہ اور بغیر کسی تقلید کے پیدا کرنا ۔ جیسا کہ فرمایا

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ۔ (النحل ۱۶ - ۳) - (اُسی نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا) - یہاں خلق بہ معنی ابداع ہے - اسی کو بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (البقرۃ ۲ - ۱۱۷) (موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے) سے تعبیر کیا ہے - نیز یہ لفظ ایک چیز کو دوسری شے سے بنانا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے فرمایا - خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ - (النساء ۴ - ۱) (تم کو ایک جان سے پیدا کیا) - خیال رہے کہ خلق بمعنی ابداع ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے - اسی لئے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہتے - اسی مادہ سے خا اور لام کے پیش کے ساتھ خُلُقٌ کا لفظ قوای باطنہ، عادات، خصائل، سیرت اور اخلاق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - جن کا تعلق ادراک بصر سے ہے - جیسا کہ حضور اکرم کے متعلق فرمایا - وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم ۶۸ - ۴) (بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ مقام پر ہیں) -

۱۱۰ - ۲ - ۲۱ - لَعَلَّکُمۡ - (تاکہ تم) - لَعَلَّ (حرف) - یہ لفظ کسی مرغوب اور پسندیدہ چیز کے حصول کی توقع اور امید (ڈرتے ہوئے) ظاہر کرنا کے لئے آتا ہے - اور ظاہر ہے کہ توقع اور امید کا تعلق بشر سے ہی ہو سکتا ہے - ذات باری تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں - اس سلسلہ میں آئمہ لغت اور عربی زبان کے ماہرین کی رائے یہ ہے - (۱) قرآن کریم میں جہاں بھی یہ لفظ لعل استعمال کیا گیا ہے وہاں مخاطب یعنی انسانوں کی توقع اور امید مراد ہے - اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے انسانو! حصول تقویٰ کی آس باندھ کر یہ کام کرو - (۲) کبھی کبھی یہ لفظ نتیجہ اور غایت کے معنی میں آتا ہے - اس صورت میں معنی ہوں گے - تاکہ تم متقی ہو جاؤ - گویا کہ عبادت کا نتیجہ اور اس کی غایت حصول نجات ہے - (۳) مابعد کا طالب اور خواہشمند ہو کر کوئی کام کرنا - اس مفہوم کے بلحاظ معنی ہوں گے کہ اے انسانو - تم متقی ہونا کی خواہش اور طلب میں یہ کام کرو -

۱۱۱ - ۲ - ۲۱ - تَتَّقُوۡنَ - (تم تقویٰ اختیار کرو - تم

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

معصیت سے بچ جاؤ) - وَقَیۡتُ الشَّیۡءَ - وَقَایَۃً وَّوِقَاءً کے معنی کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا کے ہیں - جیسا کہ فرمایا - وَوَقٰہُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ - (الدخان ۴۴ - ۵۶) (اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے گا) -

قرآن وسنت کی زبان میں وقایہ یا تقویٰ کے معنی ہیں ہر اس چیز سے بچنا اور پرہیز کرنا جو آخرت کے اعتبار سے مضر اور نقصان دہ ہو - آخرت میں خسران اور نقصان کی سب سے بڑی چیز کفر و شرک ہے اور آخرت کی سب سے ہلکی مضرۃ اس فعل مباح کو اختیار کرنا ہے جس سے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو - اسی لئے تقویٰ کا ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا ہے اور تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ترک مباح ہے - یہاں لفظ تتقون سے عذاب الٰہی سے بچنے کے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور معصیت اور گناہ سے بچنے کے بھی - (اس ضمن میں شمارہ ۲۶ بھی مطالعہ فرمائیں) -

۱۱۲ - ۲ - ۲۲ - جَعَلَ - (بنایا) - یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جاتا ہے - اور فَعَلَ وَصَنَعَ وغیرہ افعال کی بہ نسبت عام ہے - یہ لفظ پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے - (۱) بمعنی صَارَ وَ طَفِقَ - اس صورت میں متعدی نہیں ہوتا - جیسے جَعَلَ زَیۡدٌ یَقُوۡلُ کَذَا - (یعنی زید یوں کہنے لگا) - (۲) بمعنی اَوۡجَدَ (یعنی ایجاد اور پیدا کرنا) - اس صورت میں یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے فرمایا - وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ (الانعام ۶ - ۱) (اور اندھیرے اور روشنی بنائی) - (۳) ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا - جیسے فرمایا جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا - (الشوریٰ ۴۲ - ۱۱) (اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے) - (۴) بمعنی تصییر یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دینا - جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے - (۵) کسی چیز پر کوئی حکم لگا دینا خواہ صحیح ہو یا غلط - جیسے قرآن کریم میں ہے - وَیَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ الۡبَنٰتِ - (النحل ۱۶ - ۵۷) (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں) - اس آیت کریمہ میں جعل (تصیر کے علاوہ) ایجاد کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے -

۱۱۳ - ۲ - ۲۲ - فِرَاشًا - (بچھونا) - (۱) اَلْفَرْشُ کے اصل معنی کپڑے کو بچھانا کے ہیں پھر بطور اسم ہر اس چیز کو جو بچھائی جائے فَرْش و فِرَاش کہا جاتا ہے۔ (۲) اور بچھنے کی مناسبت سے فَرْشٌ سے مراد وہ جانور بھی ہوتے ہیں جو بار برداری کے قابل نہ ہوں یعنی چھوٹی عمر کے۔ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا۔ (الانعام ۶ - ۱۴۲) (اور جانوروں میں سے بوجھ اٹھانے والے اور زمین کو لگے ہوئے چھوٹے قد کے)۔ (۳) علاوہ ازیں اسی مادہ سے اَلْفَرَاشَةُ پروانے اور پتنگے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ (القارعۃ ۱۰۱ - ۴) (جیسے بکھرے ہوئے پتنگے) یہاں فراش کے معنی مسطح فرش کے ہیں۔

۱۱۴ - ۲ - ۲۲ - اَلسَّمَآءَ - (آسمان)۔ شمارہ ۹۸ دیکھیے۔

۱۱۵ - ۲ - ۲۲ - بِنَآءً - (چھت) بَنَيْتُ، اَبْنِيْ، بِنَاءً بِنْيَةً وَ بُنْيَاً کے معنی بنانا اور تعمیر کرنا کے ہیں۔ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ (النبا ۷۸ - ۱۲) (اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے)۔ پھر بناء مبنی کے معنی میں آنے لگا یعنی تعمیر شدہ عمارت۔ خواہ پختہ مکان کی شکل میں ہو اور خواہ قبہ اور خیمہ کی صورت میں۔ نیز بنا کے معنی مکان کی چھت کے بھی آتے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

۱۱۶ - ۲ - ۲۲ - وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ (اور اتارا آسمان سے پانی) (۱) اَلنُّزُوْلُ۔ اصل میں اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنا کے ہیں۔ یہاں بارش کا برسانا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر عذاب یا نعمتوں کے نازل کرنا سے ان کا وقوع یا عطا کرنا مراد ہوتا ہے۔ (۲) اَلْمَآءُ کے معنی پانی کے ہیں۔ یہاں بارش مراد ہے۔ (اس آیت کا معنوی ربط جَعَلَ۔ (شمارہ ۱۱۲) کے ساتھ ہے)۔

۱۱۷ - ۲ - ۲۲ - فَاَخْرَجَ۔ (پھر نکالے۔ پھر پیدا کیے)۔ خَرَجَ۔ خُرُوْجًا کے معنی کسی کے اپنی قرارگاہ یا حالت سے ظاہر ہونا کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ قرارگاہ مکان ہو یا کوئی شہر یا کپڑا ہو۔ اور یا کوئی حالت نفسانی ہو جو اسباب خارجیہ کی بنا پر اسے لاحق ہوئی ہو۔ کبھی اِخْرَاجٌ بمعنی تکوین الٰہی بھی آتا ہے۔ جس کا مفہوم نیست سے ہست کرنا ہے اور جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ یہاں بھی اخراج کے معنی تکوین اور خلق کے ہیں۔ یعنی پردہ عدم سے نکالا اور نیست سے ہست کیا۔

۱۱۸ - ۲ - ۲۲ - اَلثَّمَرَاتِ۔ (پھل۔ میوے)۔ اَلثَّمَرُ اصل میں درخت کے اُن اجزا کو کہتے ہیں جن کو کھایا جا سکے۔ اس کا واحد ثَمَرَةٌ اور جمع ثِمَارٌ وَ ثَمَرَاتٌ آتی ہے۔ پھر بطور کنایہ ثمر کا لفظ ہر قسم کے کمائے ہوئے مال پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ آیت کریمہ۔ وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ (الکہف ۱۸ - ۳۴)۔ (اس طرح) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی)۔ ابن عباسؓ نے ثمر کے یہی معنی کیے ہیں۔ نیز ہر چیز کے نفع پر بھی ثمر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ۔ ثَمَرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ الْجَنَّةُ (نیک عمل کا ثمرہ جنت ہے)۔

۱۱۹ - ۲ - ۲۲ - رِزْقًا۔ (رزق۔ غذا)۔ حصہ اور نصیبہ۔ یہاں غذا مراد ہے۔ تفصیل کیلئے شمارہ ۳۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۲۰ - ۲ - ۲۲ فَلَا تَجْعَلُوْا۔ (پس نہ بناؤ)۔ فَلَا کی فا نتیجہ کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اور خصوصیات کا قدرتی تقاضا اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ جَعَلَ کی تشریح شمارہ ۱۱۲ میں بیان کی گئی ہے۔

۱۲۱ - ۲ - ۲۲ - اَنْدَادًا۔ (ہمسر۔ مدمقابل) نِدٌّ کی جمع ہے۔ جس کے معنی مقابل، ہمسر اور شریک کے ہیں۔ نِدٌّ۔ نَدِيْدٌ اور نَدِيْدَةٌ تینوں ہم معنی ہیں۔ ندید الشیء۔ وہ جو کسی چیز کی ذات یا جوہر میں اس کا شریک ہو اور یہ مماثلت کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ مثل کا لفظ (شمارہ ۸۲) ہر قسم کی مشارکت پر بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر نِدٌّ کو مِثْلٌ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہر مِثْلٌ نِدٌّ نہیں ہوتا۔ (کسی عارف نے انداد کا پنجابی ترجمہ "ان داتا" بھی کیا ہے)۔

۱۲۲ - ۲ - ۲۳ - رَيْبٍ - (شک۔ بدگمانی)۔ کراہت جسے اعتراض اور ناپسندیدگی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لفظ

کی مفصل تشریح شمارہ ۴۲ میں عرض کی جاچکی ہے۔

۱۲۳-۲ ۔ ۲۳ ۔ فَاْتُوْا ۔ (پس تم لاؤ)۔ یہاں فا حرف جزا ہے۔ جو شرط کے مقابلہ میں جزائیہ جملہ پر داخل ہوتا ہے۔ اور اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔ تو، پس، پھر۔ ائتوا۔ یہ لفظ اتیان سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں آنا۔ اس کا متعدی ایتاء ہے۔ جس کے معنی لانا اور دینا ہیں۔

۱۲۴-۲ ۔ ۲۳ ۔ بِسُوْرَۃٍ ۔ (ایک سورت)۔ یہاں باتعدیہ ہے۔ جس سے فعل لازم متعدی کے معنی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ائتوا السورۃ کا ترجمہ ہوگا۔ تم سورۃ لاؤ۔ لفظ سورۃ کے دو اور معنی اور مفہوم ہیں (۱) فضیلت اور مرتبہ۔ چونکہ درجۂ فضیلت اور مرتبۂ شرف سے امتیاز اور فصل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے سورۃ کے معنی انفصال اور جدائی کے بھی ہونے لگے۔ سورۃ القرآن سے قرآن کریم کا وہ حصہ اور ٹکڑا مراد ہے۔ جو دوسرے حصہ سے فصل اور امتیاز پیدا کرے۔ گویا ہر سورت کتاب اللہ کا ایک مستقل باب ہے۔ جو دوسرے ابواب سے الگ اور ممتاز ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۂ قرآن کو اس لئے سورۃ کہا گیا ہو کہ ہر سورۃ کی فضیلت اور اس کا مرتبہ الگ الگ ہے۔ (۲) اس کے دوسرے معنی حاوی ہونا اور احاطہ کرنا کے ہیں۔ چنانچہ سور البلد اور سور المدینہ شہر کی اُس فصیل کو کہتے ہیں جو شہر کا احاطہ کرے، جسے شہر پناہ بھی کہتے ہیں۔ گویا سورۃ القرآن کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ اپنی ابتداء سے انتہا تک مخصوص قسم کے مضامین اور حقائق و معارف پر حاوی ہے۔ جس طرح دیوار شہر کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔

یہاں سورۃ کی تنوین تحقیر کے لئے ہے۔ جس کا مفہوم ہے۔ چھوٹی سی سورۃ اور چھوٹی سورۃ کی مقدار کم از کم تین آیتیں ہیں۔

۱۲۵-۲ ۔ ۲۳ ۔ مِّثْلِهٖ ۔ (اس کی مانند)۔ یہ لفظ یہاں سورۃ کی صفت ہے۔ مَثَلٌ اور مِثْلٌ (جو ایک دوسرے کے مترادف ہیں) کی تشریح شمارہ ۲۸ میں عرض کیجاچکی ہے۔

۱۲۶-۲ ۔ ۲۳ ۔ ادْعُوْا ۔ (پکارو۔ بلالو)۔ (۱) اَلدُّعَاءُ کے معنی ندا اور پکارنا کے ہیں۔ کبھی یہ دونوں لفظ یعنی دعاء اور نداء ایک دوسرے کی جگہ پر بولے جاتے ہیں۔ (۲) کبھی دعاء بمعنی تسمیہ (نام رکھنا) کے آتا ہے۔ جیسے کہ حضور اکرم کی تعظیم پر رغبت دلاتے ہوئے فرمایا۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (النور ۲۴-۶۳) (تم لوگ رسول کے بلاوے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو)۔ کیونکہ بعض لوگ آنحضرتؐ کو مخاطبت کے وقت "یا محمدؐ" کہہ کر پکارتے تھے۔ (۳) دَعَوْتُهٗ کے معنی سوال یا مدد طلب کرنا کے بھی آتے ہیں۔ (۴) اَلدُّعَاءُ اِلَى الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کا قصد کرنے پر رغبت دلانے اور اکسانے کے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ (یونس ۱۰-۲۵) (اور اللہ تعالیٰ تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے)۔ اور قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ (یوسف ۱۲-۳۲) (فرمایا اے میرے رب جس کام کی طرف (یہ عورتیں) مجھ کو بلارہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے)۔ زیر تشریح آیت میں بہ قصد استعانت پکارنا کے مراد ہیں۔ اس لئے ادعوا کا ترجمہ ہوگا۔ تم (مدد کے لئے) بلالاؤ۔

۱۲۷-۲ ۔ ۲۳ ۔ شُهَدَآءَكُمْ ۔ (اپنے حمایتیوں کو)۔ اپنے شاہدوں کو)۔ اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کا مشاہدہ کرنا کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور یہ لفظ صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شہید کے معنی حاضر بھی ہیں اور گواہ بھی۔ اَلشَّهَادَةُ ۔ وہ بات جو کامل علم ویقین سے کہی جائے خواہ وہ علم مشاہدۂ بصر سے حاصل ہو یا بصیرت سے۔ اس آیت کریمہ میں شُهَدَاءَ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں، جن میں "شہادت" کے معنی شامل ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے اس کے معنی اَعْوَان یعنی مددگار کے لئے ہیں۔ اور مجاہدؒ نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ "جو تمہارے حق میں گواہی دیں" اور بعض نے شہداء سے وہ لوگ مراد لئے ہیں جن کے موجود ہونے کو قابل قدر اور معتبر سمجھا جائے۔

۱۲۸-۲ ۔ ۲۳ ۔ دُوْنِ ۔ (سوائے)۔ اَلدُّوْنُ ۔ جو

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کسی چیز سے قاصر اور کوتاہ ہو وہ "دُوْن" کہلاتا ہے۔ دَانَ۔ یَدُوْنَ دُوْنًا کے معنی کمزور ہونا کے ہیں۔ یہاں لفظ دون کے معنی سوائے اور غیر کے ہیں۔ یعنی اللہ کے علاوہ دوسرے لفظوں میں۔ غیر اللہ۔

۱۲۹۔ ۲ ۔ ۲۳ ۔ صٰدِقِیْنَ۔ (سچے)۔ اَلصِّدْقُ۔ یہ اَلْکَذِبُ کی ضد ہے۔ اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا مستقبل کے۔ اَلصِّدْقُ کے معنی ہیں دل و زبان کی ہم آہنگی اور بات کا نفس واقعہ کے مطابق ہونا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو کامل صدق باقی نہیں رہتا۔ اَلصِّدِّیْقُ بہت سچ بولنے والا۔ بعض نے لکھا ہے کہ صدیق اسے کہتے ہیں جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ بعض نے کہا۔ کہ صدیق وہ ہے جو سچ کا اس قدر خوگر ہو کہ اس سے جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔ اور پھر بعض کے نزدیک صدیق وہ ہے جو قول و اعتقاد میں سچا ہو اور اپنی سچائی کی تصدیق اپنے عمل سے بھی کرے۔ اَلتَّصْدِیْقُ کا لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ جس میں کسی چیز کی تحقیق پائی جائے۔ اَلصَّدَاقَۃُ کے معنی سچی دوستی کے ہیں اور یہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اَلصَّدَقَۃُ (خیرات) ہر وہ چیز جو انسان اپنے مال سے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور یہی معنی زکوٰۃ کے ہیں۔ مگر صَدَقَۃٌ اسے کہتے ہیں جو واجب نہ ہو اور زکوٰۃ وہ ہے جس کا دینا واجب ہو۔ صَدَاقُ الْمَرْءَۃِ کے معنی عورتوں کے مہر کے ہیں۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء ۴ ۔ ۴) (اور تم عورتوں کو انکے مہر خوشی سے دے دیا کرو)۔

۱۳۰۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ فَاِنْ۔ (پس اگر)۔ یہاں فا نتیجہ اور خلاصہ کے معنی میں ہے۔ اس لئے ترجمہ ہوگا۔ لہٰذا یا پس۔ لفظ اِنْ چار طرح پر استعمال ہوتا ہے (۱) شرطیہ۔ جیسا کہ زیر تشریح آیت مبارکہ میں مراد ہے۔ (۲) مخففہ۔ یہ اِنَّ (ثقیلہ) سے مخفف ہے جو تاکید کے معنی دیتا ہے۔ اور اس کے بعد لام (مفتوح) کا آنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا (الفرقان ۲۵ ۔ ۴۲) (تحقیق نزدیک تھا کہ ہم کو گمراہ کر دے) (۳) نافیہ۔ اس کے بعد اکثر اِلَّا آتا ہے۔ جیسا کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر ۷۴ ۔ ۲۵) (یہ (خدا کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے)۔ (۴) زائدہ جو ما (نافیہ) کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے۔ مَا اِنْ یَخْرُجُ زَیْدٌ۔ زید باہر نہیں نکلے گا۔

۱۳۱۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ لَمْ۔ لَنْ۔ (نہ ۔ ہرگز نہیں)۔ لَمْ (حرف) کے بعد اگرچہ فعل مستقبل آتا ہے۔ لیکن معنوی اعتبار سے وہ اسے ماضی منفی بنا دیتا ہے۔ اور اس پر ہمزہ استفہام تقریر کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ (الضحیٰ ۹۳ ۔ ۶) (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر (آپ کو) ٹھکانا دیا)۔ لَنْ۔ یہ حرف لا کی طرح مستقبل کی نفی کے لئے آتا ہے بلکہ مستقبل کی ابدی نفی کرتا ہے۔ اسی لئے اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔ کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

۱۳۲۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ فَاتَّقُوْا۔ (پس ڈرو۔ پس بچو)۔ اس لفظ کے معنی بچنے اور دور رہنے کے بھی آتے ہیں۔ اور ڈرنے اور خوف کھانے کے بھی۔ یہاں موخر الذکر معنی مراد ہیں۔ مفصل تشریح سمجھنے کے لئے شمارہ ۲۶ اور ۱۱۱ مطالعہ فرمائیں۔

۱۳۳۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ اَلنَّارَ۔ (آگ سے)۔ یہ عناصر اربعہ میں ایک عنصر ہے۔ اسی لئے نار کو آتش عنصری بھی کہتے ہیں۔ نار اور نور دونوں کی اصل ایک ہے۔ لیکن حقیقت میں دونوں الگ الگ ہیں۔ اَلنَّار دوزخ کا نام ہے۔ گو آتش عنصری، آتش کوکبی اور آتش حیدی وغیرہ سب سے الگ ہے۔ اس آگ کو نار اللہ بھی کہا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے شمارہ ۸۴ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۴۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ وَقُوْدُ (ایندھن)۔ واؤ کے زبر کے ساتھ یہ لفظ وُقود (واؤ کے پیش کے ساتھ) سے بنا ہے۔ وُقود کے معنی ہیں آگ کا روشن ہونا۔ آگ جلنا۔ اور وَقود (واؤ کے زبر کے ساتھ) کے معنی ہیں وہ چیز جس سے آگ روشن ہو۔ یعنی ایندھن۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۸۳ میں بھی گذر چکی ہے۔

۱۳۵۔ ۲ ۔ ۲۴ ۔ اُعِدَّتْ۔ (تیار کی گئی ہے)۔ اَلْاِعْدَادُ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

تیار کرنا، مہیا کرنا۔ یہ عَدٌّ سے ہے۔ جس کے معنی تیار شدہ سامان کے ہیں۔ اس لفظ کے معنی شمار اور گنتی کر لینا کے بھی آتے ہیں۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ (البقرۃ ۔ ۲ ۔ ۱۸۵) (تم روزوں کا شمار پورا کر لو)۔

۱۳۶ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ بَشِّرِ (بشارت دے)۔ یہ لفظ صیغہ امر حاضر ہے۔ اَلْبَشَرَۃُ وَبَشَّرْتُہٗ وَبَشَرْتُہٗ۔ خوشخبری پہنچانا۔ خوش کن خبر سنانا جس سے انسان کے چہرے پر انبساط ظاہر ہو کیونکہ انسان کو جب کوئی اچھی خبر سنائی جاتی ہے۔ تو اس کے جسم میں (وفور مسرت سے) خون اس طرح دورہ کرنے لگتا ہے۔ جیسے درختوں میں میں پانی۔ اس لئے اَلتَّبْشِیر کے معنی ہیں اس قسم کی خبر سنانا جسے سن کر چہرہ شدت فرحت سے تمتما اٹھے۔ مگر ان کے معانی میں قدرے فرق پایا جاتا ہے۔ تبشیر میں کثرت کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور اَلْبُشْرَۃُ (مجرد) عام ہے اور اچھی و بُری دونوں قسم کی خبر پر بولا جاتا ہے۔ تبشیر۔ یہ لفظ انذار کے مقابلہ میں ہے۔ (شمارہ ۴۳)

اَلْبَشَرَۃُ ۔ انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ۔ اس کی جمع بَشَرٌ ہے اور اسی سے انسان کو بشر کہا جاتا ہے۔ (قرآن کریم میں جہاں کہیں انسان کی جسمانی بناوٹ اور ظاہری جسم کا لحاظ کیا ہے تو ایسے موقع پر اسے خاص کر بشر کہا گیا ہے۔ اَلْبَشِیْرُ۔ خوشخبری دینے والا۔ اَلْمُبَاشَرَۃُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃً یہ لفظ بالعموم عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے۔ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (البقرۃ ۲ ۔ ۱۸۷) (اور اپنی بیویوں سے اپنا بدن نہ ملنے دو جب کہ تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو)۔

۱۳۷ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ اٰمَنُوْا ۔ (ایمان لائے)۔ لفظ ایمان کی لغوی، معنوی اور شرعی تحقیق کیلئے شمارہ ۷ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۳۸ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (کام کئے اچھے، نیک عمل کئے)۔ (۱) اَلْعَمَلُ۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی جاندار سے ارادۃً صادر ہو۔ یہ لفظ اچھے و برے دونوں قسم کے اعمال پر بولا جاتا ہے (۲) اَلصَّلَاحُ۔ درست، با ترتیب۔ یہ فساد

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کی ضد ہے۔ عام طور پر یہ دونوں لفظ افعال کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ صَلَاحٌ کبھی تو فساد کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ اور کبھی سَيِّئَۃٌ کے۔ قرآن کریم میں "عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" متعدد مقامات پر آیا ہے۔ جس کے معنی صلاحیت بخش کام کرنا کے ہیں ۔ اَلصُّلْحُ کا لفظ خاص کر لوگوں سے باہمی نفرت دور کر کے امن و سلامتی پیدا کرنا پر بولا جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کی اصلاح کرنا کے کبھی تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فطرۃً صالح بنایا۔ اور کبھی اس کے معنی اس سے خرابی اور نقص کو دور کرنا کے ہوتے ہیں۔

۱۳۹ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ جَنّٰتٍ ۔ (باغات)۔ اَلْجَنُّ کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنا کے ہیں۔ محققین اہل لغت نے لکھا ہے۔ کہ ج ن ن یہ تینوں حروف اسی ترتیب سے جس لفظ میں موجود ہوں گے اس میں ستر اور پوشیدگی کے معنی ضرور ہوں گے۔ چنانچہ جنّ وہ مخلوق ہے جو انسانی نظروں سے مستور اور پوشیدہ ہے۔ جنون وہ مرض ہے جو عقل کو اس طرح ڈھانپ لیتا ہے جیسے کسی چیز پر پردہ پڑ جائے۔ جنین وہ بچہ ہے۔ جو ہنوز شکم مادر میں ہے اور انسانی نظروں سے مستور ہے۔ جنّت وہ باغ ہے جس کے گھنے درختوں کی وجہ سے اندر کی چیز نظر نہ آئے یعنی ہرا بھرا اور گنجان باغ۔ شریعت کی اصطلاح میں جنّت اس مخصوص مقام اور جگہ کا نام ہے جو آخرت میں اہل ایمان اور ابرار کا دائمی ٹھکانا ہوگا۔ اس کو بھی جنّت اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ فی الحال نظروں سے اوجھل ہے اور اس کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جَنّٰت (جمع) لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ بہشت سات ہیں ۔ (۱) جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ۔ (۲) جَنَّۃُ عَدْنٍ۔ (۳) جَنَّۃُ النَّعِيْمِ۔ (۴) دَارُ الْخُلْدِ۔ (۵) جَنَّۃُ الْمَاْوٰی (۶) دَارُ السَّلَامِ (۷) عِلِّيِّيْنَ)

قرآن کریم میں اسی مادہ سے جَانٌّ کے معنی ایک قسم کا سانپ کے ہیں۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا۔ (النمل ۲۷ ۔ ۱۰)۔ (گویا کہ وہ سانپ ہے پھر گیا پیٹھ پھیر کر)۔ اور جُنَّۃٌ کے معنی

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ڈھال کیے ہیں۔ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ۔ (المنٰفقون ۶۳ ۔ ۲) ۔ (ان لوگوں نے اپنی قسموں کو اپنی جان و مال بچانے کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے) ۔ کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے ۔ ایک حدیث شریف میں ہے ۔ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ ۔ روزہ ڈھال ہے ۔

۱۴۰ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ تَحْتِهَا ۔ (ان کے نیچے) ۔ تَحْتُ (اسم ظرف) یہ فوق کی ضد ہے ۔ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۔ (المآئدۃ ۵ ۔ ۶۶) ۔ (تو یہ لوگ اوپر اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے) ۔ اسی سے اردو کا لفظ ماتحت ہے یعنی وہ جو درجہ کے اعتبار سے نیچے ہو۔ تحت اور اسفل میں فرق یہ ہے ۔ کہ تحت اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری کے نیچے ہو مگر اسفل کسی چیز کے نچلا حصّہ کو کہا جاتا ہے ۔

۱۴۱ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ اَلْاَنْهٰرُ ۔ (نہریں) ۔ نہر کی جمع ہے اور نہر کے اصل معنی کسی چیز کے بہنا کے ہیں ۔

۱۴۲ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا ۔ (جب کبھی دیئے جائیں گے) ۔ كُلَّمَا ظرف زمان ہے اور اس میں شرط و تکرار دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں ۔ رزقو ۔ رزق سے بنا ہے ۔ جس کے اصل معنی دینے اور عطا کرنے کے ہیں مفصل تشریح شمارہ ۳۲ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۴۳ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ مُتَشَابِهًا ۔ (مشابہ ایک دوسرے کے ساتھ) ۔ اَلشِّبْهُ وَالشَّبَهُ وَالشَّبِيْهُ کے معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں ۔ دو چیزوں کا حسی یا معنوی لحاظ سے اس قدر مماثل (ایک جیسا) ہونا کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکیں شُبْهَةٌ کہلاتا ہے ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ دونوں بار کے پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہے ۔ لیکن کھانے میں حظ و سرور کے اعتبار سے مزا دوسرا ہوگا ۔

۱۴۴ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ اَزْوَاجٌ ۔ (بیویاں ۔ جوڑے) ۔ الزوج ۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے ۔ یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت کو زَوْجٌ کہا جاتا ہے ۔ جیسے ۔ موزے ۔ جوتے وغیرہ ۔ بیوی کو زَوْجَةٌ (تاء کے ساتھ) عامی لغت ہے ۔ اس کی جمع زوجات آتی ہے ۔ اور زَوْجٌ کی جمع اَزْوَاجٌ ہے جس سے مراد جوڑے یا ساتھی کے ہیں ۔ اس کے معنی ہر چیز کے دو دو قسم کے بھی آتے ہیں ۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ۔ (الذٰریٰت ۵۱ ۔ ۴۹) ۔ (اور ہم نے تمام چیزیں دو قسم کی بنائیں) ۔ (دو قسم کا اصل مفہوم مقابل ہے ۔ جیسے آسمان زمین ، گرمی سردی ، شیریں ملیح ، چھوٹی بڑی ، خوشنما بدنما ، سفیدی سیاہی ، روشنی تاریکی وعلیٰ ہٰذا) آیت کریمہ ۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۔ (الطور ۵۲ ۔ ۲۰) ۔ (اور ہم ان کو حور عین (اچھی آنکھوں والی حوریں) کا ساتھی بنا دیں گے) ۔ میں زَوَّجْنَا کے معنی باہم ساتھی اور رفیق بنا دینا کے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں بھی حور کے ساتھ اس فعل (زَوَّجْنَا) کا ذکر کیا ہے وہاں اس کے بعد باء لائی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حوروں کے ساتھ محض رفاقت ہوگی ۔ جنسی میل جول اور ازدواجی تعلقات (جس کا تصور کرنا بھی ایک "مریض" ذہن (شمارہ ۵۶) کی علامت ہے) نہیں ہوں گے ۔ کیونکہ اگر یہ مفہوم مراد ہوتا تو قرآن بِحُوْرٍ کی بجائے زَوَّجْنٰهُمْ حُوْرًا کہتا ۔ جیسا کہ زَوَّجْتُهُ امْرَاَةً ۔ کا محاورہ ہے یعنی میں نے اس عورت سے اس کا نکاح کر دیا ۔

۱۴۵ ۔ ۲ ۔ ۲۵ ۔ مُطَهَّرَةٌ ۔ (پاک ۔ صاف ۔ ستھری) ۔ طَهُرَتِ الْمَرْاَةُ کے اصل معنی عورت کے حیض سے پاک ہونا کے ہیں ۔ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۲۲۲) (اور ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں) ۔ طہارت دو قسم پر ہے ۔ طہارت جسمانی اور طہارت قلبی اور قرآن پاک میں جہاں کہیں طہارت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بالعموم دونوں قسم کی طہارت مراد ہے ۔ یہاں کامل درجہ کی پاکیزگی

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

مراد ہے۔ یعنی جسمانی - اخلاقی و روحانی۔

قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) وہ لوگ جو گناہوں کو ترک کر کے اصلاح نفس میں لگے رہتے ہیں۔ پاکیزہ قلب لوگ۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۔ (التوبہ ۹ - ۱۰۸) (اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک رہنا پسند کرتے ہیں)۔ (۲) خانہ کعبہ کو بتوں اور بت پرستوں کی نجاست سے پاک کرنا۔ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۔ (البقرۃ ۲ - ۱۲۵) (یہ کہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک کردو)۔

۱۴۶ - ۲ - ۲۵ - خٰلِدُوْنَ - (ہمیشہ رہنے والے)۔

اَلْخُلُوْدُ کے اصل معنی کسی چیز کا فساد کے عارضہ سے پاک ہونا اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہنا کے ہیں۔ اس کے معنی دوام اور ہمیشگی کے بھی ہیں۔ جنت میں خلود کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تمام چیزیں اپنی اپنی اصل حالت پر قائم رہیں گی اور ان میں تغیر پیدا نہیں ہوگا۔ اَلْاِخْلَادُ کے معنی کسی چیز کو باقی رکھنے یا اس پر بقا کا حکم لگانا کے ہیں۔

۱۴۷ - ۲ - ۲۶ - لَا يَسْتَحْيِیْ - (نہیں شرماتا، باز نہیں رہتا، ترک نہیں کرتا)۔ اَلْحَیَاۃُ کے اصل معنی زندگی اور جینا کے ہیں۔ بطور مصدر اس کا استعمال مختلف وجوہ پر ہوتا ہے۔ (۱) قوت نامیہ کا ہونا جو حیوانات اور نباتات دونوں میں پائی جاتی ہے۔ (۲) قوت احساس (۳) قوت عاقلہ و عاملہ کا عطا کرنا (۴) غم کا دور ہونا۔ (۵) آخرت کی دائمی زندگی (۶) وہ حیات جس سے صرف باری تعالیٰ ہی متصف ہوتی ہے۔ اَلْحَیَاۃُ اور اِسْتِحْیَاءُ کا ترجمہ "شرم" کیا جاتا ہے۔ حیاء ایک ایسی باطنی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے یعنی وہ انکساری کیفیت اور حالت جو کسی مذموم اور معیوب امر کے اندر پڑنے کی وجہ سے انسان کو پیش آتی ہے۔ ائمہ لغت نے یہ بھی لکھا ہے کہ حیا کی اصل بھی حیات ہے۔ اور کیفیت حیاء چونکہ ذی حیات مخلوق یا ذی حیات اعضاء پر

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

اثر انداز ہوتی ہے اس لئے اس کیفیت کو حیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس ماخذ و اشتقاق سے یہ نکتہ بھی نکل آیا کہ مجازاً جو ہر حیاء نفس کی حیات اور دل کی زندگی کی نشانی ہے، اور بے حیا ہونا دل کے مردہ ہونا کی علامت ہے۔

۱۴۸ - ۲ - ۲۶ - يَضْرِبَ مَثَلًا - (مثال بیان کرے)

اَلضَّرْبُ کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا یعنی مارنا کے ہیں۔ لیکن مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ہاتھ، لاٹھی، تلوار وغیرہ سے مارنا۔ (۲) ضَرَبَ فِي الْأَرْضِ کے معنی سفر کرنے کے ہیں کیونکہ انسان پیدل چلتے وقت زمین پر پاؤں مارتا ہے۔ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ (النساء ۴ - ۱۰۱) (اور جب تم زمین میں سفر کرو)۔ (۳) خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے اور خیمہ کی مناسبت سے آیت۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (البقرۃ ۲ - ۶۱) (اور ذلت ان سے چمٹا دی گئی) میں ذِلَّةٌ سے متعلق ضَرَبَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ ذلت نے انہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ (۴) ضَرْبُ الْمَثَلِ۔ کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو جائے اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ مثل اور مثال کی مزید تحقیق کے لئے شمارہ ۸۲ اور ۵۲۲ مطالعہ فرمائیں۔ مَثَلًا کے بعد مَا بمعنی شئی ہے۔ اور یہاں عموم اور تحقیر کے معنی مراد ہیں۔

۱۴۹ - ۲ - ۲۶ - بَعُوْضَةً - (مچھر کی)

۱۵۰ - ۲ - ۲۶ - فَمَا فَوْقَهَا - (پھر جو اس کے اوپر ہے)۔

فَوْقٌ۔ یہ لفظ مکان، زمان، جسم، عدد اور مرتبہ سے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ اور کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ (۱) اوپر۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۔ (البقرۃ ۲ - ۶۳) (اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر معلق کر دیا)۔ (۲) بلندی۔ اس کی ضد اسفل (پستی) ہے۔ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۔ (الاحزاب

(۳۳ - ۱۰) (جب وہ لوگ تم پر اوپر اور نیچے سے آچڑھے تھے)۔ (۴) کسی عدد پر زیادتی ۔ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (النساء ۴ - ۱۱) (پس اگر صرف دو سے زیادہ لڑکیاں ہی ہوں تو ان کو اس مال جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے، کا دو تہائی ملے گا)۔ (۴) بلحاظ فضیلت دنیوی اور اخروی ۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ۳ - ۵۵) (اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو ان لوگوں پر جو تمہارے منکر ہیں، قیامت کے دن تک اوپر یعنی غالب کروں گا)۔ (۵) غلبہ اور تسلط ۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (الانعام ۶ - ۱۸) (اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے)۔ (۶) جسمانیت کے لحاظ سے یعنی بڑا یا چھوٹا ۔ کمی میں فوق یا زیادتی میں فوق اور یہی معنی یہاں مراد ہیں ۔ چونکہ یہاں تمثیل تحقیر کے معنی میں ہے اس لئے حاصل مراد یہ ہوگا ۔ کہ خواہ مچھر سے بھی حقیر ہو ۔

۱۵۱ - ۲ - ۲۶ - اَلْحَقُّ ۔ (سچ) کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور یہ باطل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے ۔ یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے ۔ اسی معنی میں الحق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے ۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (الانعام ۶ - ۶۲) (پھر سب اپنے سچے مالک حقیقی اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے)۔ (۲) ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو ۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق ہے ۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ (یونس ۱۰ - ۵) (اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں پیدا نہیں کیں مگر ساتھ حکمت کے)۔ (۳) کسی چیز کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقعہ میں ہے ۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث، ثواب و عقاب و جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے ۔ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ (البقرۃ ۲ - ۲۱۳) (پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں

مختلفین اختلاف کیا کرتے تھے بتا دیا)۔ (۴) وہ قول یا عمل جو اس طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں اور جس وقت اس کا ہونا واجب ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری بات یا تمہارا فعل حق ہے ۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ ۔ (السجدہ ۳۲ - ۱۳) (لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے)۔ (۵) کبھی لفظ حق واجب، لازم اور لائق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الروم ۳۰ - ۴۷) (اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا)۔ یہی معنی حَقِيْقٌ کے بھی ہیں ۔ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (الاعراف ۷ - ۱۰۵) (میرے لئے یہ لازم ہے کہ بجز سچ کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں)۔ (۶) اَلْحَقِيْقَةُ ۔ وہ چیز جسے ثبات اور وجود حاصل ہو ۔ جیسے کہ اَلدُّنْيَا بَاطِلٌ وَالْاٰخِرَةُ حَقِيْقَةٌ ۔ دنیا فانی ہے اور بقا صرف آخرت کو ہے ۔

۱۵۲ - ۲ - ۲۶ - مَاذَآ ۔ (کیا) یہاں ماذا کی ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ ما استفہامیہ اور ذا بمعنی الذی کا مجموعہ ہے ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ ماذا پورا لفظ ہی استفہام کے لئے ہے ۔ بہرحال خواہ مرکب ہو یا مفرد دونوں صورتوں مَاذَا کا مفہوم استفہام اور سوال ہی ہے ۔

۱۵۳ - ۲ - ۲۶ - اَرَادَ ۔ (چاہا ہے) اَلرَّوْدُ ۔ اس کے اصل معنی نرمی کے ساتھ کسی چیز کی طلب میں بار بار آمد و رفت کے ہیں ۔ اَلْاِرَادَةُ ۔ یہ رَادَ ۔ يَرُوْدُ سے ہے ۔ جس کے معنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا کے ہیں اور ارادۃ اصل میں اس قوۃ کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت اور آرزو کے جذبات ملے جلے ہوں ۔ پھر یہ لفظ مصدری معنی میں استعمال ہونے لگا یعنی کسی چیز کی طرف نفس کا متوجہ ہونا اس فیصلے کے ساتھ کہ یہ کام کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے ۔ نیز ارادہ کے معنی کبھی کبھی محض قصد اور امر کے بھی آتے ہیں ۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہو سکتا

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ہے ۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال ہو تو کسی کام کا فیصلہ کرنا کے بھی مراد ہوتے ہیں کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ خواہشات نفسانی سے مبّرا ہے ۔

۱۵۴ ۔ ۲ ۔ ۲۶ ۔ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا (گمراہ کرتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو اور راہ دکھاتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو) ۔ ہدایت اور اضلال کی تفصیل شمارہ ۱۵ اور ۲۰ میں بیان کی جا چکی ہے ۔ یہاں ہدایت و اضلال دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے ۔ ہدایت و اضلال خداوندی اور غیر اللہ کی ہدایت اور اضلال میں فرق ہے ۔ پہلے کا نام ہدایتِ توفیق ہے اور دوسرے کا نام ہدایتِ بیان ۔ اسی طرح اضلال کے بھی دو درجے ہیں ۔ چنانچہ اضلال کے ایک معنی ہیں معصیت و گناہ اور نافرمانی کی دعوت دینا ۔ عبادت میں قباحتیں اور برائیاں دکھانا اور نافرمانی میں فوائد اور منافع بتانا ۔ راہ حق میں مشکلات ظاہر کرنا اور باطل میں محض خیالی سہولتیں پیش کرنا وغیرہ ۔ اس اضلال کو قرآن کریم نے شیاطین اور انسانوں دونوں کی طرف منسوب کیا ہے ۔ اضلال کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی توفیق اور لطف و رحمت سے محروم فرما دیں ۔ جس کی بنیاد تکذیبِ آیات اور انبیاء کرام اور شعار اسلام کے ساتھ تمسخر و استہزا ہے ۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں ۔

۱۵۵ ۔ ۲ ۔ ۲۶ ۔ كَثِيرًا ۔ (بہتوں کو) ۔ کثرت (اور قلت) کے الفاظ اعداد سے متعلق استعمال ہوتے ہیں ۔ کثرت ایک اضافی مفہوم ہے ۔ یعنی جس جانب کثرت ہو گی اس کے مقابل کی جانب قلت اور کمی ہو گی ۔ لیکن بعض اوقات مقابل کی جانب سے قطع نظر بجائے خود کسی چیز کی زیادتی کو بھی کثرت سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ یہاں بھی کثیر کے معنی تعداد کی اضافی زیادتی نہیں ۔ بلکہ بجائے خود زیادہ تعداد کے معنی مراد ہیں ۔ کبھی کثیرہ کے معنی صرف کثرت تعداد ہی مراد نہیں ہوتے بلکہ کثرت بلحاظ فضیلت بھی مراد ہوتی ہے ۔ جیسا کہ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (الواقعۃ ۵۶ ۔ ۳۲) (اور کثرت (بلحاظ فضیلت) سے میوے ہوں گے) ۔

اَلْمُكَاثَرَةُ وَالتَّكَاثُرُ کے معنی ایک دوسرے سے

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

مال و دولت اور عزت میں بڑھنے کی کوشش کرنا کے ہیں ۔ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (التکاثر ۱۰۲ ۔ ۱) (لوگو ! تم کو مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا ۔ اور آیت کریمہ ۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔ (الکوثر ۱۰۸ ۔ ۱) (اے محمدؐ) ہم نے تم کو کوثر عطا کی ۔ میں بعض نے لکھا ہے ۔ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے اور بعض نے خیر کثیر مراد لی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی ۔

۱۵۶ ۔ ۲ ۔ ۲۶ ۔ مَا يُضِلُّ ۔ (نہیں گمراہ کرتا) یہاں ما حرف نفی ہے جو ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے ۔ مگر ماضی کی نفی کے لئے اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے ۔ اور مضارع کے لئے کم ۔ يُضِلُّ کی تشریح شمارہ ۲۰ اور ۱۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۵۷ ۔ ۲ ۔ ۲۶ ۔ الْفَاسِقِينَ ۔ (نافرمانوں کو ۔ بدکاروں کو) یہ لفظ فاسق کی جمع ہے جو فَسَقَ سے بنا ہے ۔ اس کے لغوی معنی خروج اور نکلنا کے ہیں ۔ عربی محاورہ میں جب کھجور اپنے پوست سے باہر نکلتی ہے تو بولتے ہیں فسقت الرطبۃ ۔ عرف میں فاسق کے معنی بدکار اور مرتکب گناہ کے ہیں ۔ شریعت کی اصطلاح میں فسق کے معنی اطاعت سے خارج ہونا کے ہیں ۔ لیکن اگر وہ خروج اسلام کی بنیادی چیزوں سے ہو تو کفر ہے اور اگر ایمان کے بعد عدول حکم ہے تو وہ معصیت ہے ۔ اسی لئے فاسق کا لفظ کافر پر بھی بولا جاتا ہے اور مومن عاصی پر بھی ۔ کیونکہ کافر حدود ایمان سے خارج ہے اور مومن عاصی حدود اطاعت سے ۔ البتہ کافر کا فسق مومن عاصی کے فسق سے زیادہ شدید ہے ۔ یہاں فاسق سے مراد کافر ہے ۔ اس لفظ کی مزید تشریح شمارہ ۸۸۴ میں ملاحظہ کریں ۔

۱۵۸ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ يَنْقُضُونَ ۔ (توڑتے ہیں) ۔ اَلنَّقْضُ کے معنی (۱) تحلیل (۲) کسی چیز کا شیرازہ بکھیرنا اور (۳) کسی مرکب چیز کے اجزاء کو الگ الگ کر دینا کے ہیں ۔ اس لفظ کا اصل استعمال حبل یعنی رسی کے لئے ہے ۔ چنانچہ نقض حبل کے معنی رسی کی گرہ کھولنا کے ہیں ۔ چونکہ عام طور پر رسی سے عہد و میثاق بھی مراد ہوتا ہے اس لئے نقض کا استعمال (استعارہ اور تنبیہ کے طور پر)

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

عہد ومیثاق کے ساتھ ہونے لگا ۔ اس لیے نقضِ عہد کے معنی ابطالِ عہد یعنی وعدہ اور میثاق کی خلاف ورزی کے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اَلْاِنْتِقَاضُ کے معنی کسی چیز کے اس طرح ٹوٹنا کے ہیں کہ اس سے آواز پیدا ہو ۔ پھر اس کا اطلاق آواز پر بھی ہونے لگا ۔ اور آیت کریمہ ۔ اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔ (الانشراح ۹۴ ۔ ۳) (جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی) ۔ میں اَنْقَضَ کے معنی کمر کو اس طرح توڑنا کے ہیں کہ اس سے کڑکڑانے کی آواز سنائی دے ۔ نَقِيْضُ الْمَفَاصِلِ ۔ جوڑوں کے کڑکڑانے کی آواز ۔

۱۵۹ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ عَهْدَ ۔ (معاہدہ) ۔ اَلْعَهْدُ کے معنی ہیں کسی چیز کی بہم نگہداشت ۔ حفاظت اور خبر گیری کرنا ۔ اس بنا پر اس پختہ وعدہ کو بھی عَهْدٌ کہا جاتا ہے جس کی نگہداشت ضروری ہو عَهْدُ اللّٰهِ (خدائی عہد) سے مراد کبھی تو وہ صلاحیت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہماری عقلوں میں راسخ کر دی ہے اور کبھی اس سے مراد وہ احکام ہوتے ہیں جن کا پیغمبروں نے کتاب وسنت کے ذریعہ حکم دیا ہے ۔ لفظ میثاق کے بھی تقریباً یہی معنی ہیں ۔ (شمارہ ۱۶۰)

۱۶۰ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ مِيْثَاقِهٖ ۔ (اس کی مضبوطی کے) ۔ اَلْمِيْثَاقُ کے معنی پختہ عہد وپیمان کے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو ۔ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۔ (الاحزاب ۳۳ ۔ ۷) (اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا) ۔ اَلْمَوْثِقُ (اسم) پختہ عہد وپیمان ۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ ۔ (یوسف ۱۲ ۔ ۶۶) (پس جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دیا) ۔ وَثِقْتُ بِهٖ ۔ کسی پر اعتماد کرنا اور مطمئن ہونا ۔ اَلْوِثَاقُ اس زنجیر یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کہیں پر باندھ دیا جائے ۔ وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (الفجر ۸۹ ۔ ۲۶) (اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا) ۔

۱۶۱ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ يَقْطَعُوْنَ ۔ (کاٹتے ہیں) ۔ اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینا کے ہیں ۔ خواہ اس کا تعلق حاسۂ بصر سے ہو ، جیسے اجسام وغیرہ یا بصیرت سے ہو ، جیسے معنوی چیزیں ۔ (یہ لفظ وصل کی ضد ہے) ۔ چنانچہ اس سے اعضاء کا قطع کرنا مراد ہوتا ہے ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ۔ (المآئدۃ ۵ ۔ ۳۸) (اور جو چوری کرے مرد یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو) ۔ قطع طریق کے دو معنی آتے ہیں (۱) راستہ طے کرنا (۲) رہزنی کرنا ۔ جیسے فرمایا ۔ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ (العنکبوت ۲۹ ۔ ۲۹) (تم کیوں مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو اور مسافروں کی راہزنی کرتے ہو) ۔ (راہ گیروں کو لوٹنے پر قطع اس لیے بولا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ راہ چلنا چھوڑ دیتے ہیں ۔ تو گویا یہ راستہ کو قطع کرنا ہے) ۔ قَطْعُ الرَّحِمِ ۔ رشتہ کا کاٹ لینا یا احسان کو روک لینا ۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے ۔ قَطْعُ الْاَمْرِ کے معنی کسی کام کا فیصلہ کرنا کے ہیں ۔ اسی سے فرمایا ۔ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا ۔ (النمل ۲۷ ۔ ۳۲) (میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی) ۔ قِطْعٌ مِّنَ الَّيْلِ کے معنی رات کے ایک حصہ کے ہیں ۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ ۔ (ہود ۱۱ ۔ ۸۱) (سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے جائیے) ۔

۱۶۲ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ يُّوْصَلَ ۔ (ملایا جائے) اَلْاِتِّصَالُ جس کا مادہ و ص ل ہے کے معنی باہم اس طرح متحد ہو جانا کے ہیں جس طرح کہ قطر دائرہ کی دونوں طرفیں ملی ہوئی ہوتی ہیں ۔ اس کی ضد انفصال آتی ہے ۔ وَصْلٌ کے معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں ۔ اَنْ يُّوْصَلَ سے مراد وہ مراسم بھی ہیں جو بندہ اور خدا کے درمیان ہیں اور وہ روابط بھی جو انسانوں کے مابین ہیں جن کو جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ وَصَّلْنَا الْقَوْلَ کے معنی متواتر بات کہنا کے ہیں ۔ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ ۔ (القصص ۲۸ ۔ ۵۱) (اور تحقیق ہم اس کلام (یعنی قرآن) کو ان کے پاس لگاتار بھیجتے رہے ہیں) ۔

۱۶۳ ۔ ۲ ۔ ۲۷ ۔ يُفْسِدُوْنَ ۔ (بگاڑ کرتے ہیں) ۔ اَلْفَسَادُ (مصدر) کی تشریح شمارہ ۴۰ میں کی جا چکی ہے ۔ یہاں فساد سے ہر قسم کا بگاڑ اور خرابی مراد ہے ۔ مثلاً جان ومال کو نقصان پہنچانا ۔ کھیتی ومویشی کا نقصان کرنا ۔ عقیدہ اور اخلاق میں بگاڑ پیدا کرنا ۔ یا انسانوں کے دلوں میں باہم کینہ اور بغض پیدا کرنا وغیرہ ۔ پھر وہ فساد خواہ ہاتھ ،

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

پاؤں اور زبان سے ہو یا صرف اشارے اور کنایہ سے ہو یہ سب قسمیں فساد میں داخل ہے۔

۱۶۴ - ۲ - ۲۷ - اَلْخٰسِرُوْنَ - (ٹوٹا پانے والے - خسارے میں پڑنے والے) - خاسر کی جمع ہے۔ اَلْخُسْرُ وَ اَلْخُسْرَانُ کے لغوی معنی راس المال میں کمی آجانا اور تجارت میں خسارہ کے ہیں۔ عام طور پر اس کا استعمال خارجی ذخائر میں نقصان اٹھانے پر ہوتا ہے - جیسے مال و جاہ وغیرہ، لیکن کبھی معنوی ذخائر یعنی صحت، سلامتی، عقل، ایمان اور ثواب کھو بیٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے - بلکہ ان چیزوں میں نقصان اٹھانے کو اللہ تعالیٰ نے خسران مبین قرار دیا ہے - اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ - (الزمر ۳۹ - ۱۵) (یاد رکھو یہی صریح خسارہ ہے) - قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی خسران کا لفظ آیا ہے - اس سے مراد قیامت کے دن میزانِ عمل میں کمی کا موجب ہوتا ہے - دنیوی کاروبار یا دیگر چیزوں میں نقصان اٹھانا مراد نہیں۔

۱۶۵ - ۲ - ۲۸ - كَيْفَ - (کس طرح - کیوں کر) - یہ لفظ اسم استفہام ہے، لیکن اسے اسم ظرف بھی کہا جاتا ہے - بالعموم كَيْفَ کا لفظ کیفیت اور حالت سے متعلق سوال کے معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے - یہاں اس لفظ میں استفہام انکار و تعجب کا مفہوم پایا جاتا ہے - جو آیت کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے - "کافرو! تم خدا سے کیوں کر منکر ہو سکتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق اس لفظ کا استعمال جائز نہیں ہے - لیکن جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق کیف کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں تنبیہ کے طور پر مخاطب سے استخبار کے لئے لایا گیا ہے - جیسے فرمایا - فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ - (العنکبوت ۲۹ - ۲۰) (پس دیکھو - اس نے (خدا تعالیٰ نے) کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا)۔

۱۶۶ - ۲ - ۲۸ - تَكْفُرُوْنَ - (کفر کرتے ہو - انکار کرتے ہو) - اَلْكُفْرُ کی تشریح شمارہ ۱۴۱ میں عرض کی جا چکی ہے -

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کفر یا کفران دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی چھپانا اور انکار کرنا - انکار کسی شے کے وجود کا بھی ہو سکتا ہے اور اس کی طاقتوں اور صفات کا بھی - (اس لفظ کی کچھ مزید تشریح آگے چل کر شمارہ ۵۳۷ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۱۶۷ - ۲ - ۲۸ - اَمْوَاتًا - (مردے) - میّت سے جمع کا صیغہ ہے - اَلْمَوْتُ یہ حیات (شمارہ ۱۴۷) کی ضد ہے - موت کی کئی قسمیں ہیں - (۱) قوت نامیہ (جو کہ انسان، حیوانات اور نباتات سب میں پائی جاتی ہے) کا زوال يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا - (الحدید ۵۷ - ۱۷) (زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے)۔ (۲) حس و شعور کا زائل ہو جانا، يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا - (مریم ۱۹ - ۲۳) (کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی)۔ (۳) قوتِ عاقلہ کا زائل ہو جانا اور اسی کا نام جہالت ہے، اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ - (الانعام ۶ - ۱۲۲) (بھلا جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) - (۴) غم، جو زندگی کے چشمۂ صافی کو مکدر کر دیتا ہے - وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ - (ابراہیم ۱۴ - ۱۷) (اور ہر طرف سے اسے موت آ رہی ہو گی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا - (۵) موت بمعنی نیند، وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ (الانعام ۶ - ۶۰) (اور وہی تو ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے) - (رُوحِ انسانی، منجملہ دو ارواحِ طیبہ کے ہے - ابن عباسؓ نے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ میں روحِ نفس مراد لیا ہے اور روحِ حیوانی جس کے نکلنے سے موت واقع ہو جاتی ہے، کو نفس حیوٰۃ فرمایا ہے) - آیت زیر تشریح میں اموات سے معدوم اور غیر موجود شے مراد ہے - بعض علماء نے لکھا ہے کہ اموات سے تراب (مٹی) اور مادہ تولید بھی مراد ہو سکتا ہے -

۱۶۸ - ۲ - ۲۸ - فَاَحْيَاكُمْ - (سو تم کو جاندار کیا) - اَلْحَيٰوةُ کے اصل معنی زندگی اور جینا کے ہیں - مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۱۴۷ مطالعہ فرمائیں -

یہاں حیاۃ سے مراد وجود اور خلق (پیدا کرنا) ہے -

۱۶۹ - ۲ - ۲۸ - ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ -

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

(پھر وہی تم کو موت دے گا اور وہی تم کو جلائے گا) ۔ موت وحیات کی مفصل تشریح بالترتیب شمارہ ۱۶۷ اور ۱۴۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔ یہاں موت اور حیات سے دنیا کی موت اور آخرۃ کی حیاۃ مراد ہے جس کو حشر ونشر بھی کہا جاتا ہے۔

۱۷۰۔ ۲ ۔ ۲۸ ۔ تُرْجَعُوْنَ ۔ (تم لوٹائے جاؤ گے) ۔ اَلرُّجُوْعُ کی تشریح شمارہ ۹۵ میں بیان کی جا چکی ہے۔ یہاں رجوع سے مراد جنت اور جہنم کے آخری ٹھکانہ تک رسائی ہے۔

۱۷۱۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ هُوَ ۔ (وہ) ۔ یہ لفظ دو حرفوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ھ اور دوسرا و ۔ عربی زبان میں اس لفظ سے ایک ایسی ذات کو تعبیر کیا جاتا ہے جو متکلم اور مخاطب کے علاوہ ۔ یعنی غائب ہو۔ محققین لغت نے لکھا ہے ۔ کہ اس ضمیر غائب میں اصل حرف " ھ " ہے اور واو سہولتِ تکلم کے لئے زائد کیا گیا ہے ۔ اسی لئے اس کی تثنیہ اور جمع ھما اور ھم میں واو نہیں بولا جاتا۔

۱۷۲۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ اِسْتَوٰی ۔ (پھر توجہ فرمائی) ۔ اَلْمُسَاوَاۃُ کے معنی وزن یا پیمانہ کے لحاظ سے دو چیزوں کا ایک دوسرے کے برابر اور یکساں ہونا کے ہیں (شمارہ ۴۲) ۔ کبھی یہ لفظ بلحاظ کیفیت برابر ہونا کے مفہوم میں بھی بولا جاتا ہے۔

عربی میں یہ لفظ استواء دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص کسی اعتبار سے دوسرے کے برابر ہو یا ایک چیز کسی حیثیت سے دوسری چیز کے برابر ہو۔ دوسرے معنی استوار کے یہ ہیں کہ کوئی چیز اپنی حیثیت اور وضع میں ٹھیک ہو جائے۔

کسی چیز کو سیدھا اور درست کرنا ۔ ہموار کرنا ۔ اور موزونیت اور تناسب سے پیدا کرنا تسویہ کہلاتا ہے۔ مزید تشریح شمارہ ۱۴۷ میں دیکھیے۔

جب لفظ اِسْتَوٰی متعدی بہ اِلٰی ہو، (جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے)، تو اس کے معنی کسی چیز کی انتہا تک بالذات یا بالتدبیر پہنچ جانا کے ہوتے ہیں۔ یہی لفظ جب علیٰ کے ذریعے متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنا اور قرار پکڑنا کے ہوتے ہیں ۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔ (طٰہٰ ۲۰ ۔ ۵) (رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا) ۔ حسب روایات وآیات، عرش (تختِ سلطنت) آسمانوں اور کرسی کے علاوہ، ان سب کے اوپر اور ان سب سے بڑا (مثل قبہ) ایک جسم عظیم ہے۔ اس کے پائے بھی ہیں، فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ ساکن ہے لیکن احیاناً اس کو حرکت بھی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷۳۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ اَلسَّمَآءِ ۔ (آسمان) شمارہ ۹۸ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۴۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ فَسَوّٰهُنَّ ۔ (پھر ان کو درست کیا) ۔ اَلتَّسْوِيَۃُ کے معنی ہموار کرنا کے ہیں (شمارہ ۱۷۲) ۔ اس کی اصل بھی استوار کی طرح سواء ہی ہے (شمارہ ۴۲) ۔ لیکن تسویۃ اور استواء میں فرق یہ ہے کہ استواء لازم ہے جس کے معنی ہیں برابر ہونا ٹھیک ہو جانا اور تسویۃ متعدی ہے ۔ جس کے معنی ہیں برابر کرنا اور ٹھیک کرنا ۔ فَسَوّٰهُنَّ کے معنی ہوئے ۔ سو ان کو درست کر دیا اور ٹھیک (سات آسمان) بنا دیا ۔ یعنی ان کی مناسب ہیئت اور وضع پر ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔

۱۷۵۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ سَبْعَ (سات) ۔ اَلسَّبْعُ سات کے عدد کو کہتے ہیں۔ سَبْعًا شِدَادًا (النبا ۷۸ ۔ ۱۲) (سات مضبوط آسمان) ۔ سَبْعَ سُنْبُلٰتٍ (یوسف ۱۲ ۔ ۴۶) (سات بالیں) ۔ سَبْعَ لَيَالٍ (الحاقۃ ۶۹ ۔ ۷) (سات راتیں) ۔

۱۷۶۔ ۲ ۔ ۲۹ ۔ عَلِيْمٌ ۔ (واقف ہے ۔ جاننے والا ہے) ۔ (۱) یہ لفظ (صیغہ مبالغہ) اسم نکرہ ہے اور درحقیقت اس صفت کے ساتھ موصوف ہونا کی اہل تو ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔ اَلْعَالِمُ کا لفظ جب اللہ کی صفت کی حیثیت سے بولا جاتا ہے۔ تو اس سے مراد وہ ذات ہوتی ہے جس سے کوئی چیز بھی مخفی نہ ہو۔ اور یہ مفہوم صرف باری تعالیٰ کے حق میں ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ کسی بھی دوسرے کو اسکے معنی کے ساتھ متصف کرنا درست نہیں ۔

(۲) اَلْعِلْمُ کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کر لینا اور یہ دو قسم پر ہے ۔ (الف) کسی چیز کی ذات کا ادراک کر لینا

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

(ب) ایک چیز پر کسی صفت کا ادراک جو فی الواقع اس کے لئے ثابت ہو یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جو فی الواقع اس سے منفی ہو۔ (۳) ایک اور اعتبار سے بھی علم کی دو قسمیں ہیں (الف) نظری۔ وہ علم جو حاصل ہوتے ہی مکمل ہو جائے۔ جیسے کہ وہ علم جس کا تعلق موجودات عالم سے ہے۔ (ب) عملی علم۔ وہ علم ہے جو عمل کے بغیر تکمیل نہ پائے۔ جیسے عبادات کا علم۔

(۴) ایک تیسری حیثیت سے علم کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (الف) عقلی۔ یعنی وہ علم جو صرف عقل سے حاصل ہو۔ (ب) سمعی۔ یعنی وہ علم جو صرف عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ بذریعہ نقل و سماعت حاصل کیا جائے۔

اَلْعَلَمُ۔ ایسا نشان جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ جیسے عَلَمُ الطَّرِیْقِ اس نشان کو کہتے ہیں جو راستہ کی پہچان کے لئے اس میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور فوج کے جھنڈے کو عَلَمُ الْجَیْشِ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے فوج کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے پہاڑ کو بھی عَلَمٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَعْلَامٌ ہے۔ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ (الرحمٰن ۵۵ - ۲۴) (دریا میں پہاڑوں کی مانند)۔ اَلْعَالَمُ۔ جملہ کائنات۔ (مفصل تشریح شمارہ ۹ میں دیکھیں)۔

۱۷۷۔ ۲ ۔ ۳۰ ۔ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ۔ (فرشتوں کو)۔ اَلْمَلَکُ۔ بادشاہ۔ مَلَآئِکَۃٌ مَلَکٌ کی جمع ہے۔ اور مَلَکٌ کے معنی ہیں فرشتہ۔ اہل لغت نے لکھا ہے۔ کہ ملک اصل میں مالک تھا۔ اہل عرب نے تلفظ میں ہمزہ کو مؤخر اور لام کو مقدم کر دیا۔ گویا ملئک ہو گیا۔ پھر استعمال میں ہمزہ ساقط کر دیا گیا اور تلفظ ملک ہو گیا۔ لغوی اعتبار سے ملائکہ کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والے فرشتے۔ اس لفظ کی اصل م ل ک ہے۔ جس کے معنی قوت کے ہیں۔ مِلک لام کے زیر کے ساتھ اس شخص کو کہتے ہیں جو لشکری اور مادی قوت سے اپنے احکام جاری کرتا ہے۔ اور مَلَک لام کے زبر کے ساتھ وہ فرشتہ ہے جو الٰہی قوتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کرتا ہے۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

جملہ مذاہب اور اہل عقل و نقل اس کے وجود پر متفق ہیں۔ کہ فرشتہ ایک وجودی اور واقعی شے ہے۔ محض خیالی اور اختراعی نہیں ہے۔ فرشتوں کے نورانی اور لطیف جسم اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مختلف صورتیں اور شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اطاعت اور بندگی ان کا خاصہ ہے۔ معصیت اور گناہ سے منزّہ اور پاک ہیں۔ کھانے، پینے، سونے اور تمام بشری حاجتوں سے بھی منزّہ ہیں۔ نہ وہ مذکر و مونث ہیں اور نہ ہی ان میں توالد و تناسل ہے۔ ان کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ ملائکہ کی ایک قسم وہ ہے جو ہمہ وقت معرفت الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اور بجز تسبیح و تقدیس ان کی اور کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ دوسری قسم فرشتوں کی وہ ہے جو آسمان اور زمین کے انتظام اور تدبیر عالم میں مختلف کاموں پر مامور ہیں۔ مقرب فرشتے چار ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل۔ ملائکہ پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔

۱۷۸۔ ۲ ۔ ۳۰ ۔ جَاعِلٌ۔ (بنانے والا ہوں)۔ یہ لفظ جَعَلَ سے بنا ہے۔ جس کے معنی پیدا کرنا اور بنانا کے ہیں اور جاعل کے معنی خالق کے ہیں۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۲ میں کی جا چکی ہے۔

۱۷۹۔ ۲ ۔ ۳۰ ۔ اَلْاَرْضِ۔ (زمین میں)۔ اس لفظ کے لغوی معنی شمارہ ۱۱ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے۔ کہ ارض سے مراد مکہ ہے۔ کیونکہ وہ کل زمین کا مبدا اور اصل ہے۔ اور زمین نے چونکہ زمینی صورت مکہ سے اختیار کی ہے۔ اس لئے مکہ کا نام ام القریٰ بھی ہے۔ یعنی بستیوں کی اصل۔ بہرحال ارض سے ہر وہ جگہ مراد ہے جو انسانی بود و باش کے لئے بنائی گئی ہے۔

۱۸۰۔ ۲ ۔ ۳۰ ۔ خَلِیْفَۃً۔ (ایک نائب)۔ یہ لفظ خلافت یا خلف سے بنا ہے۔ خلافت کے لغوی معنی ہیں پیچھے ہونا۔ اسی سے نائب اور قائم مقام کے معنی بھی آتے ہیں۔ نیز خلف کے معنی پیچھے کی سمت کے بھی ہیں۔ خَلَفٌ اور خَلْفٌ کے معنی بھی بعد آنے والے کے ہیں۔ لیکن علماء اہل لغت نے یہ فرق بیان کیا ہے۔ کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) مدح کے موقعہ پر بولا جاتا ہے اور خَلْفٌ (لام کی جزم کے ساتھ) برائی کے موقعہ پر۔ گویا خَلَفٌ کے معنی صحیح جانشین کے ہیں

اورخَلَفٌ کے معنی ناخلف کے ہیں۔ بہرحال یہاں خلیفہ سے مراد خلیفۃ اللّٰہ فی الارض ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ شانِ کبریائی اور عظمت کی بنا پر اپنے احکام اپنے ایک نائب کے ذریعے صادر فرماتے ہیں۔ اسی نائب کو خلیفہ کہتے ہیں۔ (خلیفۃؔ کی تا تانیث کی نہیں۔ بلکہ مبالغہ کی ہے۔) شمارہ ۲۹۸ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۸۱-۲-۳۰ - یُفْسِدُ - (فساد کرے گا)۔ اَلْفَسَادُ کی تشریح شمارہ ۶۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۸۲-۲-۳۰ - یَسْفِکُ الدِّمَاءَ - (خون ریزی کریگا)۔ (۱) اَلسَّفْکُ کے معنی ہیں بہانا۔ سفک دمار۔ خون بہانا۔ اس سے مراد قتل اور خون ریزی ہے۔ ویسے یہ لفظ ہر سیال چیز اور آنسو بہانا سے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے۔ (اس سے مجازاً وہ محرکات اور اسباب مراد ہوتے ہیں جو قتل اور خونریزی کا موجب بنتے ہیں)۔

(۲) اَلدَّمُ۔ خون۔ یہ اصل میں دَمَیٌ تھا۔ (یا کو برائے تخفیف حذف کر دیا ہے)۔ اس لفظ کے معنی سرخ رنگ کے بھی آتے ہیں۔ جیسے فَرَسٌ مُدْمِیٌ۔ خون کی طرح نہایت سرخ رنگ کا گھوڑا۔ دَمٌ کی جمع دِمَاءٌ ہے۔

۱۸۳-۲-۳۰ - نُسَبِّحُ - (ہم تسبیح بیان کرتے ہیں)۔ اَلسَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گزر جانا کے ہیں۔ استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا۔ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ (الانبیاء ۲۱-۳۳)۔ (سب (اپنے اپنے) فلک یعنی دوائر میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں)۔ اور کسی کام کو سرعت کے ساتھ کر گزرنے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا۔ (المزمل ۷۳-۷) (البتہ دن کے وقت تو آپ بہت مشغول کار رہتے ہو)۔

شرعی اصطلاح میں اَلتَّسْبِیْحُ کے اصل معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنا کے ہیں۔ پھر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے اور ہر قسم کی قولی۔ فعلی اور قلبی عبادت پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ زیر تشریح میں مراد ہے۔ نیز تسبیح کے معنی سبحان اللہ کہنا کے بھی ہیں۔ یہ عبادت ایسی ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ اس عبادت سے خالی نہیں۔ جملہ مخلوق تعریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان کرتی رہتی ہے۔ قرآن کریم میں لفظ تسبیح اور سبحان کبھی تطہیر اور پاکی کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی اظہار حیرت اور تعجب کے لئے۔ مزید تشریح شمارہ ۱۸۴ اور ۵۷۰ میں پڑھیں۔

۱۸۴-۲-۳۰ - نُقَدِّسُ لَکَ - (ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں)۔ اَلتَّقْدِیْسُ کے معنی اس تطہیر الٰہی کے ہیں جو کہ آیت وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (الاحزاب ۳۳-۳۳)۔ (اور تم کو بالکل صاف کر دے)۔ میں مذکور ہے۔

تقدیس کے معنی بھی تسبیح کے ہی ہیں (شمارہ ۱۸۳)۔ عربی میں محاورہ ہے۔ قدس الارض۔ یعنی زمین کی مسافت طے کر کے دور نکل گیا۔ اسی طرح پانی میں تیرتے ہوئے دور نکل جانے کو سبح الماء بولا جاتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ تسبیح اور تقدیس باوجودیکہ مترادف اور ہم معنی ہیں مگر استعمال میں یہ فرق ہے۔ کہ اعمال وصفات ذات کی پاکی کے لئے لفظ تسبیح بولا جاتا ہے، اور ذات باری کی تنزیہہ وتطہیر کے لئے لفظ تقدیس۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام اَلسُّبُّوْحُ بھی ہے اور ایک اَلْقُدُّوْسُ بھی۔ اور آیت کریمہ۔ قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ۔ (النحل ۱۶-۱۰۲)۔ (کہہ دو کہ اس کو روح القدس لے کر نازل ہوتے ہیں)۔ میں روح القدس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قدس یعنی قرآن، حکمت اور فیض الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں جس سے نفوس انسانی کی تطہیر ہوتی ہے۔ اور البیت المقدس کو بیت مقدس اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ نجاست شرک سے پاک وصاف ہے۔

۱۸۵-۲-۳۱ - عَلَّمَ - (اس نے تعلیم دی)۔ اَلْعِلْمُ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۷۶ میں عرض کی جا چکی ہے۔ لغوی اعتبار سے علم کے معنی ہیں دانش یعنی جاننا۔ اور تعلیم کے معنی ہیں سکھانا اور علم دینا۔ یہاں تعلیم سے علم الاسماء کا سکھانا مراد ہے۔

۱۸۶-۲-۳۱ - اٰدَمَ - (جناب آدمؑ کو)۔ ابوالبشر آدم

علیہ السلام - اس لفظ سے متعلق اہل لغت کی مختلف آراء یہ ہیں۔ (۱) یہ اَدِیْمُ الْاَرْضِ سے مشتق ہے اور اُن کا نام آدم اس لئے رکھا گیا کہ ان کے جسم کو بھی ادیم ارض یعنی روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (۲) یہ اُدْمَۃٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی گندمی رنگ کے ہیں۔ چونکہ آدم علیہ السلام بھی گندمی رنگ کے تھے اس لئے انہیں اس نام سے موسوم کیا گیا۔ (سیاہ و سفید رنگ کے مابین کو گندمی رنگ کہا جاتا ہے)۔ (۳) اس کا ماخذ اَدَمَۃٌ ہے جس کے معنی اسوہ اور نمونہ کے ہیں اور انسان اپنی فطرت سے نمونے اور اسوہ کا محتاج ہے۔ (۴) آدم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ مختلف عناصر اور قوای کے امتزاج سے پیدا کئے گئے تھے جیسا کہ آیت اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ۔ (الدہر - ۷۶ - ۲) (مخلوط عناصر سے (پیدا کیا) کہ اسے آزماتے ہیں)۔ (۵) آدم اِدَمٌ سے مشتق ہے اور اِدَمٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے طعام لذیذ اور خوشگوار محسوس ہو۔ مثلاً سالن وغیرہ۔ اور (حضرت) آدمؑ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی روح ڈال کر اسے پاکیزہ بنا دیا تھا۔ جیسے کہ آیت مبارکہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (صٓ ۳۸ - ۷۲) (اور اس میں اپنی روح پھونک دوں گا یعنی جان ڈال دوں گا)۔ میں مذکور ہے۔

۱۸۷ - ۲ - ۳۱ - اَلْاَسْمَآءَ - (نام)۔ یہ لفظ اسم کی جمع ہے اور اسم کے معنی ہیں نام۔ یہاں مراد اسماء الٰہیہ کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے براہِ راست آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ یہ تعلیم الفاظ (حروف) اور آواز کے ذریعے نہ تھی بلکہ بطور القاء (الہام) اللہ تعالیٰ نے دل میں اتار دیا۔ یہاں اسماء سے مسمیات کے نام اور خواص و آثار مراد ہیں۔ علم لغت اور اشیاء کے خواص و آثار کا علم دونوں ہی الہامی ہیں۔ البتہ کچھ سماع اور تقلید پر بھی مبنی ہیں۔

۱۸۸ - ۲ - ۳۱ - عَرَضَھُمْ - (پیش کیا اُن کو۔ روبرو کر دیا اُن کو)۔ اَلْعَرْضُ کے اصل معنی چوڑائی (الطول کی ضد) کے ہیں۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ (آل عمران ۳ - ۱۳۳)۔ (اور اپنے رب کی جانب بخشش اور جنت، جس کی چوڑائی زمین و آسمان ہے کی طرف دوڑو (اور یہ) پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے)۔ اس مادہ سے کچھ الفاظ قرآن کریم میں ان معانی میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ (۱) کسی کے سامنے کوئی چیز پیش کرنا۔ جیسا کہ یہاں مراد ہے۔ (۲) اَلْعَارِضُ۔ وہ چیز جو سامنے آئے۔ خاص طور پر بادل (جو افق پر پھیلا ہوا ہو)۔ ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ (الاحقاف ۴۶ - ۲۴) (یہ بادل ہم پر برس کر رہے گا)۔ نیز اَلْعَارِضُ کا لفظ عارضۂ مرض پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بمعنی رخسار آجاتا ہے۔ (۳) اَلْعُرْضَۃُ۔ جو کسی سامنے آکر آڑ بن جائے۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ۔ (البقرۃ ۲ - ۲۲۴) (اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے حجاب مت بناؤ)۔ (۴) اَعْرَضَ۔ روگردانی کرنا۔ کنارہ کرنا۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ۔ (الاعراف ۷ - ۱۹۹) (اور جاہلوں سے کنارہ کر لو)۔ (۵) اَلْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ اسی اعتبار سے دنیا کی بے ثباتی کی طرف ارشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا۔ (الانفال ۸ - ۶۷) (تم لوگ پیش افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو)۔ (۶) اَلتَّعْرِیْضُ۔ پہلو دار بات کرنا جو سچ جھوٹ اور ظاہر و باطن دونوں معنوں پر محمول ہو سکتی ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِہٖ مِنْ خِطْبَۃِ النِّسَآءِ۔ (البقرۃ ۲ - ۲۳۵) (اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو پیغام (نکاح) دینے کے بارے میں کوئی بات اشارۃً کہو)۔ بعض نے کہا ہے کہ نکاح کے پیغام میں تعریض کی صورت یہ ہے کہ عورت سے کہا جائے مثلاً۔ تم بہت خوبصورت ہو۔ پسندیدہ نظر ہو۔ وغیرہ۔

۱۸۹ - ۲ - ۳۲ - اَلْحَکِیْمُ - (حکمت والا)۔ حَکَمَ کے لغوی معنی کسی چیز کی اصلاح کے لئے اسے روک دینا کے ہیں۔ اس بنا پر لگام کو حَکَمَۃُ الدَّآبَّۃِ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسے قابو میں رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں اس مادہ سے کچھ الفاظ ان معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ (۱) اَلْحُکْمُ۔ کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا ہے۔ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ۔ (النساء ۴ - ۵۸) (اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو)۔ (۲) حَاکِمٌ۔ جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

اس کی جمع حُکّامٌ آتی ہے۔ وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ (البقرۃ ۲ - ۱۸۸) (اور (نہ) اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ)۔ (۳) حَكَمٌ - منصف، ماہر حاکم - اس لفظ میں حاکم سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے - أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا - (الانعام ۶ - ۱۱۴) - (کیا میں خدا کے سوا اور منصف تلاش کروں)۔ (۴) اَلْحِكْمَةُ - علم وعقل کے ذریعہ حق بات دریافت کرلینا - یہ لفظ ان الفاظ میں سے ہے جس کے معنی اور مفہوم نسبت کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں - چنانچہ حکمت کی نسبت جب انسان کی طرف کی جائے تو اس کے معنی ہوں گے - معرفت اور اسرار و رموز سے واقفیت - اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیجائے تو اس کے معنی ہیں محکم ومضبوط اور عالمین کے حقائق سے باخبر - اور یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں۔

(۵) نیز قرآن پاک کو بھی حکیم کہا گیا ہے - جس کا مفہوم یہ ہے - کہ قرآن کریم اسرار وحکمت اور دانائی سے بھری ہوئی کتاب ہے - مضبوط اور محکم ہے - تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ - (یونس ۱۰ - ۱) (یہ بڑی دانائی کی محکم کتاب کی آیتیں ہیں) - شمارہ ۲۴۴ -

۱۹۰ - ۲ - ۳۱-۳۳ - أَنْبِئُونِي - (بتا مجھ کو) - أَنْبِئْهُمْ (بتا دے ان کو) - أَنْبَأَهُمْ (اس نے بتا دیا ان کو) - یہ تینوں الفاظ اَلنَّبَأُ یا نَبَأٌ سے ماخوذ ہیں جن کے اصل معنی خبر کے ہیں - لیکن کسی خبر پر نَبَأٌ کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ تین چیزیں موجود نہ ہوں - (۱) خبر کا نہایت مفید ہونا - (۲) اس سے علم یا غلبہ ظن کا حاصل ہونا - اور (۳) صرف وہ خبر جس میں کذب کا قطعاً کوئی احتمال نہ ہو - جیسے خبر متواتر - خبر الٰہی اور خبر نبوی - اَلنُّبُوَّةُ - وہ سفارت جو اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے درمیان ان کے امور دینوی اور اخروی میں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاری ہوتی ہے - اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے - کہ وہ ان باتوں کی خبر دیتا ہے جو نَبَأٌ کی مصداق ہوں اور ان پر عقول سلیمہ مطمئن ہوتی ہیں - یعنی نہایت مفید علم، غلبہ والی اور نہایت سچی خبر دینے والا - اسی بنا پر نبی کو مخبر (خبر دینے والا) نہیں کہتے بلکہ جب یہ لفظ کسی نبی کی ذات سے متعلق استعمال کیا جائے

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

تو "صادق" کا لفظ بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے کہ مخبر صادق - اَلنَّبْأَةُ - پست اور خفی آواز -

۱۹۱ - ۲ - ۳۳ - تُبْدُوْنَ - (تم ظاہر کرتے ہو) - بَدَاءٌ - نمایاں طور پر ظاہر ہو جانا - وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا - (الزمر ۳۹ - ۴۷) (اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی) - نیز ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں صاف نظر آتی ہوں اُسے بَدْوٌ (بَادِيَةٌ) کہا جاتا ہے - بَادِيَةٌ - صحرا - اَلْبَادِيْ - صحرانشین -

۱۹۲ - ۲ - ۳۳ - تَكْتُمُوْنَ - (تم چھپاتے ہو) - كَتْمًا - كِتْمَانًا کے معنی کوئی بات چھپانا کے ہیں - كِتْمَانُ فَضْلٍ - کفران نعمت کے مفہوم میں ہی استعمال ہوتا ہے - وَيَكْتُمُوْنَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ - (النساء ۴ - ۳۷) (اور پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے) -

۱۹۳ - ۲ - ۳۴ - لِلْمَلَائِكَةِ - (فرشتوں کو) - مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۱۷۷ کی طرف رجوع فرمائیں -

۱۹۴ - ۲ - ۳۴ - اُسْجُدُوْا - (سجدہ کرو) - (۱) اَلسُّجُوْدُ کے لغوی معنی فروتنی، عاجزی، اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں - اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور اس کی عبادت کرنے کو سُجُوْدٌ کہا جاتا ہے - اور یہ انسان، حیوانات اور جمادات سب کے حق میں عام ہے - (کیونکہ) سجود کی دو قسمیں ہیں (۱) سجود اختیاری جو انسان کے لئے خاص ہے اور اسی سے وہ ثواب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے - (۲) سجود تسخیری جو انسان، حیوانات اور جمادات سب کے حق میں عام ہے - (۳) اس لفظ کے لغوی معنی جھک جانا، سرٹیک دینا اور پستی اختیار کرنا کے بھی آتے ہیں - شرعی اصطلاح میں سجود کے معنی ہیں پیشانی کو بقصد عبادت رکھ دینا، جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے تذلل و پستی کے انتہائی درجہ کا مظہر ہے - (۴) یہاں سجدہ کرنا سے متعلق چند آراء یہ ہیں - (۱) مسجود ملائکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے اور حضرت آدمؑ کو سمت اور جہت قرار دیا گیا - جیسا کہ نمازوں کے سجدہ میں رخ قبلہ کی طرف کیا جاتا ہے - اور مسجود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے -

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

گویا اُسْجُدُوْا لِآدَمَ سے اصل میں مراد اُسْجُدُوْا اِلٰی آدَمَ ہے ۔ (۲) یہاں نہ سجدہ کے لغوی معنی مراد ہیں (اور نہ ہی شرعی معنی۔ بلکہ عرفی معنی مراد ہیں ۔ اور وہ سجدۂ تحیۃ اور سجدہ تعظیم ہوتا ہے ۔ اس کی حیثیت سر جھکا کر سلام کرنا کے ہیں ۔ (شریعت محمدیہ میں سجدہ تحیۃ اور سجدہ تعظیمی بھی حرام اور ممنوع ہے) ۔ (۳) یہاں سجدہ سے مراد حضرت آدم کے سامنے انکساری کرنا کے ہیں ۔

۱۹۵ - ۲ - ۳۴ - اِبْلِیْسَ ۔ (ابلیس) ۔ (۱) اَلْاِبْلَاسُ کے معنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا کے ہیں ۔ اَبْلَسَ ۔ وہ مایوس ہونے کی وجہ سے مغموم ہوا ۔ اس کے معنی خیر سے محروم ہونا اور رحمت سے مایوس ہونا کے بھی ہیں ۔ بعض کا خیال ہے کہ اسی سے اِبْلِیْس مشتق ہے ۔ (۲) دیگر اہل لغت کا خیال ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں بلکہ عجمی ہے اور اکلیل و احلیل کے وزن پر ہے اور بغیر کسی ماخذ و اشتقاق کے یہ اسم عَلَم اور نام ہے ۔ کچھ محققین کی یہ رائے ہے ۔ کہ شیطان (شمارہ ۷) انکار سجدہ اور استکبار کی وجہ سے چونکہ ہر خیر سے محروم اور رحمت سے دور ہے اس لئے ابلیس اس کا نام اور لقب ہوگیا ۔ مفسرین نے شیطان کے دو نام اور بھی نقل کئے ہیں ۔ (الف) عزازیل ۔ (ب) الحارث ۔ کنیت ابو مرّہ ۔ (۳) خلقت کے لحاظ سے بھی علماء اور محققین کے خیالات مختلف ہیں ۔ (الف) اصل میں یہ بھی ایک فرشتہ تھا لیکن انکار سجدہ کی وجہ سے اسے مسخ کرکے جن کردیا گیا ۔ (ب) ملائکہ کی ایک قسم ہے ۔ (ج) ابلیس اپنی پیدائش اور اصلیت کے اعتبار سے ہی جن ہے بلکہ سب جنات کا جدّ اعلیٰ یعنی ابو الجن ہے ۔ جن ناری مخلوق ہے اور ملائکہ نوری ۔ جنات میں نر و مادہ کا ازدواج بھی ہے اور توالد و تناسل بھی ۔ جنات میں ابرار بھی ہیں اور اشرار بھی ۔ فرمانبردار بھی اور باغی بھی ۔ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان کوئی اور شے ہے اور ابلیس کوئی اور ۔

۱۹۶ - ۲ - ۳۴ - اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ ۔ (اس نے انکار کیا اور غرور کیا) ۔ (۱) اَلْاِبَاءُ کے معنی شدت امتناع یعنی سختی کے ساتھ انکار کرنا کے ہیں ۔ اباء کا مفہوم یہ ہے ۔ کہ کسی چیز کو نفرت اور کراہت کے قابل سمجھ کر اپنے اختیار سے چھوڑ دینا ۔ (۲) اَلتَّکَبُّرُ وَالْاِسْتِکْبَارُ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں ۔ کبر وہ حالت ہے جس کے سبب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا خیال کرے اور سب سے بڑا تکبر قبول حق سے انکار اور اللہ کی عبادت سے انحراف ہے ۔ (۳) اَلْاِسْتِکْبَارُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ایک یہ کہ انسان بڑا بننے کا قصد کرے ۔ دوم یہ کہ انسان جھوٹ موٹ بڑائی کا قصد کرے اور ایسے اوصاف اپنی طرف منسوب کرے جو اس میں موجود نہ ہوں ۔

۱۹۷ - ۲ - ۳۴ - اَلْکٰفِرِیْنَ ۔ (کافروں سے) ۔ کافر کی جمع ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۴ اور ۱۶۶ اور مزید آگے چل کر شمارہ ۵۲۵ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۹۸ - ۲ - ۳۵ - رَغَدًا ۔ (بافراغت ۔ محظوظ ہوکر) ۔ رَغِدَ وَ رَغُدَ ۔ آسودہ زندگی ۔ اَلْمُرْغَادُ ایک قسم کا کھانا جو دودھ میں خرما وغیرہ ڈال کر بنایا جاتا ہے اور وافر ہونے کی وجہ سے زندگی کی آسودگی پر دلالت کرتا ہے ۔

۱۹۹ - ۲ - ۳۵ - اَلشَّجَرَۃَ ۔ (درخت) ۔ وہ نبات جس کا تنہ ہو ۔ یہاں درخت سے ضروری نہیں کہ کوئی حقیقی درخت ہی مراد ہو ۔ کوئی اور شے بھی ہوسکتی ہے ۔ بائبل میں اسے علم کا درخت کہا گیا ہے ۔ لیکن یہ درست نہیں ۔ قرآن کریم میں دو اور شجروں کا بھی ذکر آیا ہے ۔ ایک شجر طیبہ ۔ اور دوسرا شجر خبیثہ ۔ پاک باتوں اور پاک شریعت کو شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ اور گندی باتوں اور ناپاک خیالات کو شجرہ خبیثہ سے ۔ اَلشِّجَارُ وَالْمُشَاجَرَۃُ وَالتَّشَاجُرُ باہم جھگڑنا اور اختلاف کرنا ۔ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (النساء ۴-۶۵) (اپنے تنازعات میں) ۔ چونکہ لغت عرب میں شجر لڑائی کو بھی کہا جاتا ہے ۔ اس لئے یہاں یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ آدم کو آپس میں لڑائی جھگڑے سے منع کیا گیا ہے ۔

۲۰۰ - ۲ - ۳۵ - اَلظّٰلِمِیْنَ ۔ (ظالموں سے) ۔ (۱) اَلظُّلْمَۃُ کے اصل معنی ہیں روشنی کا معدوم ہونا ۔ کبھی اس لفظ کے معنی جہالت ، شرک اور فسق و فجور کے مراد لئے جاتے ہیں ۔ جس طرح کہ نور کا لفظ ان کے اضداد یعنی علم و ایمان اور عمل صالح پر بولا جاتا ہے ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

(۲) اَلظُّلْمُ ۔ اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک اس لفظ کے یہ معنی ہیں ۔ (الف) وضع الشئ فی غیر محلہ ۔ یعنی کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا ۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اس کے صحیح وقت یا اصل جگہ سے ہٹا کر ۔ (ب) انتقاص الحق یعنی حق سے تجاوز کرنا خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر ۔ (ج) جور و تعدی ۔ (د) وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے ۔ مثلاً کفر، شرک، نفاق وغیرہ ۔ (۳) یہاں سب سے پہلے معنی مراد ہیں ۔ گویا کہ تم اس جماعت میں شامل کئے جاؤ گے ۔ جس کے کام موقع اور محل پر نہیں ہوتے او جو کام کرنا مناسب ہوں ان کو ترک کر دیتے ہیں اور جو کام نہ کرنا مناسب ہو اس کو کر لیتے ہیں ۔ (شمارہ ۵۵۸ بھی دیکھیں) ۔

۲۰۱ ۔ ۲ ۔ ۳۶ ۔ فَاَزَلَّهُمَا ۔ (پس پھسلا یا اُن دونوں کو ۔ حضرت آدم اور حوا کو) ۔ زَلَقٌ اور زَلَلٌ تقریباً ہم معنی ہیں ۔ یعنی چکنی زمین جس پر کوئی سبزہ نہ ہو ۔ صَعِيدًا زَلَقًا (الکہف ۱۸ ۔ ۴۰) ۔ (صاف میدان) ۔ اَلْمَزْلَقُ ۔ پھسلنے کی جگہ ۔

۲۰۲ ۔ ۲ ۔ ۳۶ ۔ اِهْبِطُوْا (تم سب اُترو) ۔ اَلْهُبُوْطُ ۔ کے معنی کسی چیز کے قہر یعنی بے اختیاری کی حالت میں نیچے اتر آنا کے ہیں ۔ جیسا کہ پتھر بلندی سے نیچے گر پڑتا ہے ۔ اَلْهَبُوْطُ ۔ صیغہ صفت ۔ نیچے گرنے والی چیز ۔ هَبَطَ فعل لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔ جب لفظ ہبوط انسان کے لئے بولا جائے تو اس میں استخفاف، تنبیہ اور حقارت کا پہلو پایا جاتا ہے ۔ بخلاف لفظ اِنْزَالٌ کے کہ باعثِ شرف چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ ہبط کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا کو بھی کہتے ہیں ۔ اور هُبُوْطٌ کا مفہوم کبھی ایک مقام سے نکلنے اور کسی دوسرے مقام میں داخل ہوتا کے بھی ہیں ۔

۲۰۳ ۔ ۲ ۔ ۳۶ ۔ مُسْتَقَرٌّ ۔ (ٹھہرنا ہے ۔ قرار گاہ) ۔ قَرَارًا کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں ۔ اصل میں یہ قُرٌّ سے ہے جسکے معنی سردی کے ہیں جو سکون چاہتی ہے ۔ جیسا کہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے ۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ۔ (الاحزاب ۳۳ ۔ ۳۲) (اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں) ۔ اِسْتَقَرَّ فُلَانٌ ۔ قرار پکڑنے کا قصد کرنا ۔ اور یہ کبھی بمعنی قَرَّرَ (قرار پکڑنا) بھی آجاتا ہے جیسے استجاب بمعنی اَجَابَ ۔ چنانچہ جنت کے متعلق فرمایا ۔ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ۔ (الفرقان ۔ ۲۵ ۔ ۲۴) (ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور خوب جگہ مقام استراحت، دوپہر کے آرام کی) ۔

۲۰۴ ۔ ۲ ۔ ۳۷ ۔ فَتَلَقّٰى ۔ (پس پائے ۔ سیکھ لئے) ۔ لِقَاءٌ کے معنی کسی کے سامنے آنا اور اسے پا لینا کے ہیں (شمارہ ۴۸۵) ۔ اِلْقَاءٌ کسی کے دل میں کوئی بات اس طرح ڈال دینا کو کہتے ہیں کہ دوسرے کو سامنے نظر آئے ۔ عرف میں یہ لفظ کسی چیز کو مطلق پھینک دینا کو بھی کہتے ہیں

۲۰۵ ۔ ۲ ۔ ۳۷ ۔ كَلِمٰتٍ ۔ (کچھ کلمات ۔ نئی باتیں) ۔ كَلَامٌ کا اطلاق منظم و مرتب الفاظ اور ان کے معانی کے مجموعہ پر ہوتا ہے ۔ اور اہل نحو کے نزدیک کلام کے ہر جز پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ اسم ہو، فعل ہو یا حرف ۔ لیکن بعض کے نزدیک صرف جملہ مرکبہ و مفیدہ کو ہی کلام کہا جاتا ہے ۔ لغوی اعتبار سے اَلْكَلْمُ اس تاثیر کو کہتے ہیں جس کا ادراک دو حاسوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو سکے ۔ چنانچہ کلام کا ادراک قوت سامعہ کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اور کَلْم (زخم) کا ادراک قوت بصر کے ساتھ ۔

كَلِمَةٍ قرآن پاک میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) امانت (۲) کلمہ توحید (۳) کتاب اللہ (۴) کلمۂ بشارت (۵) آیات و معجزات (۶) فیصلہ و وعدہ (۷) دلائل ثابتہ (۸) پیشنگوئی ۔ وغیرہ ۔

یہاں کلمات سے مراد کچھ دعائیں بھی ہو سکتی ہیں اور امانت بھی ۔

۲۰۶ ۔ ۲ ۔ ۳۸ ۔ هُدًى ۔ (راہ ہدایت) ۔ هُدَایَ (میری ہدایت پر) اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۵ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲۰۷ ۔ ۲ ۔ ۳۸ يَحْزَنُوْنَ ۔ (غمگین ہوں گے) ۔ اَلْحُزْنُ کے معنی زمین کی سختی کے ہیں ۔ نیز غم کی وجہ سے جو بیقراری سی طبیعت کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اُسے بھی حَزَنٌ یا حُزْنٌ کہا جاتا ہے ۔ اس کی ضد فَرَحٌ ہے ۔ وَلَا تَحْزَنُوْا ۔ (آل عمران ۳ ۔ ۱۳۹) ۔ (اور نہ کسی طرح کا غم کرنا) ۔ اور لَا تَحْزَنْ ۔ (التوبہ ۔ ۹ ۔ ۴۰) (غم

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

نہ کرو) ۔ یہیں اندوہگین ہونا سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ مغموم ہونا کسی انسان کا اختیاری فعل نہیں ہے جس سے منع کرنے کی ضرورت پیش آئے بلکہ یہاں دراصل ان کاموں کو کرنے سے منع کرنا مقصود ہے جو غم واندوہ کا باعث بنتے ہیں۔ (انسان کو دنیا کے نظام پر غور کرنا چاہیئے کہ یہاں کس طرح سلسلۂ اضداد قائم ہے۔ تاکہ جب اس پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو اس سے زیادہ پریشان نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ انسان معمولی مصیبتیں برداشت کرنے کا عادی بن جائے تاکہ بڑے مصائب کو بھی برداشت کر سکے)۔

۲۰۸-۲ - ۳۹ ۔ خٰلِدُوْنَ ۔ (ہمیشہ رہیں گے)۔ تشریح شمارہ ۱۴۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۰۹-۲ - ۴۰ ۔ فَارْھَبُوْنِ ۔ (پس مجھ سے ہی ڈرو) ۔ اَلرَّھْبُ وَالرَّھْبَةُ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی شامل ہو۔ تَرَھُّبٌ کے معنی راہب بننا اور عبادت میں خوف سے کام لینا کے ہیں اور فرط خوف سے عبادت گذاری میں غلو کرنا کو رَھْبَانِیَّةٌ کہا جاتا ہے۔ جس میں لذت دنیا کو چھوڑنا بھی شامل ہے۔

۲۱۰-۲ - ۴۱ ۔ لَاتَشْتَرُوْا ۔ (نہ خریدو) ۔ شِرَاءٌ اور بَیْعٌ دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ مُشْتَرِیْ کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے کوئی چیز لینے والے کے ہیں اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ مزید تشریح کے لئے شمارہ ۸۷ مطالعہ فرمائیے۔

۲۱۱-۲ - ۴۱ ۔ ثَمَنًا ۔ (مول ۔ دام) ۔ اَلثَّمَنُ اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو فروخت کرنیوالا اپنی چیز کے عوض خریدار سے وصول کرتا ہے۔ خواہ وہ زرِ نقد ہو یا سامان۔ یہاں متاع قلیل اور دنیا کی خاطر دین کو چھوڑنا مراد ہے۔ شَیْءٌ ثَمِیْنٌ ۔ قیمتی چیز۔ ثَمَانِیَةٌ آٹھ۔ ثَمَانُوْنَ ۔ اسی (مذکر و مؤنث) ۔ اَلثُّمُنُ ۔ آٹھواں حصہ۔

۲۱۲-۲ - ۴۲ ۔ لَاتَلْبِسُوْا ۔ (نہ ملاؤ، مخلوط مت کرو، پردہ نہ ڈالو) ۔ لَبِسَ الثَّوْبَ ۔ کے معنی کپڑا پہننا کے ہیں۔ اَللِّبَاسُ وہ چیز جو پہنی جائے (پوشاک)۔ لَبْسٌ ۔ کسی چیز کو چھپانا۔ یہاں لَاتَلْبِسُوْا سے مراد ہے کہ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ اور خلط ملط نہ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

نہ کرو۔ سچ پر جھوٹ کا پردہ نہ ڈالو۔

۲۱۳-۲ - ۴۲ ۔ و (لا) وَتَكْتُمُوْا ۔ (مت چھپاؤ)۔ کتمان کی تشریح کیلیئے شمارہ ۱۹۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۲۱۴-۲ - ۴۳ ۔ الصَّلٰوةَ ۔ (نماز) ۔ مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۲۰ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۲۱۵-۲ - ۴۳ ۔ الزَّکٰوةَ ۔ (زکاۃ) ۔ اَلزَّکَاةُ کے اصل معنی اس افزونی کے ہیں جو برکتِ الٰہیہ سے حاصل ہو۔ اس کا تعلق دنیاوی امور سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ اَزْکٰی ۔ ایسا کھانا جو حلال اور خوش انجام ہو۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا ۔ (الکہف ۱۸۔۱۹) ۔ (پس دیکھے کہ کونسا کھانا حلال اور پاکیزہ ہے)۔ اسی سے زکوٰۃ کا لفظ مشتق ہے۔ یعنی وہ حصہ جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء وغیرہ کو دیا جاتا ہے اور اسے زکاۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات اور برکات کے ذریعہ اس میں نمو ہوتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اپنے مال کا چالیسواں حصہ ہر سال فقراء اور دیگر مستحقین میں تقسیم کرنا مراد ہے۔

۲۱۶-۲ - ۴۳ ۔ ارْكَعُوْا ۔ (رکوع کرو۔ جھکو)۔ اَلرُّكُوْعُ کے اصل معنی جھک جانا کے ہیں اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔ اور کبھی محض عاجزی اور انکساری کے معنی میں آتا ہے خواہ بطور عبادت ہو یا بطور عبادت نہ ہو۔ خمیدہ پشت ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے طریق پر کرنا کو بھی کہتے ہیں جس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔ راکع اس شخص کو کہتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور کسی کی عبادت نہ کرتا ہو۔

۲۱۷-۲ - ۴۴ ۔ بِالْبِرِّ ۔ (نیکی کا) اَلْبَرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں۔ پھر معنوی وسعت کے اعتبار سے اس سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنا کے ہیں۔ اَلْبِرُّ (نیکی) دو قسم پر ہے اعتقادی اور عملی۔ اَلْاَبْرَارُ ۔ نیکوکار۔ بَرَرَةٌ (نیکوکار) فرشتے۔ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ ۔ وہ حج جس میں رفث۔ فسق اور جدال نہ ہو۔ جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کے معنی ثواب عطا کرنا ہوتے ہیں اور جب بندہ کی طرف منسوب ہو تو اطاعت اور فرمانبرداری کے ۔

۲۱۸-۲ - ۴۴ - تَنْسَوْنَ ۔ (بھولتے ہو ۔ بھلاتے ہو) ۔ اَلنِّسْيَانُ کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنا کے ہیں ۔ (شمارہ ۵۲ شق ۴) ۔ خواہ یہ ترکِ ضبط ضعفِ قلب کی وجہ سے ہو یا ازراہِ غفلت ۔ یا قصداً کسی چیز کی یاد بھلا دی جائے حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے ۔ اَلنِّسْیُ کے معنی ہیں ۔ مَا يُنْسٰى ۔ یعنی فراموش شدہ چیز ۔ نِسْیٌ معمولی چیز کو بھی کہتے ہیں ۔ اسی لئے اہلِ عرب کا مقولہ ہے ۔ اِحْفَظُوْا اَنْسَاءَكُمْ (کوچ کے وقت) اپنی معمولی چیزوں کا (جو عموماً بھول جاتی ہیں) خیال رکھو ۔

۲۱۹-۲ - ۴۴ - تَتْلُوْنَ ۔ (پڑھتے ہو) ۔ تِلَاوَةٌ ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں (بالخصوص قرآن پاک) کے اتباع اور ان کی قرأت (پڑھنے) کو کہتے ہیں ۔ اس کے معنی ہیں کسی کا اتباع کرنا یا کسی کے پیچھے چلنا (خواہ جسمانی اور حسی طور پر ہو یا حکم کی پیروی اور فرمانبرداری کے طور پر) شرعی اصطلاح میں تلاوۃ ایسی چیز کے پڑھنا کو کہا جاتا ہے جس کو پڑھ کر اتباع اور فرمانبرداری ضروری ہو ۔ اسی لئے کتبِ سماویہ کے علاوہ کسی اور چیز کے پڑھنے کو تلاوۃ نہیں کہا جاتا ۔ اس لفظ کے معنی اللہ تعالیٰ کے کلام کے مفہوم اور معانی میں غور و تدبر کرنا کے بھی ہیں ۔

تَتْلُوْهُ کے معنی نازل کرنا کے بھی آتے ہیں ۔ کیونکہ جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی نازل کرنا کے ہی ہوتے ہیں ۔

۲۲۰-۲ - ۴۴ - تَعْقِلُوْنَ ۔ (تم عقل سے کام نہیں لیتے) ۔ اَلْعَقْلُ اس قوت کو کہتے ہیں جو قبولِ علم کے لئے تیار رہتی ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) طبعی جو طبیعت میں ودیعت کر دی گئی ہے ۔ (۲) سمعی جو پڑھ کر اور سن کر حاصل ہوتی ہے ۔ عقل (سلیم) وہ چیز ہے جو انسان کی رہنمائی کرے یا اسے ہلاکت سے بچائے ۔ عقل کے لفظی معنی روکنے کے بھی ہیں ۔ عقال اس رسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کو روکنے کے لئے باندھا جاتا ہے ۔ عقلِ انسانی کو بھی عقل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بدی سے روکتی ہے ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲۲۱-۲ - ۴۵ - وَاسْتَعِيْنُوْا ۔ (اور مدد مانگو ۔ قوت پکڑو) ۔ تشریح شمارہ ۱۴ میں مطالعہ فرمائیں ۔

۲۲۲-۲ - ۴۵ - بِالصَّبْرِ ۔ (صبر کے ساتھ) ۔ اَلصَّبْرُ کے معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روک رکھنا ۔ خواہ عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضا کے مطابق اپنے آپ کو روکا جائے ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ مختلف مواقع پر استعمال کے اعتبار سے مختلف معنوں میں آیا ہے ۔ (۱) کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنا ۔ یہ جَزَعٌ (بے صبری) کی ضد ہے ۔ (۲) جنگ میں نفس کو روک رکھنا ۔ شجاعت ۔ یہ جُبْنٌ (بزدلی) کی ضد ہے (۳) کسی پریشان کن حادثہ کو برداشت کرنا کی صورت میں ہو تو اسے رَحْبُ الصَّدْرِ (کشادہ دلی) بھی کہتے ہیں (۴) کسی بات کو روک رکھنا ۔ اسے کتمان بھی کہا جاتا ہے (۵) لغت میں صبر کے معنی جرأت ، استقامت ، خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جہاد ، مشقت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے تکالیف برداشت کرنا کے بھی آئے ہیں ۔

۲۲۳-۲ - ۴۵ - لَكَبِيْرَةٌ ۔ (بھاری ، گراں ، مشکل کام) ۔ کبیر اور صغیر اسمائے اضافیہ سے ہیں جن کے معانی ایک دوسرے کے لحاظ سے متعین ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ایک ہی چیز دوسری کے مقابلہ میں صغیر ہوتی ہے ۔ لیکن وہی شئے ایک اور کے مقابلہ میں کبیر کہلاتی ہے ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے (۱) يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (التوبہ ۹-۳) (بڑے حج کا دن) ۔ یہ اس لئے کہ حضور اکرم ؐ نے عمرہ کو چھوٹے حج سے تعبیر فرمایا ہے ۔ اَلْعُمْرَةُ هِيَ الْحَجُّ الْاَصْغَرُ ۔ (۲) بڑائی بلحاظ زمانہ ۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ ۔ (بنی اسرآئیل ۱۷-۲۳) ۔ (اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں) ۔ (۳) بڑائی بلحاظ مرتبہ و رفعت ۔ اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۔ (الرعد ۱۳-۹) ۔ (سب سے بزرگ اور عالی مرتبہ) ۔ (۴) بڑے بت ۔ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ ۔ (الانبیاء ۲۱-۵۸) (پس انہوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے بڑے (بت) کے) ۔ یہ کسی بت کی حقیقی قدر و منزلت کے لحاظ سے نہیں بلکہ بت پرستوں کے اعتقاد

کی بنیاد پر ہے ۔ (۵) استاد یا رئیس ۔ (۶) بڑے گناہ جن میں شرک بھی شامل ہے ۔ (۷) غرور و تکبر ۔ (سب سے بڑا تکبر قبول حق سے انکار اور عبادت سے انحراف ہے (۸) سرکشی، خود پسندی اور نخوت ۔

اَلْكِبْرِيَآءُ اور اَلْمُتَكَبِّرُ ۔ غالب، زبردست، بڑائی ۔ اطاعت کیشی کے درجہ سے اپنے آپ کو بلند سمجھنے کا نام کبریاء ہے اور یہ استحقاق صرف باری تعالیٰ کو ہی حاصل ہے ۔

زیر تشریح آیت کریمہ میں اس لفظ کا مفہوم اس عمل سے ہے جس میں مشقت اور صعوبت محسوس ہوتی ہو ۔

۲۲۴-۲ - ۴۵ - اَلْخٰشِعِيْنَ ۔ (ڈرنے والے) ۔ اَلْخُشُوْعُ کے معنی ضَرَاعَةٌ یعنی عاجزی کرنا اور جھک جانا کے ہیں ۔ مگر خُشُوْعٌ کا لفظ بالعموم جوارح اور ضَرَاعَتٌ کا لفظ قلب کی عاجزی پر بولا جاتا ہے ۔ دل کی وہ فروتنی جس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو ۔ عجز و نیاز ۔ پست (آواز) ۔ جھکی ہوئی آنکھیں جو نظروں کے مضطرب ہونے کی نشانی ہے ۔

۲۲۵-۲ - ۴۶ - يَظُنُّوْنَ ۔ (علم و یقین رکھتے ہیں) ۔ اَلظَّنُّ ۔ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ نکلتا ہے اسے ظن کہتے ہیں ۔ جب یہ علامت قوی ہو تو اسے علم کا درجہ حاصل ہوتا ہے ۔ لیکن جب کمزور ہو تو نتیجہ وہم و گمان اور قیاس آرائیوں کی حد سے تجاوز نہیں کرتا ۔ پہلی صورت میں اس لفظ کے بعد اَنَّ استعمال ہوتا ہے اور دوسری صورت میں اَنْ ۔ (وہم و گمان کی صورت میں اس لفظ کا استعمال اکثر و بیشتر مذمت کے مفہوم میں ہوتا ہے) ۔

۲۲۶-۲ - ۴۶ - مُلٰقُوْا ۔ (ملنے والے ہیں) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۹۸ اور ۲۰۴ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲۲۷-۲ - ۴۶ - رٰجِعُوْنَ ۔ (لوٹنے والے) تشریح شمارہ ۹۵ اور ۱۷۰ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۲۸-۲ - ۴۷ - نِعْمَتِيَ ۔ (میرا احسان - میری نعمت) ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۱۸ مطالعہ فرمائیں ۔

۲۲۹-۲ - ۴۷ - فَضَّلْتُكُمْ ۔ (میں نے تم پر فضل کیا یعنی نے تم کو فضیلت دی) ۔ اَلْفَضْلُ کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ سے زیادہ ہونا) کے ہیں اور یہ دو قسم پر ہے ۔ (۱) محمود جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی ۔ (۲) مذموم جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا لیکن عام طور پر اَلْفَضْلُ اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور اَلْفُضُوْلُ بُری باتوں پر ۔ ہر وہ عطیہ، جو دینے والے پر لازم نہیں ہوتا، فضل کہلاتا ہے ۔

۲۳۰-۲ - ۴۷ - اَلْعٰلَمِيْنَ ۔ (جہانوں کے لوگوں (سے)) ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۹ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲۳۱-۲ - ۴۸ - وَاتَّقُوْا ۔ (اور بچو - اور ڈرو) ۔ مکمل تشریح کے لئے شمارہ ۲۶ اور ۱۱۱ مطالعہ فرمائیں ۔

۲۳۲-۲ - ۴۸ - تَجْزِيْ ۔ (کام آئے گا - کفایت کرے گا) ۔ اَلْجَزَاءُ ۔ کافی ہونا ۔ بصورت اسم، کسی چیز کا بدلہ جو کافی ہو ۔ جیسے خیر کا بدلہ خیر اور شر کا بدلہ شر ۔ یہ لفظ خیر و شر دونوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ یعنی اچھے بدلہ پر بھی ۔ اور سزا کے معنی میں بھی ۔

اَلْجِزْيَةُ ۔ وہ ٹیکس جو ذمیوں سے وصول کیا جاتا ہے ۔ اور اسے جِزْيَةٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ان کے جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں ہوتا ہے ۔

۲۳۳-۲ - ۴۸ - شَفَاعَةٌ ۔ (شفاعت، مدد، سفارش) ۔ اَلشَّفْعُ کے اصل معنی کسی چیز کو اس جیسی چیز کے ساتھ ملا دینا کے ہیں ۔ اور جفت چیز کو شَفْعٌ کہا جاتا ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مخلوق ہے جو جفت بنائی گئی ۔ اَلشَّفَاعَةُ کے معنی دوسرے کے ساتھ اس کی سفارش یا مدد کرتے ہوئے مل جانا کے ہیں ۔ عام طور پر یہ لفظ کسی بڑے باعزت آدمی کے اپنے سے کم تر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہو جانا پر بولا جاتا ہے ۔ اَلشُّفْعَةُ ۔ کسی مشترکہ چیز کے فروخت ہونے پر اس کی قیمت ادا کر کے اسے اپنی ملک میں شامل کر لینا ۔ یہ شَفْعٌ سے مشتق ہے ۔

۲۳۴-۲ - ۴۸ - عَدْلٌ ۔ (بدلہ - معاوضہ) ۔ اَلْعَدَالَةُ وَالْمُعَادَلَةُ کے لفظ میں مساوات کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ہم وزن اور برابر ہونا ۔ عَدْلٌ کا لفظ معنوی

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

چیزوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ جیسے احکام شرعیہ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) کسی کے احسان کے بدلہ میں اس پر احسان کرنا۔ (۲) جو تکلیف نہ دے اس کی ایذا رسانی سے باز رہنا۔ (۳) انصاف کرنا۔ (۴) نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی۔ (۵) یکساں سلوک کرنا۔ (۶) ازدواجی زندگی میں نان ونفقہ وغیرہ میں برابری کا سلوک۔ (۷) مساوات وغیرہ۔ لفظ عدل (مصدر) واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۲۲۵-۲-۴۸ - وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ - (اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی)۔ اَلنَّصْرُ وَ النُّصْرَةُ کے معنی کسی کی مدد کرنا کے ہیں۔ لفظ نصیر کے معنی ہیں۔ دوست اور مددگار۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی مدد کرنا کے معنی تو صاف ظاہر ہیں۔ لیکن ایک بندہ کے اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا سے مراد ہے۔ (۱) حدود اللہ کی حفاظت (۲) احکام شرعی کی پیروی اور (۳) اس کے نواہی سے اجتناب کرنا۔ جیسا کہ آیت شریفہ۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ۔ (محمد ۴۷-۷)۔ اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا)۔ کا اصل مفہوم ہے۔

اَنْصَرَ اور اِنْتَصَرَ بدلہ اور انتقام لینے کے معانی میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ - (الشوریٰ ۴۲-۴۱) (جس پر ظلم ہوا ہو وہ اگر اس کے بعد انتقام لے)۔ اَلتَّنَاصُرُ کے معنی ہیں باہم تعاون کرنا۔ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔ (الصّٰفّٰت ۳۷-۲۵) (تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے)۔

بعض کے نزدیک عیسائیوں کو بھی نصاریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا ہم خدا کے مددگار ہیں۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔ (الصّف ۶۱-۱۴) (ہم اللہ کے مددگار ہیں)۔ (شمارہ ۲۱۶ بھی دیکھیں)۔

۲۲۶-۲-۴۹ - نَجَّيْنٰكُمْ - (ہم نے تم کو نجات دی)۔ نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونا کے ہیں۔ یعنی نجات پانا، بچ جانا، خلاصی پانا۔ اَلنَّجْوَةُ وَالنَّجَاةُ۔ بلند جگہ۔ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ سیلاب کی زد سے محفوظ ہونا کی وجہ سے اسے نَجْوَةٌ یا نَجَاةٌ کہا جاتا ہے۔ تَنَاجَی الْقَوْمُ۔ لوگوں کا باہم سرگوشی کرنا۔ اَلنَّجْوٰی۔ سرگوشیاں۔ چپکے چپکے باتیں کرنا۔ کانا پھوسی۔ اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّيْطٰنِ (المجادلۃ ۵۸-۱۰)۔ (کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں)۔ اور لفظ نَجْوٰی بطور وصف کے بھی آتا ہے اور واحد و جمع دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۲۲۷-۲-۴۹ - يَسُوْمُوْنَكُمْ (دیتے تھے تم کو)۔ اَلسَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزا سے مرکب ہے۔ (۱) طلب (۲) جانا۔ پھر کبھی ذہاب یعنی چلے جانا کے معنی ہوتے ہیں یا صرف طلب کے جیسے سُمْتُهٗ كَذَا۔ (میں نے اسے فلاں تکلیف دی)۔ اور یہی معنی (طلب) زیر تشریح آیت میں مراد ہیں۔

اَلسِّيْمَاءُ کے معنی علامت کے ہیں۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ۔ (الفتح ۴۸-۲۹) (ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں)۔

سَوَّمْتُهٗ کے معنی نشان زدہ کرنا کے ہیں۔ مُسَوِّمِيْنَ۔ نشان زدہ۔ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ (آل عمران ۳-۱۲۵) (نشانی کرنے والے فرشتوں سے)۔

۲۲۸-۲-۴۹ - سُوْٓءَ الْعَذَابِ - (سخت برے عذاب)۔ اَلسُّوْٓءُ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے اسے سوء کہا جاتا ہے خواہ وہ امور دنیوی سے متعلق ہو یا امور اخروی سے اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے ہو جن کا تعلق جاہ و جلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) غَيْرِ سُوْٓءٍ (طٰهٰ ۲۰-۲۲) (کسی عیب کے بغیر)۔ یہاں سوء سے مراد کوئی بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً برص۔ (۲) رسوائی اور برائی۔ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (النحل ۱۶-۲۷)۔ (اور برائی کافروں کے اوپر ہے)۔ ہر وہ چیز جو قبیح ہو۔ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰى (الروم ۳۰-۱۰) (برا کام کیا انجام برا ہی ہوا)۔ اسی لئے یہ لفظ الحسنیٰ کے مقابلہ میں بھی آتا ہے۔ (۲) اسی سے سَيِّئَةٌ اور السَّيِّئَاتُ ہیں۔

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

برُے کام، گناہ کے کام۔ (۵) سَاءَتْ مَصِيرًا ۔ (النساء ۴-۱۱۵)
(بری جگہ) ۔ (۶) کنایہ کے طور پر سُوْءَۃٌ ستر کی چیزوں پر بولا جاتا ہے۔
يُوَارِي سَوْاٰتِكُمْ ۔ (الاعراف ۷-۲۶) (تمہاری شرمگاہ کو چھپاتا
ہے) ۔ اَلْعَذَابِ ۔ شمارہ ۹۴ ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۳۹-۲-۴۹ ۔ يُذَبِّحُوْنَ ۔ (ذبح کرتے ہیں، قتل کرتے
ہیں) ۔ اَلذَّبْحُ کے اصل معنی حیوانات کے حلق کو قطع کرنا کے ہیں ۔
اس آیت میں صیغہ تفضیل برائے تکثیر ہے۔ یعنی وہ کثرت کے ساتھ
تمہارے لڑکوں کو ذبح کر رہے ہیں۔ ذِبْحٌ بمعنی مَذْبُوحٌ بھی آتا ہے۔
یعنی قربانی۔

۲۴۰-۲-۴۹ ۔ يَسْتَحْيُوْنَ ۔ (زندہ رکھتے ہیں) ۔ یعنی
عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اَلْحَيَاةُ ۔ زندگی جینا۔ مفصل تشریح شمارہ
۱۴۷ اور ۱۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۴۱-۲-۴۹ ۔ نِسَاءَكُمْ ۔ (تمہاری عورتوں کو) ۔ اَلنِّسَاءُ
وَالنِّسْوَانُ وَالنِّسْوَةُ یہ تینوں مَرْءَةٌ وَامْرَءَةٌ (بمعنی
عورت) کی جمع ہے ۔

۲۴۲-۲-۴۹ ۔ بَلَاءٌ ۔ (آزمائش۔ امتحان) ۔ اِبْتَلٰى
فُلَانٌ وَاَبْلَاهُ ۔ کسی کا امتحان کرنا۔ یہ دو طرح سے ہوتا ہے (۱)
کسی کی حالت کو جانچنا اور اس سے پوری طرح باخبر ہونا (۲) کسی کا
اچھی یا بری حالت کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا۔ پھر کبھی تو یہ دونوں
معنی مراد ہوتے ہیں اور کبھی صرف ایک ہی۔ جب اس کی نسبت
اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو صرف دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ ذات باری
تعالیٰ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ہے۔ اسے کسی حالت سے باخبر ہونے کی ضرورت
نہیں۔ وہ تو ہر طرح سے غیب کے علوم سے بھی باخبر ہے) ۔
آیت زیر تشریح میں بَلَاءٌ کے لفظ سے نعمت اور مشقت دونوں
طرح کی آزمائش مراد ہے۔ فرعون کا عورتوں کو قتل کرنے میں مشقت
کا بیان ہے اور اس سے نجات میں نعمت کا تذکرہ۔ اللہ تعالیٰ بندوں
کو مصیبت اور نعمت دونوں طرح سے آزماتا ہے۔ مصیبت صبر کا
تقاضا کرتی ہے اور نعمت شکر گذاری کا۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۔ (الانبیاء ۲۱-۳۵) (اور ہم تم کو سختی یا آسودگی میں
آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں) ۔ شمارہ ۵۰۲ ۔

۲۴۳-۲-۵۰ ۔ فَرَقْنَا ۔ (ہم نے پھاڑ دیا، جدا کیا، الگ
الگ کر دیا) ۔ اَلْفَرْقُ وَالْفَلْقُ کے قریب قریب ایک سا ہی معنی ہیں ۔
لیکن پھٹ جانا کے لحاظ سے فَلْقٌ کا لفظ بولا جاتا ہے اور الگ الگ
ہونا کے لحاظ سے فَرْقٌ ۔ اس مادہ سے کچھ الفاظ قرآن کریم میں ان
معانی میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ (۱) اَلْفِرْقُ ۔ الگ ہونے والا
ٹکڑا۔ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۔ (الشعراء ۲۶-
۶۳) (پس ہر ٹکڑا مانند بڑے پہاڑ کے ہو گیا) ۔ (۲) فِرْقَةٌ ۔ لوگوں
کا گروہ یا جماعت ۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ ۔ (التوبہ ۹-
۱۲۲) (پس ہر جماعت سے کیوں نہ نکلے) ۔ (۳) فَرِيْقٌ ۔ وہ جماعت
جو دوسروں سے الگ ہو۔ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَقْتُلُوْنَ ۔
(المآئدہ ۵-۷۰) (سو ایک جماعت کو جھٹلا دیا اور دوسرے فریق کو
قتل کر دیتے تھے) ۔ (۴) يُفْرَقُ ۔ فیصلہ کرنا۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ
اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۔ (الدخان ۴۴-۴) (اس میں ہر حکمت والا معاملہ فیصل
کیا جاتا ہے) (۵) اَلْفُرْقَانُ ۔ یہ فَرْقٌ سے ابلغ ہے۔ کیونکہ یہ حق اور
باطل اور حجت اور شبہ کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ فرقان کے معنی
حجت، معجزہ، دلیل اور مدد کے بھی ہیں۔ (۶) يَوْمَ الْفُرْقَانِ ۔
(الانفال ۸-۴۱) ۔ (وہ دن جس روز حق اور باطل کے درمیان فرق اور
امتیاز ظاہر ہوا) ۔ اس سے مراد جنگ بدر کا دن ہے۔ کیونکہ وہ تاریخ
اسلام کا پہلا دن ہے جس میں حق و باطل میں کھلا کھلا امتیاز ہو گیا تھا۔
(۷) فَرَّقَ ۔ تفرقہ ڈالنا۔

۲۴۴-۲-۵۰ ۔ اَلْبَحْرَ ۔ (سمندر یا دریا کو) ۔ اَلْبَحْرُ ۔
اصل میں اس وسیع مقام کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے پانی جمع ہو۔ پھر
کبھی اس کی ظاہری وسعت کے اعتبار سے بطور تشبیہ کسی چیز کو وسیع
کر دینا بھی مراد ہوتا ہے۔ یہ لفظ عموماً ہر چیز پر بولا جاتا ہے جس میں
وسعت پائی جائے۔ مثلاً اَلْبَحْرُ فِي الْعِلْمِ ۔ (علم کا دریا یا سمندر)۔

۲۴۵-۲-۵۰ ۔ فَاَنْجَيْنٰكُمْ ۔ (پھر نجات دی ہم نے تم کو)۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۴۶ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲-۲۴۶ - ۵۰ - أَغْرَقْنَا۔ (غرق کر دیا ہم نے)۔ اَلْغَرَقُ۔ پانی میں تہ نشین ہو جانا۔ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جانا۔

۲-۲۴۷ - ۵۰ - آلَ - (قوم، لوگ، گھر والے)۔ اَلْاٰلُ۔ ہر وہ صاف اور ظاہری حالت جس کا انکار ناممکن ہو۔ عہد قرابت داری۔ أَهْلُ الرَّجُلِ۔ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس کے ہم نسب یا ہم دین ہوں اور یا کسی صفت یا مکان میں شریک ہوں، یا ایک شہر میں رہتے ہوں۔ اصل میں اھل الرجل تو وہ ہیں جو کسی کے ساتھ ایک مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر مجازاً آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر اہل بیت الرجل کا لفظ بولا جانے لگا۔ عرف میں اہل بیت کا لفظ خاص کر حضور اکرمؐ کے خاندان پر بولا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے مابین چونکہ نسبتی تعلق کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے متعلق فرمایا۔ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ (ہود ۱۱-۴۶)۔ (یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے۔ اس کے اعمال غیر صالح ہیں)۔

۲-۲۴۸ - ۵۰ - فِرْعَوْنَ۔ (فرعون)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا ایک سرکش بادشاہ تھا۔ یا مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اسی لئے بادشاہوں کے اس سلسلہ کو فراعنہ مصر کہا جاتا ہے۔

فرعون عجمی لفظ ہے اور اس سے سرکشی کے معنی بھی لئے جاتے ہیں۔

۲-۲۴۹ - ۵۰ - تَنْظُرُوْنَ۔ (تم دیکھ رہے تھے)۔ اَلنَّظْرُ کے معنی کسی چیز کے دیکھنے یا اس کا ادراک کرنے کے لئے آنکھ یا فکر کو جولانی دینے کے ہیں۔ پھر کبھی محض غور و فکر کرنا کے معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ اور کبھی اس معرفت کو کہتے ہیں جو غور و فکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ۔ (یونس ۱۰-۱۰۱) (ان سے کہو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے)۔ یہاں اُنْظُرُوْا کے معنی غور کرنا کے ہیں۔ اگرچہ عوام کے نزدیک زیادہ تر نظر کا لفظ رویت بصری کے متعلق استعمال ہوتا ہے لیکن خواص کے نزدیک یہ عام طور پر بصیرت کے معنی میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف نظر کرنا سے ان پر احسان اور لطف کرنا مراد ہوتا ہے اور کفار و مشرکین کی طرف نظر نہ کرنا کے معنی ان سے لطف و کرم اور انعامات کو روک لینا کے ہوتے ہیں۔ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (آل عمران ۳-۷۷) (اور ان کی طرف قیامت کے دن نہ دیکھے گا)۔ اَلنَّظْرُ کے معنی انتظار کرنا کے ہیں۔ وَانْتَظِرُوْا ۚ إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (ہود ۱۱-۱۲۲) (تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں)۔

أَنْظَرْتُهُ کے معنی أَخَّرْتُهُ یعنی مؤخر کرنا اور مہلت دینا کے ہیں۔ وَمَا كَانُوْٓا إِذًا مُّنْظَرِيْنَ (الحجر ۱۵-۸) (اور اس وقت ان کو مہلت نہیں ملتی)۔

آیت زیر تشریح میں بعض نے تَنْظُرُوْنَ کے معنی مشاہدہ کے لکھے ہیں اور بعض نے عبرت حاصل کرنے کے۔

۲-۲۵۰ - ۵۱ - وٰعَدْنَا۔ (وعدہ کیا ہم نے)۔ اَلْوَعْدُ (وعدہ کرنا) اور وَعْدٌ کے الفاظ خیر و شر یعنی اچھے برے دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ لیکن اَلْوَعِيْدُ کا لفظ خاص کر شر (یعنی دھمکی اور تہدید) کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ پھر کبھی وَعْدَ کا لفظ عام معنی میں آتا ہے یعنی بیک وقت خیر و شر دونوں مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ۔ أَلَآ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ (یونس ۱۰-۵۵) (سن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے)۔ یہاں قیامت کے روز جزائے اعمال کا وعدہ ہے۔ کہ اگر اعمال اچھے ہوں گے تو نتائج بھی خوشگوار ہوں گے اور اگر اعمال غیر صالح ہوں گے تو نتائج بھی تباہ کن ہوں گے۔ اس ضمن میں لفظ عَهْدٌ (معاہدہ) کی تشریح (جو شمارہ ۵۹ میں بیان کی جا چکی ہے) بھی مطالعہ فرمائیں۔

۲-۲۵۱ - ۵۱ - أَرْبَعِيْنَ۔ (چالیس)۔ أَرْبَعٌ وَ أَرْبَعُوْنَ وَ رُبُعٌ وَ رُبَاعٌ ان سب کی ایک ہی اصل ہے۔

۲-۲۵۲ - ۵۱ - لَيْلَةً۔ (رات)۔ لَيْلٌ وَ لَيْلَةٌ کے معنی رات کے ہیں۔ اس کی جمع لَيَالٍ وَ لَيَائِلُ وَ لَيْلَاتٌ آتی ہے۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲۵۳ ۔ ۲ ۔ ۵۱ ۔ اَلْعِجْلَ ۔ (بچھڑا) ۔ اَلْعَجَلَةُ ۔ کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ۔ اس کا تعلق چونکہ خواہش نفسانی سے ہوتا ہے ۔ اس لئے عام طور پر قرآن پاک میں اس کی مذمت کی گئی ہے ۔ عَجَلٌ ۔ جلد بازی جو انسان کی جبلت میں ودیعت کی گئی ہے ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً ۔ (بنی اسرآئیل ۱۷ ۔ ۱۱) (اور انسان جلد باز پیدا ہوا ہے) ۔ اَلْعِجْلُ بچھڑے کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں پھرتی پائی جاتی ہے جو بیل کی عمر تک پہنچنے پر ختم ہو جاتی ہے ۔ آیت زیر تشریح میں یہی معنی مراد ہیں ۔

۲۵۴ ۔ ۲ ۔ ۵۱ ۔ ظٰلِمُوْنَ ۔ (ظالم، بے انصاف) ۔ ظَالِمٌ کی جمع ہے ۔ مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۲۰۰ کی جانب رجوع فرمائیں ۔

۲۵۵ ۔ ۲ ۔ ۵۲ ۔ عَفَوْنَا ۔ (معاف کیا ہم نے، ہم نے درگزر کیا) ۔ اَلْعَفْوُ کے اصل معنی کسی چیز کو لینے کا قصد کرنا کے ہیں ۔ قرآن کریم یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) گناہ سے درگزر کرتے ہوئے اس کو مٹا دینا ۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے ۔ (۲) وہ چیز جو ضروریات سے زائد ہو اور اس کے خرچ کرنے سے تکلیف نہ ہو ۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۲۱۹) ۔ (اور (اے محمدؐ) آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ کہ جتنا آسان ہو) ۔

۲۵۶ ۔ ۲ ۔ ۵۲ ۔ لَعَلَّكُمْ ۔ (تاکہ تم) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۱۰ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲۵۷ ۔ ۲ ۔ ۵۲ ۔ تَشْكُرُوْنَ ۔ (تم شکر کرو، تم احسان مانو) ۔ اَلشُّكْرُ کے معنی نعمت کا تصور اور اس کے اظہار کے ہیں ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ كَشْرٌ سے مقلوب ہے جس کے معنی کشف یعنی کھولنا کے ہیں ۔ شکر کی ضد کفر ہے جس کے معنی نعمت کو بھلا دینا اور اسے چھپا رکھنا کے ہیں ۔ شکر کی تین قسمیں (۱) شکر قلبی یعنی نعمت کا تصور کرنا ۔ (۲) شکر لسانی یعنی زبان سے منعم کی تعریف کرنا اور (۳) شکر بالجوارح یعنی بقدر استحقاق نعمت کی مکافات کرنا ۔ اللہ تعالیٰ کا کماحقہٗ شکر گزار ہونا بہت مشکل کام ہے ۔ اس لئے فرمایا ۔ وَقَلِيْلٌ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۔ (سبا ۳۴ ۔ ۱۳) (میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں) ۔ جب شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام کرنا اور ان کی اطاعت و عبادت گذاری کی پوری پوری جزا دینا مراد ہوتا ہے ۔ جیسا کہ آیت کریمہ ۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔ (التغابن ۶۴ ۔ ۱۷) (اور اللہ قدر شناس اور بردبار ہے) ۔ کا اصل مفہوم ہے ۔

۲۵۸ ۔ ۲ ۔ ۵۳ ۔ اٰتَيْنَا ۔ (دی ہم نے) ۔ اَلْاِيْتَاءُ کے معنی اِعْطَآءٌ یعنی دینا اور بخشنا کے ہیں ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ بالخصوص زکوٰۃ اور صدقات کے دینے پر استعمال ہوا ہے ۔ اَلْاِتْيَانُ ۔ کسی چیز کا بسہولت آنا ۔ خواہ کوئی بذاتہٖ آئے ۔ یا اس کا حکم پہنچے یا اس کا نظم و نسق وہاں جاری ہو ۔ یہ لفظ خیر و شر دونوں سے متعلق استعمال ہوتا ہے ۔

۲۵۹ ۔ ۲ ۔ ۵۳ ۔ اَلْفُرْقَانَ ۔ (حق و باطل میں فرق کرنے والا ۔ معجزہ) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۴۲ شق ۵ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۶۰ ۔ ۲ ۔ ۵۳ ۔ تَهْتَدُوْنَ ۔ (تم ہدایت پاؤ) ۔ تشریح شمارہ ۱۵، ۲۵ اور ۸۱ میں بیان کی جا چکی ہے ۔

۲۶۱ ۔ ۲ ۔ ۵۴ ۔ فَتُوْبُوْا ۔ (پس توبہ کرو) ۔ اَلتَّوْبُ کے معنی گناہ کے باحسن وجوہ ترک کرنا کے ہیں ۔ اور یہ معذرت کی سب سے بہتر صورت ہے کیونکہ اعتذار کی تین ہی صورتیں ہیں ۔ (۱) عذر کنندہ اپنے جرم کا سرے سے انکار کر دے ۔ (۲) اس کے لئے وجوہ جواز تلاش کرے اور بہانے تراشنے لگ جائے اور (۳) اعتراف جرم کے ساتھ آئندہ نہ کرنے کا یقین بھی دلائے ۔ اس آخری صورت کو توبہ کہتے ہیں ۔ مگر شرعاً اسے توبہ جب کہیں گے کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑ دے ۔ اپنی کوتاہی پر نادم ہو، دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے اور اگر ان گناہوں کی تلافی ممکن ہو تو حتی الامکان تلافی کی کوشش کرے ۔ پس توبہ کی چار شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے توبہ مکمل ہوتی ہے ۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہو تو اس کے معانی ہوتے ہیں ۔ توبہ قبول کرنے والا، توجہ کرنے والا، مہربانی فرمانے والا ۔ گویا کہ توبہ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کا لفظ معافی مانگنے اور معافی دینے دونوں معنی میں آتا ہے۔ اور اس کی پہچان یہ ہے اگر توبہ کے بعد اِلٰی مذکور ہو (جیسا کہ آیت زیر تشریح میں آیا ہے) تو معنی توبہ کرنا کے ہیں۔ لیکن اگر توبہ کے بعد علیٰ آئے تو قبول توبہ کے ہوتے ہیں۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ (التوبۃ ۹ - ۱۱۸)۔ (پھر خدا نے ان پر مہربانی کی)۔

۲-۲۶۲ - ۵۴ - بَارِئِكُمْ - (اپنے باری تعالیٰ - اپنے پیدا کرنے والے)۔ اَلْبَارِئُ - پیدا کرنے والا۔ یہ اسماء حسنیٰ سے ہے۔ جیسے فرمایا۔ اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔ (الحشر ۵۹-۲۴)۔ (ایجاد و اختراع کرنے والا۔ صورتیں بنانے والا)۔ اَلْبَرِيَّةُ کے معنی مخلوق کے ہیں۔ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ (البینۃ ۹۸ - ۷) (یہ لوگ سب مخلوق سے بہتر ہیں)۔

۲-۲۶۳ - ۲ - ۵۵ - حَتّٰى نَرَى - (جب تک ہم نہ دیکھ لیں)۔ رأی (دیکھنا) سے مضارع ہیں ہمزہ کو حذف کرکے۔ نرای - نری اور نری کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز پر نظر پڑنا۔ (۲) کسی چیز کو یقینی طور پر دیکھ لینا۔ (۳) عقل و بصیرت سے کسی چیز کا ادراک کرنا۔ (۴) کسی چیز کے متعلق تفکر و اندیشہ محسوس کرنا۔ اسی سے اَلرُّؤْيَا معنی خواب ہے۔

۲-۲۶۴ - ۵۵ - جَهْرَةً - (نمایاں طور پر - ظاہرا)۔ اَلْجَهْرُ - کسی چیز کا حاسہ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر و نمایاں ہونا۔ اَلْجَوْهَرُ بھی اسی مادہ سے ہے اور جوہر اسے کہتے ہیں جس کے بطلان سے اس کے جملہ محمولات کا بطلان لازم آتا ہو۔ اور اسے جوہر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حاسہ بصر یعنی نظر کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ لفظ بلند آواز اور زور سے بات کرنے پر بھی آتا ہے۔ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ۔ (الحجرات ۴۹ - ۲) (اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے کے سامنے زور سے بات کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو)۔

۲-۲۶۵ - ۵۵ - اَلصّٰعِقَةُ - (بجلی - کڑک)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۱ میں عرض کی جا چکی ہے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۲-۲۶۶ - ۵۵ - تَنْظُرُوْنَ - (تم دیکھتے تھے)۔ تشریح کے لئے شمارہ ۲۴۹ مطالعہ فرمائیں۔

۲-۲۶۷ - ۵۶ - بَعَثْنٰكُمْ - (اٹھا کر کھڑا کیا ہم نے تم کو)۔ اَلْبَعْثُ۔ اصل میں بعث کے معنی کسی چیز کو ابھارنا اور کسی طرف بھیجنا کے ہیں۔ جب یہ لفظ مُردوں سے متعلق استعمال ہو تو قبروں سے زندہ کرکے حشر کی طرف چلانا مراد ہوتا ہے۔ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (الانعام ۶ - ۳۶) (اور مردوں کو خدا (قیامت ہی کو) اٹھائے گا)۔ بَعْث دو قسم پر ہے۔ (۱) بَعْثٌ بَشَرِيٌّ۔ یعنی جس کا فاعل انسان ہو۔ جیسے بَعَثْتُ الْاِنْسَانَ فِيْ حَاجَةٍ کسی کو کسی کام کے لئے بھیجنا۔ (۲) بَعْثٌ اِلٰهِيٌّ۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ لفظ رسولوں سے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی مبعوث کرنا اور بھیجنا کے ہوتے ہیں۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔ (النحل ۱۶ - ۳۶) (اور بیشک ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا)۔ قرآن کریم میں یہ لفظ نیند سے اٹھانا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ کیونکہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ۔ (الانعام ۶ - ۶۰)۔ (اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔ پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے)۔

۲-۲۶۸ - ۵۶ - مَوْتِكُمْ - (تمہاری موت)۔ یہ حیات کی ضد ہے۔ موت و حیات کی تشریح بالترتیب شمارہ ۱۶۷ اور ۱۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲-۲۶۹ - ۲ - ۵۶ - لَعَلَّكُمْ - (تاکہ تم)۔ شمارہ ۱۱۰ مطالعہ فرمائیں۔

۲-۲۷۰ - ۵۶ - تَشْكُرُوْنَ - (تم شکر کرو - احسان مانو)۔ تشریح شمارہ ۲۵۷ میں دیکھیں۔

۲-۲۷۱ - ۵۷ - ظَلَّلْنَا - (سایہ کیا ہم نے)۔ اَلظِّلُّ (سایہ)۔ یہ دھوپ کی ضد ہے۔ یہ لفظ رات کی تاریکی اور باغات کے سایہ پر بولا جاتا ہے۔ نیز ہر وہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے اسے

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ظِلٌّ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) استعارۃً عزت وحفاظت اور ہر قسم کی خوشحالی۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ۔ (المرسلت ۷۷۔ ۴۱) (یقیناً پرہیزگار ہر طرح سے عزت وحفاظت میں ہوں گے)۔ (۲) بادلوں کا سایہ۔ جیسا کہ آیت زیرتشریح میں مراد ہے۔ (۳) سائبان اور ہر ڈھانپنے والی چیز۔ لَھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِھِمْ ظُلَلٌ۔ (الزمر ۳۹۔ ۱۶) (ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے بھی۔ ظُلَلٌ۔ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے۔

۲-۲۷۲ ۔ ۵۷ ۔ اَلْغَمَامَ۔ (بادل۔ ابر) اَلْغَمُّ کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپا لینا کے ہیں۔ اسی سے اَلْغُمَّی ہے جس کے معنی غبار اور تاریکی کے ہیں۔ بادل کو اَلْغَمَامُ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ غُمَّۃُ الْاَمْرِ کے معنی کسی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا کے ہیں۔ (یعنی قلق واضطراب کا موجب ہونا)۔

۲-۲۷۳ ۔ ۵۷۔ اَلْمَنَّ وَالسَّلْوٰی۔ (من وسلوی)۔ اَلْمَنُّ۔ ایک وزن کا نام ہے اور اندازہ کی ہوئی چیز کو مَمْنُوْنٌ کہا جاتا ہے۔ اَلْمِنَّۃُ کے معنی بھاری احسان کے ہیں۔ اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے۔ (۱) منّۃ بالفعل۔ اسی معنی میں فرمایا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (آل عمران ۳۔ ۱۶۴) (خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے)۔ (۲) مِنَّۃٌ بِالْقَوْلِ۔ یعنی احسان جتلانا۔ یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا۔ (الحجرات ۴۹۔ ۱۷) (یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں)۔ آیت زیرتشریح میں مَنٌّ سے مراد شبنمی گوند ہے۔ جو رات کو درخت کے پتوں پر جم جاتی ہے اور سلوی ایک پرند کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ من اور سلوی سے ان احسانات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئے تھے۔ سلوی تسلی سے ماخوذ ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو تسلی دے۔ اور اطمینان اور راحت کا باعث ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ ایک بٹیر کی قسم کے ایک جانور کا نام ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ من وسلوی سے وہ رزق مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو گوشت اور سبزیوں کی صورت میں دیا تھا۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲-۲۷۴ ۔ ۵۷ ۔ طَیِّبٰتِ۔ (پاکیزہ چیزیں) طَابَ۔ کسی چیز کا پاکیزہ اور حلال ہونا۔ اصل میں طَیِّبٌ اسے کہا جاتا ہے۔ جس سے انسان کے حواس بھی لذت یاب ہوں اور نفس بھی۔ شریعت کی رو سے اَلطَّعَامُ الطَّیِّبُ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو جائز طریق سے حاصل کیا جائے اور جائز جگہ سے جائز اندازہ کے مطابق لیا جائے یعنی ایسی غذا جو دنیا اور آخرت دونوں میں خوشگوار ثابت ہو (ورنہ دنیا کی خوشگوار چیزیں آخرت میں نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہیں)۔ طیبات سے وہ جانور بھی مراد ہیں جنہیں ذبح کر کے کھایا جائے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) وہ انسان جو کفر وشرک۔ جہالت۔ فسق اور قبیح اعمال کی نجاست سے پاک ہوں اور علم وایمان اور محاسن اعمال کے زیور سے آراستہ ہوں۔ (۲) پاک اعمال۔ پاکیزہ کلمے۔ (۳) صاف ستھرے اور فرحت بخش شہر اور مکان۔ اشارۃً جنت (۴) پاک مٹی (۵) مدینہ منورہ میں ایک قسم کی کھجور ہوتی ہے۔ جسے طَابٌ کہا جاتا ہے۔ (۶) طُوْبٰی لَھُمْ (الرعد ۱۳۔ ۲۹)۔ (ان کے لئے خوشحالی ہے)۔ اس سے ہر قسم کی خوشگواریاں مراد ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ طُوْبٰی جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔

۲-۲۷۵ ۔ ۵۷ ۔ رَزَقْنٰکُمْ (دیا ہم نے تم کو)۔ رزق کی تشریح سمجھنے کے لئے شمارہ ۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۲-۲۷۶ ۔ ۵۷ ۔ مَاظَلَمُوْنَا۔ (نہیں نقصان کیا انہوں نے ہمارا)۔ لفظ ظلم کی تشریح کے لئے شمارہ ۲۰۰ مطالعہ فرمائیں۔

۲-۲۷۷ ۔ ۵۷۔ یَظْلِمُوْنَ۔ (نقصان کرتے رہے)۔ تشریح کے لئے شمارہ ۲۰۰ مطالعہ فرمائیں۔

۲-۲۷۸ ۔ ۵۸ ۔ حَیْثُ شِئْتُمْ۔ (جہاں تم چاہو)۔ حَیْثُ۔ یہ ظرف مکان ہے اور مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی تشریح مابعد کے جملہ سے ہوتی ہے۔ شِئْتُمْ۔ (تم چاہو)۔ اَلشَّیْءُ۔ وہ چیز جس کا علم ہو سکے اور اس کے متعلق خبر دی جا سکے۔ بعض نے لکھا ہے کہ شے صرف موجود چیز کو کہتے ہیں۔ یہ اصل میں

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

شاءَ کا مصدر ہے ۔ اَلْمَشِیْئَۃُ ۔ اکثر متکلمین کے نزدیک مشیئت اور ارادہ ایک ہی صفت کے دو نام ہیں ۔

۲۷۹ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ رَغَدًا ۔ (بافراغت) تفصیل شمارہ ۱۹۸ میں دیکھیں ۔

۲۸۰ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ حِطَّۃٌ ۔ (گناہ گرا دیجئے) ۔ اَلْحَطُّ کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اتارنا کے ہیں ۔ یہاں گناہوں کی معافی طلب کرنا اور بخشش مانگنا مراد ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی قُوْلُوْا صَوَابًا کے ہیں ۔ یعنی صحیح بات کہنا ۔

۲۸۱ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ نَغْفِرْ لَکُمْ ۔ (ہم بخش دیں گے تم کو) ۔ اَلْغَفْرُ کے معنی کسی کو ایسی چیز پہنا دینا کے ہیں جو اسے میل کچیل سے محفوظ رکھ سکے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَغْفِرَۃٌ یا غُفْرَانٌ کے معنی ہوتے ہیں بندے کو عذاب سے بچا لینا ۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ (آل عمران ۳ ۔ ۱۳۵) (اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے) ۔ اِسْتِغْفَارٌ کے معنی قول و عمل سے مغفرت طلب کرنا کے ہیں ۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۔ (انوح ۷۱ ۔ ۱۰) (اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے) ۔ یہاں صرف زبان کے ساتھ مغفرت مانگنا مراد نہیں بلکہ زبان اور عمل دونوں کے ساتھ معافی طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ (اسی بنا پر بعض نے کہا ہے کہ صرف زبان سے بخشش طلب کرنا کذاب آدمیوں کا کام ہے ۔ اَلْغَافِرُ وَالْغَفُوْرُ اسمائے حسنیٰ سے ہیں اور ان کے معنی ہیں گناہوں کو بخشنے والا ۔

۲۸۲ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ خَطٰیٰکُمْ ۔ (تمہاری خطائیں) ۔ اَلْخَطَأُ وَالْخَطَاءَۃُ کے معنی صحیح جہت سے عدول کرنا کے ہیں اور اس کی مختلف صورتیں ہیں ۔ (۱) کوئی ایسا کام بالارادہ کرنا جس کا ارادہ بھی مناسب نہ ہو ۔ یہ خطاء تام ہے جس پر مؤاخذہ ہوگا ۔ (۲) ارادہ تو اچھا کام کرنے کا ہو ۔ لیکن غلطی سے برا کام سرزد ہو جائے ۔ اسی قسم کی خطا کے متعلق حضور اکرمؐ نے فرمایا ۔ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ ۔ (میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لئے گئے ہیں ۔ (۳) غیر مستحسن فعل کا ارادہ کرنا لیکن اتفاق سے مستحسن فعل کا سرزد ہو جانا ۔ اس صورت

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح ۔

میں فعل درست ہوگا مگر ارادہ غلط ۔ اس لئے قصد تو مذموم ہے ہی ۔ مگر فعل بھی قابل ستائش نہیں ہوگا ۔ اَلْخَطِیْئَۃُ ۔ یہ قریب قریب سَیِّئَۃٌ (گناہ) کے ہم معنی ہے ۔ لیکن زیادہ تر خَطِیْئَۃٌ کا استعمال اس فعل کے متعلق ہوتا ہے جو بذات خود مقصود نہ ہو بلکہ کسی دوسری چیز کا ارادہ یا فعل اس کے صدور کا سبب بن جائے ۔ مثلاً کسی نے شکار کا نشانہ لگایا لیکن نشانہ خطا ہو کر کسی انسان کو جا لگا ۔ اَلْخَاطِئُ ۔ بالارادہ گناہ کرنے والا ۔ آیت زیر تشریح میں اس لفظ سے وہ گناہ مراد ہیں جو عمداً سرزد کئے گئے ہوں ۔

۲۸۳ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ سَنَزِیْدُ ۔ (ہم جلد ہی زیادہ بھی دیں گے) ۔ سنزید میں سَ استقبال کے لئے ہے ۔ اور سوف بھی استقبال ہی کے لئے آتا ہے ۔ یعنی سَ اور سوف جب فعل مضارع کے شروع میں آتے ہیں ۔ تو پھر فعل مضارع حال کے معنی میں نہیں بلکہ صرف استقبال کے معنی میں آتا ہے ۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سَ استقبال قریب کے معنی میں اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے ۔ چنانچہ یرحم (جو فعل مضارع ہے) کے معنی ہیں وہ رحم کرتا ہے یا وہ رحم کرے گا ۔ اس پر جب سَ آئے اور سیرحم کہیں تو اس کے معنی ہونگے ۔ عنقریب وہ رحم کرے گا ۔ لیکن اگر سوف یرحم کہیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ مستقبل بعید میں رحم کرے گا ۔ اَلزِّیَادَۃُ ۔ اس اضافہ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد بڑھایا جائے ۔ یہ لفظ محمود زیادتی کے لئے بھی بولا جاتا ہے ۔ جیسا کہ زیر تشریح آیت کریمہ میں مراد ہے ۔ اور کبھی مذموم زیادتی کے لئے بھی ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ مَا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۔ (فاطر ۳۵ ۔ ۴۲) (تو زیادتی ہوئی گران کی نفرت میں) یعنی ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا گیا ۔ (شمارہ ۷ ۔ ۵ بھی ملاحظہ فرمائیں)

۲۸۴ ۔ ۲ ۔ ۵۸ ۔ اَلْمُحْسِنِیْنَ ۔ (نیکی کرنے والے) اَلْحُسْنُ ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز کو حُسْنٌ کہا جاتا ہے ۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ چیز جو عقل کے اعتبار سے مستحسن ہو (۲) وہ چیز جو خواہش نفسانی کی وجہ سے پسندیدہ ہو اور (۳) صرف نگاہ میں بھلی معلوم ہو ۔ اَلْحَسَنَۃُ ۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کے نفس یا بدن یا کسی اور

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

صورت میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے ۔ اس کی ضد سَیِّئَۃٌ ہے ۔ اَلْاِحْسَانُ ۔ یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) دوسروں پر انعام کرنا (۲) اپنے فعل میں حسن پیدا کرنا۔ اور یہ چیز حسن علم اور حسن عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ احسان عدل سے بڑھ کر چیز ہے۔ کیونکہ دوسروں کا حق پورا ادا کرنا اور اپنا پورا حق لے لینے کا نام تو عدل ہے لیکن احسان یہ ہے کہ دوسروں کو اُن کے حق سے زیادہ دیا جائے اور خود اپنے حق سے کم لیا جائے ۔

۲۸۵ - ۲ - ۵۹ - فَبَدَّلَ ۔ (پس بدل ڈالا)۔ اَلْاِبْدَالُ وَالتَّبْدِیْلُ وَالتَّبَدُّلُ وَالْاِسْتِبْدَالُ کے معنی ایک چیز کو دوسری کی جگہ رکھنا کے ہیں ۔ یہ عوض سے عام ہے ۔ کیونکہ عوض میں پہلی چیز کے بدلے میں دوسری چیز لینا شرط ہوتا ہے ۔ لیکن تبدیل مطلق تغیر کو کہتے ہیں خواہ اس کی جگہ پر دوسری چیز نہ لائے ۔

اَلْاَبْدَالُ ۔ وہ پاکیزہ لوگ کہ جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا قائم مقام فرما دیتے ہیں ۔ در حقیقت ابدال وہ لوگ ہیں جنہوں نے صفاتِ ذمیمہ کی بجائے صفاتِ حسنہ کو اختیار کر لیا ہو۔

۲۸۶ - ۲ - ۵۹ - رِجْزًا ۔ (عذاب) اَلرِّجْزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں ۔ شعر کے ایک بحر کو بھی رَجَزٌ کہا جاتا ہے۔ جس میں شعر پڑھنے سے زبان میں اضطراب سا معلوم ہوتا ہے ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ زلزلہ کی طرح کا عذاب کوئی آسمانی آفت جیسے کوئی وَبا، طاعون وغیرہ ، نجاست ، بت ، خواہشاتِ نفسانی اور ہر وہ عمل جس کا نتیجہ عذاب ہو، کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔

۲۸۷ - ۲ - ۵۹ - یَفْسُقُوْنَ ۔ (اطاعت سے نکل جاتے ہیں۔ حکم عدولی کرتے ہیں)۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۱۵۷ میں عرض کی جا چکی ہے اور مزید شمارہ ۴۹۰ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۸۸ - ۲ - ۶۰ - اِسْتَسْقٰی ۔ (پانی مانگا) ۔ اَلسَّقْیُ وَ السُّقْیَا کے معنی پینے کی چیز پیش کرنا کے ہیں ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۔ (الدھر ۷۶ - ۲۱) (اور ان کا پروردگار

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا)۔ اَلْاِسْتِسْقَاءُ کے معنی کسی سے پانی طلب کرنا کے ہیں ۔ جیسا کہ آیت کریمہ زیر تشریح میں مراد ہے ۔ اَلسِّقَاءُ (مشکیزہ) وہ برتن جس میں پینے کی چیز رکھی جائے ۔ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ۔ (یوسف ۱۲ - ۷۰) (پانی پینے کا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا) ۔

۲۸۹ - ۲ - ۶۰ - اِضْرِبْ ۔ (ضرب لگا ۔ مار) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۸۵ میں مطالعہ فرمائیں ۔

۲۹۰ - ۲ - ۶۰ - اَلْحَجَرَ ۔ (پتھر کو) ۔ اَلْحَجَرُ سخت پتھر کو کہتے ہیں ۔ اس کی جمع اَحْجَارٌ وَحِجَارَۃٌ آتی ہے ۔ حطیم کعبہ اور دیار ثمود کو حِجْرٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ پتھروں سے احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ حَجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنا کے معنی لے کر عقل انسانی کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ (الفجر ۸۹ - ۵) (بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں) ۔ حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے ہیں ۔ قرآن میں ہے ۔ وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ (الانعام ۶ - ۱۳۸) (اور وہ یہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہے) ۔

۲۹۱ - ۲ - ۶۰ - فَانْفَجَرَتْ ۔ (پس یہ نکلے ۔ پھوٹ نکلے) ۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور شق کر دینا کے ہیں ۔ اسی سے صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے ۔ وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ (الفجر ۸۹ - ۱ اور ۲) (قسم ہے فجر کی اور (ذی الحج کی) دس راتوں کی) ۔ اَلْفُجُوْرُ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنا کے ہیں ۔ فَاجِرٌ کے معنی ہیں بدکار ۔ اس کی جمع فُجَّارٌ ہے ۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ (الانفطار ۸۲ - ۱۴) (اور بے شک بدکار دوزخ میں ہونگے) ۔

(بارہ چشموں کے پھوٹ نکلنے کے سلسلہ کلام میں سورۃ الاعراف ۷ - ۱۶۰) میں فَانْفَجَرَتْ کے بجائے فَانْۢبَجَسَتْ کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جس کے معنی کسی تنگ مقام سے پانی بہہ نکلنا کے ہیں ۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

یہ چشمے شروع میں صرف پھوٹے ہی ہونگے اور پھر شدت کے ساتھ پانی بہنے لگا)۔

۲۹۲-۲-۶۰ - اِثْنَتَا عَشْرَةَ - (بارہ)۔ اَلِاثْنَیْ وَالِاثْنَانِ ۔ یہ دونوں لفظ ان تمام کلمات کی اصل ہیں جو اس مادہ سے بنتے ہیں۔ یہ کبھی عدد کے معنی کے اعتبار سے استعمال ہوتے ہیں اور کبھی تکرار کے معنی کے لحاظ سے جو ان کے اصل مادہ میں پایا جاتا ہے۔ اور کبھی ان میں عدد و تکرار دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ (النساء ۴-۳) (دو دو اور تین تین اور چار چار)۔ اَلْعَشَرَۃُ ۔ (دس)۔ اصول اعداد (۱) احاد۔ اکائی (۲) عشرات - دہائی (۳) مئات - سینکڑہ - (۴) الوف - ہزار۔ (عربی میں الف سے اوپر گنتی کا کوئی لفظ نہیں)۔ اَلْعُشْرُ ۔ دسواں حصہ۔ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰھُمْ ۔ (سبا ۳۴ - ۴۵) (اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے)۔

اَلْعَشِیْرَۃُ ۔ انسان کے باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار۔ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ ۔ (التوبۃ ۹ - ۲۴) (اور تمہاری بی بیاں اور تمہارا کنبہ)۔ شمارہ ۴۷۵ بھی دیکھیں۔

۲۹۳-۲-۶۰ - عَیْنًا - (چشمے)۔ اَلْعَیْنُ کے معنی آنکھ کے ہیں۔ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ ۔ (المائدۃ ۵ - ۴۵) (اور آنکھ بدلے آنکھ کے)۔ استعارہ کے طور پر یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو مختلف اعتبارات سے آنکھ میں پائے جاتے ہیں۔ (۱) کسی چیز کا محافظ اور نگہبان ہونا۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا ۔ (الطور ۵۲ - ۴۸) ۔ (پس آپ ہماری حفاظت میں ہیں)۔ (۲) پانی کا چشمہ کیونکہ اس سے پانی ابلتا ہے جس طرح کہ آنکھ سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے۔ (۳) بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتیں۔ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۔ (الواقعۃ ۵۶ - ۲۲) (بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں)۔ مزید برآں عَیْنٌ کا لفظ عربی زبان میں مشکیزہ کے سوراخ کو بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہیئت اور اس سے پانی بہنے کے اعتبار سے آنکھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ لفظ جاسوس کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

وہ دشمن پر آنکھ لگائے رہتا ہے۔ اَعْیُنٌ (آنکھیں) وَعُیُوْنٌ (چشمے) عَیْنٌ کی جمع ہیں۔

۲۹۴-۲-۶۰ - اُنَاسٍ - (انسان، آدمی)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۵ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲۹۵-۲-۶۰ - رِزْقِ - (رزق) شمارہ ۳۲ اور ۱۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۹۶-۲-۶۰ - وَلَا تَعْثَوْا - (اور مت پھرو - حد اعتدال سے مت نکلو۔ انتشار پیدا نہ کرو)۔ اَلْعَیْثُ وَالْعِثِیُّ ۔ (مادہ ع ث ی) کے معنی ہیں سخت فساد پیدا کرنا۔ عَیْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسی کے لئے بولا جاتا ہے اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہیں۔

۲۹۷-۲-۶۰ - مُفْسِدِیْنَ ۔ (فسادی - فساد کرتے ہوئے)۔ تفصیل شمارہ ۶۰ اور ۱۶۲ میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۹۸-۲-۶۱ - تُنْۢبِتُ ۔ (اگاتی ہے)۔ اَلنَّبْتُ وَالنَّبَاتُ ۔ ہر وہ چیز جو زمین سے اگتی ہے، خواہ وہ تنہ دار ہو جیسے درخت یا بے تنہ جیسے جڑی بوٹیاں۔ لیکن عرف میں نبات خاص کر اسے کہتے ہیں جس کے تنہ نہ ہو۔ جانوروں کا چارہ، اناج وغیرہ۔

۲۹۹-۲-۶۱ - بَقْلِھَا ۔ (ساگ اس کے)۔ جیسے ساگ ہرا۔ بَقْل - سبزیاں۔ عام طور پر وہ سبزیاں جن کی جڑیں اور شاخیں سردیوں میں باقی نہیں رہتیں۔

۳۰۰-۲-۶۱ - قِثَّآئِھَا ۔ (ککڑی اس کی)۔ جیسے ککڑی ہوئی۔ (یہاں بنی اسرائیل کی نعمتِ خداوندی (من و سلوٰی) کی ناقدری کا بیان ہو رہا ہے)۔

۳۰۱-۲-۶۱ - فُوْمِھَا ۔ (گیہوں اس کی)۔ جیسے گیہوں ہوئی۔ اَلْفُوْمُ ۔ گیہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ فوم اصل میں ثوم ہی ہے۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں۔

۳۰۲-۲-۶۱ - عَدَسِھَا ۔ (مسور اس کی)۔ جیسے مسور ہوئی۔ اَلْعَدَسُ ۔ مسور۔

۳۰۳-۲-۶۱ - بَصَلِھَا ۔ (پیاز اس کے)۔ اَلْبَصَلُ ۔ پیاز۔

۳۰۴-۲-۶۱ - اَتَسْتَبْدِلُوْنَ ۔ (کیا تم بدلتے ہو۔ کیا تم

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

عوض میں لینا چاہتے ہو۔ تشریح شمارہ ۲۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۰۵ - ۲ - ۶۱ - اِهْبِطُوْا - (اترو - کسی شہر میں) جاؤ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۰۲ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۳۰۶ - ۲ - ۶۱ - مِصْرًا - (شہر) - اَلْمِصْرُ - ہر محدود شہر کو (جس کے گرد فصیل ہو) مصر کہتے ہیں - اور مَصَّرْتُ مِصْرًا کے معنی شہر آباد کرنے کے ہیں - دراصل مِصْرٌ دو چیزوں کے مابین حد کو کہتے ہیں۔

۳۰۷ - ۲ - ۶۱ - ضُرِبَتْ - (ماری گئی، جم گئی، لیٹ گئی، ڈالی گئی) - اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۴۸ شق ۳ میں مطالعہ فرمائیں۔

۳۰۸ - ۲ - ۶۱ - الذِّلَّةُ - (ذلت - پستی) - اَلذُّلُّ - یہ ذَلَّ یَذِلُّ کا مصدر ہے - اور ذُلٌّ (بضمہ ذال) زور و قہر کی وجہ سے جھکنا کو کہتے ہیں - مگر جب طبیعت کی تیزی اور سختی از خود مغلوب ہو جائے تو اسے ذِلٌّ (بکسرہ ذال) کہا جاتا ہے - جس کے معنی ذلت، رسوائی، محتاجی اور بے توانائی کے ہیں - جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہیں - اس کے معنی دوسروں کی نگاہ میں قدر اور خود اپنے اندر اولوالعزمی کا نہ ہونا بھی بتائے گئے ہیں۔

۳۰۹ - ۲ - ۶۱ - اَلْمَسْکَنَةُ - (مسکینی، فقیری، محتاجی، بے نوائی) - اَلسُّکُوْنُ - حرکت کے بعد ٹھہر جانا کو سکون کہتے ہیں اور یہ لفظ کسی جگہ رہائش اختیار کر لینا پر بھی بولا جاتا ہے - اسی اعتبار سے جائے رہائش کو مسکن کہا جاتا ہے - اَلسَّکَنُ کے معنی سکون کے ہیں یعنی وہ چیز جس سے راحت حاصل ہو - وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا - (الانعام ۶-۹۶) (اور اسی نے رات کو راحت کی چیز بنایا) - اَلْمِسْکِیْنُ - بعض نے اس کی تفسیر مَنْ لَا شَیْءَ لَہٗ (یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو) کے ساتھ کی ہے اور یہ فقیر سے ابلغ ہے - یعنی بہ نسبت فقیر کے زیادہ نادار - اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہیں - لیکن مسکین اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی آمدنی اس کے جائز اخراجات سے کم ہو۔

۳۱۰ - ۲ - ۶۱ - بَآءُوْ - (پھر آئے - مستحق ہو گئے) - شمارہ ۴۵۴ -

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۳۱۱ - ۲ - ۶۱ - بِغَضَبٍ - (غضب - غصہ) - تشریح شمارہ ۱۹ میں دیکھیے۔

۳۱۲ - ۲ - ۶۱ - یَقْتُلُوْنَ - (مار ڈالتے تھے) - اَلْقَتْلُ - الموت (شمارہ ۱۶۷) کی طرح اس کے معنی بھی جسم سے روح کو زائل کرنا کے ہیں - عربی لغت میں یہ لفظ کبھی مارنے کے سوا اور معنوں میں بھی آتا ہے - مثلاً (۱) ہلاکت - بددعا کے طور پر - قُتِلَ الْاِنْسَانُ - (عبس ۸۰-۱۷) (آدمی پر خدا کی مار - انسان ہلاک ہو جائے) - (۲) اَلْمُقَاتَلَةُ کے معنی جنگ کرنا اور کسی کے درپے قتل ہونا کے ہیں - وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ - (البقرۃ ۲-۱۹۳) (اور ان کے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے) - (۳) شکار کرنا - لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ (المائدۃ ۵-۹۵) (شکار نہ مارنا - شکار نہ کرنا - (۴) قطع تعلق اور ایسا خیال کرنا کہ جس سے قطع تعلق کیا جائے گویا وہ مر ہی گیا ہے - پس قتل سے مراد ہر حالت میں قتل نہیں ہوتا۔

۳۱۳ - ۲ - ۶۱ - عَصَوْا - (نافرمانی کرتے تھے) - اَلْعَصَا اصل میں لاٹھی کو کہتے ہیں - فَاَلْقٰی عَصَاهُ (الاعراف ۷-۱۰۷) (پس آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی ڈال دی) - عَصٰی، عِصْیَانًا کے معنی اطاعت سے نکل جانا اور نافرمانی کرنا کے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

۳۱۴ - ۲ - ۶۱ - یَعْتَدُوْنَ - (حد سے نکل جاتے تھے) - اَلْحَدُّ - دو چیزوں کے درمیان ایسی روک جو ان کو باہم ملنے سے روک دے - تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا - (البقرۃ ۲-۲۲۹) (یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں ان سے تجاوز مت کرو) - بعض نے حدود کے معنی احکام کے کئے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ حقائق و معانی مراد ہیں - یُحَادُّوْنَ - اللہ تعالیٰ اور رسول کی مخالفت کرنا - اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ - (المجادلۃ ۵۸-۲۰) (تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) -

اسی مادہ سے کچھ اور الفاظ کے معانی آپ آگے چل کر شمارہ ۴۲۵
اور ۴۷۸ میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔

۳۱۵ ۔ ۲ ۔ ۶۲ ۔ هَادُوْا ۔ (یہودی ہوئے) ۔ هُوْدٌ ۔ (هَا کے پیش کے ساتھ) جمع ہے ھاد یہود اور ھیوط سے بنا ہے اور ھُوْد (ھَا کے زبر کے ساتھ) مصدر ہے ۔ ھُوْدًا کے معنی نرمی کے ساتھ رجوع کرنا اور توبہ کر لینا کے ہیں ۔ اصطلاح عام میں لفظ یہود حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا لقب ہے ۔ (ھُوْدٌ اصل میں ھَائِدٌ کی جمع ہے جس کے معنی تائب کے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کا نام بھی ہے) ۔

۳۱۶ ۔ ۲ ۔ ۶۲ ۔ اَلنَّصٰرٰى ۔ (عیسائی) ۔ اَلنَّصْرُ وَالنُّصْرَۃُ کے معنی کسی کی مدد کرنا کے ہیں ۔ اور اس کی تشریح شمارہ ۲۳۵ میں عرض کی جا چکی ہے ۔ یہ لفظ نصران کی جمع ہے ۔ اصطلاح عام میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا لقب ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نصرانی کی جمع ہے جو نصران (جو کہ ایک قریہ کا نام تھا) کی طرف منسوب ہے ۔

۳۱۷ ۔ ۲ ۔ ۶۲ ۔ اَلصّٰبِئِیْنَ ۔ (بے دین ، ستارہ پرست) ۔ اَلصَّبِیُّ ۔ نابالغ لڑکا ۔ اَلصَّابِئُوْنَ ۔ ایک فرقے کا نام ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہونے کا مدعی تھا ۔ اور ہر وہ شخص جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے اسے صَابِیٌ کہا جاتا ہے ۔ یہ لفظ بے دین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ۔ صابی کے نام سے دو مذہب مشہور ہیں ۔ ایک ستارہ پرست قوم جو عراق اور عرب میں بستی تھی اور دوسری قوم یہودی مسیحی اور پارسی مذاہب کا مرکب ۔ بعض ان میں موحد بھی کہلاتے تھے ۔ (اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اعتقاد و اعمال میں پوری اطاعت اختیار کرے گا ، خواہ وہ پہلے کچھ ہی ہو ، اور اسلام قبول کر لے گا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو کر اجر و نجاتِ اخروی کا مستحق ہو جائیگا) ۔

۳۱۸ ۔ ۲ ۔ ۶۲ ۔ یَحْزَنُوْنَ ۔ (مغموم ہونگے) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۰۷ میں دیکھیئے ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۳۱۹ ۔ ۲ ۔ ۶۳ ۔ مِیْثَاقَکُمْ ۔ (عہد تمہارا) (عہد لیا تم سے) ۔ تشریح کے لئے شمارہ ۱۵۹ اور ۱۶۰ کی طرف رجوع فرمائیں ۔

۳۲۰ ۔ ۲ ۔ ۶۳ ۔ رَفَعْنَا ۔ (بلند کیا ہم نے ۔ اٹھایا ہم نے) اَلرَّفْعُ کے معنی اٹھانا اور بلند کرنا کے ہیں ۔ یہ کبھی کسی مادی چیز کو ، جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو ، اسکی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنا پر بولا جاتا ہے اور کبھی عمارت کو کھڑا کرنا اور اوپر لے جانا کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ علاوہ ازیں یہ لفظ ناموری و شہرت ، مرتبہ کی بلندی اور آسمان کی طرف اٹھائے جانا کے معانی میں بھی آیا ہے ۔ اس لفظ کی مزید تحقیق آپ آگے چل کر شمارہ ۴۳۴ میں پڑھیں گے ۔

۳۲۱ ۔ ۲ ۔ ۶۳ ۔ فَوْقَکُمْ ۔ (اوپر تمہارے) ۔ فَوْقٌ ۔ یہ مکان ، زمان ، جسم ، غلبہ ، تسلط ، عدد ، مرتبہ اور فضیلت کے علاوہ اور کئی معنوں میں بولا جاتا ہے ۔ اس کی ضد تحت ہے جس کے معنی نیچے کے ہیں ۔ تفصیل کے لئے شمارہ ۱۵۰ ملاحظہ فرمائیں ۔

۳۲۲ ۔ ۲ ۔ ۶۳ ۔ اَلطُّوْرَ ۔ (پہاڑ) ۔ اَلطُّوْرُ ۔ (ایلہ کے قریب) ایک خاص پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ہر پہاڑ کو طور کہہ سکتے ہیں ۔ پھر بعض کے نزدیک طور سے وہ سلسلہ کوہ مراد ہے جو کرہ ارض کو محیط ہے ۔ (کوہ طور کہنا لغوی اعتبار سے غلط العام ہے ۔ اس لئے یا پہاڑ کو طور کہا جائے گا یا صرف کوہ) ۔

۳۲۳ ۔ ۲ ۔ ۶۳ ۔ بِقُوَّۃٍ ۔ (مضبوطی کے ساتھ) ۔ اَلْقُوَّۃُ ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ (۱) قدرت ، زور ، مضبوطی ۔ جیسا کہ آیت کریمہ زیر تشریح میں مراد ہے ۔ (۲) استعداد اور صلاحیت جو کسی چیز کے اندر پائی جائے ۔ (۳) قوت بدنی ۔ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ۔ (حٰمٓ السجدہ ۴۱ ۔ ۱۵) (ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے) (۴) قوت قلبی ۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ۔ (مریم ۱۹ ۔ ۱۲) (اے یحیٰی (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو) ۔ یعنی پورے عزم و حوصلہ سے کتاب الٰہی پر عمل کرو ۔ (۵) خارجی معاون ۔ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً ۔ (ھُوْد ۱۱ ۔ ۸۰) (اگر مجھ سے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی) ۔ چنانچہ بعض نے اس جگہ قوت سے مراد فوجی یا مالی طاقت لی ہے ۔ (۶) قدرت الٰہیہ

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی) تشریح

إِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ (الحدید ۵۷۔ ۲۵) (بے شک خدا زور آور اور غالب ہے)۔

۳۲۴۔ ۲۔ ۶۴۔ تَوَلَّيْتُمْ۔ (پھر گئے تم۔ تم منحرف ہو گئے)۔ اَلْوَلَاءُ وَالتَّوَالِي کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا یکے بعد دیگرے آنا، کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو، کے ہیں۔ پھر استعارہ کے طور پر یہ لفظ قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان، نسب، دین، اعتقاد، دوستی یا نصرت کے ہو۔ اس صورت میں اس مادہ کے الفاظ کے معنی بلحاظ سیاق و سباق دوست، رفیق، مددگار، آقا اور کارساز وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن تَوَلّٰی کا لفظ جب متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے۔ تو اس کے معنی کسی چیز کے حصول کو چاہنا کے ہوتے ہیں جیسا کہ۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (البقرۃ ۲۔ ۱۴۴) (پس ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ چاہتے ہیں)۔ میں مراد ہے۔ اور جب بذریعہ عَنْ کے متعدی ہو۔ تو خواہ وہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر، اس کے معنی اعراض اور دور رہنا کے ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی پھر جانا، منحرف ہو جانا، پیٹھ پھیر لینا، روگردانی کرنا اور توجہ نہ کرنا کے بھی آتے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اور پھر اس لفظ کے معنی رخ کرنا، متوجہ ہونا اور قریب ہونا کے بھی لئے جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (البقرۃ ۲۔ ۱۱۵) (پس تم لوگ جس طرف کا رخ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے)۔ گویا کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔ جس کے معنی قریب ہونا اور متوجہ ہونا کے بھی آتے ہیں اور اعراض کرنا اور دور ہو جانا کے بھی۔

۳۲۵۔ ۲۔ ۶۴۔ اَلْخٰسِرِيْنَ۔ (خسارہ پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے)۔ اَلْخُسْرُ وَالْخُسْرَانُ کے اصل معنی راس المال میں کمی آجانا کے ہیں۔ عام طور پر اس کا استعمال خارجی ذخائر میں نقصان اٹھانا پر ہوتا ہے۔ یہ لفظ کبھی معنوی ذخائر یعنی صحت و سلامتی اور عقل و ایمان اور ثواب کھو بیٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے۔ وہ بالعموم ان

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

افعال کے ارتکاب سے منع کرنا کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے جو قیامت کے دن میزانِ عمل میں کمی کا موجب ہو سکتے ہوں۔

۳۲۶۔ ۲۔ ۶۵۔ عَلِمْتُمْ۔ (علم رکھتے ہو تم۔ تم جانتے ہی ہو)۔ اَلْعِلْمُ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۷۶ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۳۲۷۔ ۲۔ ۶۵۔ اعْتَدَوْا (حد سے تجاوز کر گئے)۔ اَلْحَدُّ کی تشریح شمارہ ۳۱۴ میں بیان کی گئی ہے۔

۳۲۸۔ ۲۔ ۶۵۔ اَلسَّبْتِ (ہفتہ کے دن)۔ اَلسَّبْتُ کے اصل معنی قطع کرنا کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ہفتہ کے دن کو یوم السبت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق اتوار کے دن شروع کی تھی اور چھ دن میں تخلیق عالم مکمل فرما کر ہفتہ کے دن اسے ختم کر دیا تھا۔ گویا کہ ہفتہ کا دن ترکِ عمل کا دن تھا۔ سُبَاتًا میں سبات کے معنی بھی حرکت و عمل کو چھوڑ کر آرام کرنا کے ہیں۔ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ (النبا ۷۸۔ ۹) (اور ہم نے تمہارے سونے کو آرام کی چیز بنایا)۔

۳۲۹۔ ۲۔ ۶۵۔ قِرَدَةً۔ (بندر)۔ اس کی جمع قُرُوْدٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ اَلْقُرَادُ چیچڑی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع قِرْدَانٌ ہے۔

۳۳۰۔ ۲۔ ۶۵۔ خٰسِئِيْنَ۔ (ذلیل و خوار)۔ جمع کا صیغہ ہے۔ خَسَأْتُ الْكَلْبَ فَخَسَأَ۔ (میں نے کتے کو دھتکارا تو وہ دور ہو گیا)۔ اور کسی کو دھتکارنے کیلئے عربی میں اِخْسَأْ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں کفار کے متعلق فرمایا۔ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ (المومنون ۲۳۔ ۱۰۸)۔ (اسی ذلت میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو)۔

۳۳۱۔ ۲۔ ۶۶۔ نَكَالًا۔ (اندیشہ۔ عبرت)۔ نَكَلَ عَنِ الشَّيْءِ۔ کسی کام سے کمزور اور عاجز ہو جانا۔ نَكَّلْتُهٗ۔ کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دینا اور نِكْلٌ۔ جانور کی بیڑی اور لگام کے لوہے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی چلنے سے مانع ہوتے ہیں۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

اس کی جمع اَنْکَالٌ ہے۔ اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا۔ (المزمل ۷۳۔ ۱۲) (کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ)۔ اس لفظ کے معنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا کے بھی ہیں۔ اسی سے اسم نَکَالٌ ہے جس کے معنی عبرت ناک سزا کے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

۲۳۲۔ ۲۔ ۶۶۔ مَا بَیْنَ یَدَیْهَا۔ (جو آگے ان کے تھے، جو ان کے سامنے اور روبرو تھے، جو ان کے معاصر تھے)۔ اَلْیَدُ کے اصل معنی تو ہاتھ کے ہیں۔ لیکن بطور استعارہ یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) نعمت یعنی کسی پر احسان کرنا (۲) کسی چیز پر قبضہ یا ملک (۳) قوت، تائید اور مدد۔

۲۳۳۔ ۲۔ ۶۶۔ خَلْفَهَا۔ (پیچھے ان کے تھے، مابعد آتے رہے۔) خَلْفٌ (پیچھے) یہ قدام کی ضد ہے۔ اس لفظ کی کچھ تشریح تو شمارہ ۱۰۸ میں بیان کی جاچکی ہے اور اسی مادہ سے کچھ دیگر الفاظ کی تحقیق آپ آگے چل کر شمارہ ۳۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۳۴۔ ۲۔ ۶۶۔ مَوْعِظَةً۔ (نصیحت)۔ اَلْوَعْظُ کے معنی ایسی نصیحت کے ہیں جس میں خوف کی آمیزش ہو۔ دوسرے خیر کا اس طرح ذکر کرنا جس سے دل میں رقت پیدا ہو۔ عِظَةٌ و مَوْعِظَةٌ دونوں اسم ہیں۔

۲۳۵۔ ۲۔ ۶۶۔ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ (پرہیزگاروں کے لئے، خدا سے ڈرنے والوں کے لئے)۔ لفظ متقی کی مفصل تشریح شمارہ ۲۶ اور ۱۱۱ میں بیان کی جاچکی ہے۔

۲۳۶۔ ۲۔ ۶۷۔ تَذْبَحُوْا (ذبح کرو) بشمارہ ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۳۷۔ ۲۔ ۶۷۔ بَقَرَةً۔ (ایک بیل)۔ اَلْبَقَرُ (اسم جنس) کے معنی بیل یا گائے کے ہیں۔ تفصیل کے لئے شمارہ ۲۱ دیکھیں۔

۲۳۸۔ ۲۔ ۶۷۔ هُزُوًا۔ (تمسخر، ٹھٹھا)۔ اَلْهُزْءُ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں۔ اور کبھی یہ لفظ مذاق کی طرح گفتگو کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ یعنی قصداً مذاق اڑانا۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی) تشریح

استہزا کرنا۔ ہنسی کھیل تماشہ سمجھنا۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۱۱۷ اور ۲۳۸ میں بھی کی جاچکی ہے۔

۲۳۹۔ ۲۔ ۶۷۔ اَعُوْذُ۔ (میں پناہ مانگتا ہوں)۔ اَلْعَوْذُ کے معنی ہیں کسی کی پناہ لینا اور اس سے چمٹے رہنا اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اَعَذْتُهٗ بِاللّٰهِ اُعِیْذُهٗ کے معنی دوسرے کو اللہ کی پناہ میں دینا کے ہیں۔ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ۔ (آل عمران ۳۔ ۳۶)۔ (میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں)۔ مَعَاذَ اللّٰهِ (یوسف ۱۲۔ ۲۳) (خدا پناہ میں رکھے)۔ یعنی ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اور اس قسم کے بُرے کام سے بچنے کے لئے اس سے مدد مانگتے ہیں کیونکہ یہ گناہ کا کام ہے۔ جس کے ارتکاب سے ہمیں کنارہ کش رہنا چاہیے۔ اَلْعُوْذَةُ۔ ہر وہ چیز جس کے ذریعے کسی چیز سے بچاؤ حاصل کیا جائے (شمارہ ۵)

۲۴۰۔ ۲۔ ۶۷۔ اَلْجٰهِلِیْنَ۔ (جاہلوں سے)۔ اَلْجَهْلُ جہالت اور نادانی۔ یہ تین قسم پر ہے۔ (۱) انسان کا ذہن علم (بالخصوص علم دین) سے خالی ہوتا۔ اور انسان کے وہ افعال جو نظام طبعی کے خلاف ہوں (۲) کسی چیز کے خلاف واقع یقین و اعتقاد قائم کرلینا۔ (۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہیے اس کے خلاف انجام دینا عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ یہ لفظ بالعموم بطور مذمت بولا جاتا ہے۔ مگر کبھی بطور مذمت نہیں بھی آتا۔ جیسا فرمایا۔ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ (البقرۃ ۲۔ ۲۷۳)۔ (ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال کے بچنے کے سبب سے)۔ یہاں یہ لفظ محض ناواقفیت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ آیت زیر تشریح میں اللہ تعالیٰ کی آیات سے ہنسی مذاق کو جہالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۴۱۔ ۲۔ ۶۸۔ اُدْعُ۔ (تو دعا کر۔ تو درخواست کر)۔ اَلدُّعَآءُ کی تشریح شمارہ ۱۲۶ میں عرض کی جاچکی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ سے درخواست اور سوال کرنا مراد ہے۔

۲۴۲۔ ۲۔ ۶۸۔ یُبَیِّنْ۔ (بیان کرے)۔ بَانَ۔ وَاسْتَبَانَ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

وَتَبَيَّنَ کے معنی ظاہر اور واضح ہو جانا کے ہیں۔ بَيَّنَهٗ ۔ کسی چیز کو ظاہر، واضح اور کھول کھول کر بیان کرنا۔ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ ۔ کھلی اور واضح نشانیاں اور دلائل ۔ اَلْبَيَانُ ۔ کسی چیز کو واضح کرنا۔

۲۔۲۴۳ ۔ ۶۸ ۔ فَارِضٌ ۔ (بوڑھا) ۔ اَلْفَارِضُ ۔ عمر رسیدہ گائے یا بیل ۔ اصل میں اَلْفَرْضُ کے معنی کسی سخت چیز کو کاٹنا اور اس میں نشان ڈالنا کے ہیں۔ اسی لئے بیل کو فارض کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا یعنی ہل چلاتا ہے یا اس لئے کہ اس پر سخت کاموں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔

۲۔۲۴۴ ۔ ۶۸ ۔ بِكْرٌ ۔ (بچہ، بچھڑا)۔ اس باب میں اصل کلمہ بُكْرَةٌ ہے۔ جس کے معنی دن کے ابتدائی حصہ کے ہیں۔ (دن کا پہلا حصہ)۔ اس آیۃ شریفہ میں بکر سے نوجوان گائے مراد ہے۔ جس نے ابھی کوئی بچہ نہ دیا ہو۔ اسی اعتبار سے دوشیزہ کو بھی بِكْرٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَبْكَارٌ آئی ہے۔ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۔ (الواقعۃ ۵۶ ۔ ۳۶) (پس ہم نے ان کو کنواریاں بنایا)۔

۲۔۲۴۵ ۔ ۶۸ ۔ عَوَانٌ ۔ (جوان پٹھا، نہ بچہ نہ بوڑھا)۔ اَلْعَوْنُ کے معنی کسی کی مدد اور پشت پناہی کرنا کے ہیں۔ عَوْنٌ مددگار ۔ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ (۔ الفرقان ۲۵ ۔ ۴) (اور دوسرے لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی۔ اَلتَّعَاوُنُ ۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا ۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔ (المائدہ ۵ ۔ ۲) (اور نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو)۔ اَلْعَوَانُ ادھیڑ عمر اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۱۴ میں بھی بیان کی جا چکی ہے۔

۲۔۲۴۶ ۔ ۶۹ ۔ لَوْنُهَا ۔ (رنگ اس کا)۔ اَللَّوْنُ کے معنی رنگ کے ہیں اور یہ سیاہ و سفید اور ان دونوں سے مرکب ہر قسم کے رنگ پر بولا جاتا ہے۔ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (الروم ۳۰ ۔ ۲۲) (اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا) یہاں اختلافِ الوان سے انواع و اقسام کے رنگوں اور شکلوں کے مختلف ہونا کی طرف اشارہ ہے۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲۔۲۴۷ ۔ ۶۹ ۔ صَفْرَآءُ ۔ (زرد)۔ اَلصُّفْرَةُ ۔ ایک قسم کا رنگ جو سیاہی اور سفیدی کے مابین ہوتا ہے۔ مگر اس پر چونکہ سیاہی غالب ہوتی ہے اس لئے کبھی اس کے معنی سیاہی بھی آ جاتے ہیں۔ لیکن بعض نے کہا ہے کہ اگر اس کے معنی سیاہ ہوتے تو اس کی صفت فَاقِعٌ نہ آتی بلکہ صَفْرَاءُ کے بعد حَالِكَةٌ کہا جاتا۔

۲۔۲۴۸ ۔ ۶۹ ۔ فَاقِعٌ ۔ (گہرا زرد)۔ یہ لفظ اَصْفَرُ کی تاکید ہے۔ جس طرح اَسْوَدُ حَالِكٌ میں حَالِكٌ کا لفظ اَسْوَدُ کی تاکید ہے۔

۲۔۲۴۹ ۔ ۶۹ ۔ تَسُرُّ ۔ (خوش کرتا ہو، فرحت بخش ہو)۔ اَلْاِسْرَارُ کسی بات کو چھپانا۔ یہ اعلان کی ضد ہے۔ اَلسِّرُّ اس بات کو کہتے ہیں جو دل میں پوشیدہ ہو۔ اَسَرَّ ۔ کے معنی چھپانا کے ہیں۔ اَسْرَرْتُ ۔ کسی سے پوشیدہ طور پر راز کی بات کہنا۔ اَلسُّرُوْرُ ۔ قلبی فرحت۔ تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (آیت زیر تشریح) میں یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی کہ دیکھنے والوں کے دل کو) خوش کر دیتا ہو۔ اَلسَّرِيْرُ ۔ (تخت) وہ جس پر کے (ٹھاٹھ سے) بیٹھا جاتا ہے۔ یہ سُرُوْر سے مشتق ہے۔ کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔

۲۔۲۵۰ ۔ ۶۹ ۔ النّٰظِرِيْنَ ۔ (دیکھنے والوں کو)۔ اَلنَّظَرُ کے معنی کسی چیز کو دیکھنے یا اس کا ادراک کرنے کے لئے آنکھ یا فکر کو جولانی دینا کے ہیں۔ پھر کبھی اس سے محض غور و فکر کرنے کے معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ اور کبھی اس معرفت کو کہتے ہیں جو غور و فکر کے بعد حاصل ہوتی ہے، اگرچہ عوام کے نزدیک زیادہ تر نظر کا لفظ رؤیت بصری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن خواص کے نزدیک یہ عام طور پر بصیرت کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف نظر کرنے سے ان پر احسان اور لطف و کرم کرنا مراد ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) انتظار کرنا، مہلت دینا، موخر کرنا، متحیر ہونا، حیرت زدہ ہو کر دیکھنا اور مشاہدہ کرنا۔ (۲) پھر اس سے نَظِيْرٌ (بمعنی مثل) ہے، (۳) مُنَاظَرَةٌ ایک دوسرے کو دیکھ کر باہم موازنہ کرنا۔ (۴) مُنَاظَرَةٌ ۔ مباحثہ یعنی بحث و نظر میں مقابلہ کرنا۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲۵۱-۲-۷۰ ۔ تَشٰبَهَ ۔ (مشابہ ہیں ہا ایک دوسرے سے ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں)۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۱۴۳ میں عرض کی جا چکی ہے۔ اسی سے مُتَشٰبِهٰتٌ (آل عمران ۳-۷) ہے۔ جس سے قرآن کریم کی وہ آیات مراد ہیں جن کی لفظی یا معنوی مماثلت کی وجہ سے تفسیر بیان کرنا مشکل ہو۔ عام فقہاء کے نزدیک متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن کے ظاہری معنی سے مقصود کا علم نہ ہو سکے۔ یعنی ان کا مطلب خفی ہے۔ (پھر متشابہات بھی قسم در قسم ہیں۔ جن کا جاننا علمائے کرام کا ہی حصہ ہے۔ ان کا جاننا عوام کے لئے چنداں ضروری نہیں)۔

۲۵۲-۲-۷۰ ۔ لَمُهْتَدُوْنَ ۔ (البتہ راہ پانے والے ہیں، اب ٹھیک سمجھ جاویں گے، ضرور ہم ہدایت پانے والے ہوں گے)۔ یہ لفظ ہدٰی سے ہے۔ جس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ (شمارہ ۱۵ اور ۲۵)۔

۲۵۳-۲-۷۱ ۔ لَا ذَلُوْلٌ ۔ (نہ جوتا ہوا ہو، نہ ہل چلایا ہو، نہ کھیت کی سینچائی کی ہو)۔ اَلذُّلُّ کی تشریح شمارہ ۲۰۸ میں بیان کی جا چکی ہے۔ ذَلَّتِ الدَّآبَّةُ ذَلًا ۔ منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہو جانا اور اس قسم کی سواری کو ذَلُوْلٌ (صفتِ فاعلی) کہا جاتا ہے۔

۲۵۴-۲-۷۱ ۔ تُثِیْرُ الْاَرْضَ ۔ (پھاڑے زمین کو۔ جس سے زمین جوتی جائے)۔ ثَارَ ۔ ثَوْرًا وَ ثَوَرَانًا کے اصل معنی غبار یا بادل کے اوپر اٹھنے اور پھیلنے کے ہیں۔ فَتُثِيْرُ سَحَابًا (الروم ۳۰-۴۸) (تو وہ بادل کو اوپر اٹھاتی ہے)۔ اَثَارُوا الْاَرْضَ ۔ (الروم ۳۰-۹) (انہوں نے زمین کو بویا جوتا تھا)۔ اَلثَّوْرُ ۔ بیل کیونکہ اس سے زمین جوتی جاتی ہے۔

۲۵۵-۲-۷۱ ۔ لَا تَسْقِی ۔ (نہ پانی پلاتا ہو، نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے) (شمارہ ۲۸۸)۔

۲۵۶-۲-۷۱ ۔ اَلْحَرْثَ ۔ (کھیتی)۔ اَلْحَرْثُ کے اصل معنی زمین میں بیج ڈالنے اور اسے زراعت کے لئے تیار کرنا کے ہیں۔ اور کھیتی کو بھی حرث کہا جاتا ہے۔ کھیتی سے زمین کی آبادی ہوتی ہے اس لئے قرآن پاک میں حرث بمعنی آبادی بھی آیا ہے۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا (الشورٰی ۴۲-۲۰) (اور جو دنیا کی کھیتی کا طلبگار ہو)۔ اور استعارۃً عورتوں کو بھی حرث کہا گیا ہے۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۔ (البقرۃ ۲-۲۲۳) (تمہاری بیویاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت کے ہیں)۔ وہ اس مناسبت سے کہ جس طرح زمین کی کاشت پر افراد انسانی کی بقا کا دارومدار ہے اسی طرح نوع انسانی اور اس کی نسل کی بقا عورت پر ہے۔

۲۵۷-۲-۷۱ ۔ مُسَلَّمَةٌ ۔ (سالم، صحیح و سالم، تندرست بے داغ، ہر قسم کے عیب سے پاک)۔ اَلسَّلْمُ وَالسَّلَامَةُ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات اور عیوب سے پاک اور محفوظ ہونے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ اکثر و بیشتر سلامتی کے معنی میں آتا ہے۔ اور حقیقی سلامتی تو جنت میں ہی حاصل ہوگی، جہاں بقا ہے فنا نہیں، غنا ہے احتیاج نہیں، عزت ہے ذلت نہیں، صحت ہے بیماری نہیں، چنانچہ اہل جنت کے متعلق فرمایا۔ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ (الانعام ۶-۱۲۷) (ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے)۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی آیا ہے۔ (۱) اسمائے حسنٰی کے طور پر۔ اَلسَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ ۔ (الحشر ۵۹-۲۳) (سلامتی، امن دینے والا، نگہبان) (۲) رحمت اور سلامتی کی دعا کے طور پر۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۔ (الرعد ۱۳-۲۴) (تم پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے) (۳) صلح ۔ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ ۔ (الانفال ۸-۶۱) (اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں)۔ (۴) اطاعت اور فرمانبرداری ۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا (یوسف ۱۲-۱۰۱) (تو مجھے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری (کی حالت) میں (دنیا سے) اٹھا لیو)۔ اَلْاِسْلَامُ کے اصل معنی سِلْم (صلح و سلامتی) کے ہیں۔ اس کی مزید تشریح آپ آگے چل کر شمارہ ۶۳۸ میں پڑھیں گے۔

۲۵۸-۲-۷۱ ۔ لَا شِيَةَ ۔ (نہ ہو داغ، اس پر کسی

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

قسم کا داغ نہ ہو) ۔ اصل میں یہ لفظ وِشْیَۃٌ ہے ۔ وَشَیْتُ الشَّیْئَ وَشْیًا کے معنی کسی چیز میں اس کے تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانا کے ہیں ۔ ایسے رنگ کا نشان یا داغ جو سارے بدن کے رنگ کے خلاف ہو ۔ عرف عام میں یہ لفظ رنگ آمیزی ، سچ میں جھوٹ ملانا ، اور چغلخوری کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔

۲-۳۵۹ ۔ ۷۱ ۔ اَلْئٰنَ ۔ (اب لایا تو) اَلْاٰنَ ۔ ہر وہ لمحہ (آن) جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے ۔ جیسے اَلْاٰنَ اَفْعَلُ کَذَا ۔ (میں ابھی کرتا ہوں) اَلْاٰنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ۔ اس لفظ کا مادہ ا و ن ہے اور اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے ۔ کہ یہ اس کا صحیح زمانہ یا وقت ہے ۔

۲-۳۶۰ ۔ ۷۱ ۔ مَا کَادُوْا ۔ (نہ نزدیک تھے) ۔ (اپنی حجتوں سے ظاہراً کرتے ہوئے معلوم نہ ہوتے تھے) ۔ یَکَادُ قریب ہے ۔ نزدیک ہے ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۰۳ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲-۳۶۱ ۔ ۷۲ ۔ فَادّٰرَءْتُمْ ۔ (پس اختلاف کیا تم نے ، پھر تم اس کو ایک دوسرے پر ڈالنے لگے) ۔ اَلدَّرْءُ کے اصل معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک جانب مائل ہو جانا کے ہیں ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) کسی کجی کو درست کرنا، مقابلہ کرنا اور ٹال دینا ۔ وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ (الرعد ۱۳ ۔ ۲۲) (اور برائی کو نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہیں ، بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں) (۲) اختلاف کرنا اور جھگڑنا ۔ یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں ۔

۲-۳۶۲ ۔ ۷۲ ۔ تَکْتُمُوْنَ ۔ (تم چھپاتے ہو) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۹۷ میں دیکھئے ۔

۲-۳۶۳ ۔ ۷۳ ۔ اِضْرِبُوْہُ ۔ (مارو اس کو) ۔ اَلضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری پر مارنا کے ہیں ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۴۸ میں عرض کی گئی ہے ۔

۲-۳۶۴ ۔ ۷۴ ۔ قَسَتْ ۔ (سخت ہو گئیں) اَلْقَسْوَۃُ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کے معنی سنگ دل ہونا کے ہیں ۔ یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ بالعموم دل کے سخت ہونے کے معنی میں آیا ہے ۔ دل کی قساوت یہ ہے کہ اس میں خوف خدا اور عبرت کی جگہ نہ رہے ۔

۲-۳۶۵ ۔ ۷۴ ۔ اَشَدُّ قَسْوَۃً ۔ (زیادہ سخت ، پتھر سے بھی زیادہ سخت) اَشَدُّ ۔ یہ شَدَدْتُ الشَّیْئَ کا مصدر ہے جس کے معنی مضبوط گرہ لگانا کے ہیں ۔ قرآن پاک میں شِدَّۃٌ کا لفظ عہد ، بدن ، قوائے نفس اور عذاب سے متعلق استعمال ہوا ہے ۔

۲-۳۶۶ ۔ ۷۴ ۔ یَتَفَجَّرُ ۔ (پھوٹ نکلتی ہیں) اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۹۱ میں پڑھیں ۔

۲-۳۶۷ ۔ ۷۴ ۔ یَشَّقَّقُ ۔ (پھٹ جاتا ہے) اَلشَّقُّ اصل میں شگاف کو کہتے ہیں ۔ اَلشِّقُّ ۔ وہ مشقت جو تنگ و دو سے بدن یا نفس کو لاحق ہوتی ہے ۔ رحمت شاقہ ۔ اَلشُّقَّۃُ ۔ وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے ۔ اَلشِّقَاقُ ۔ مخالفت ، افتراق ، ان بن ، ضد وغیرہ ۔ مزید تشریح کے لئے شمارہ ۶۷۸ ملاحظہ فرمائیں ۔

۲-۳۶۸ ۔ ۷۴ ۔ یَھْبِطُ ۔ (گر پڑتا ہے) ۔ اَلْھُبُوْطُ کی تشریح شمارہ ۲۰۲ میں ملاحظہ فرمائیے ۔

۲-۳۶۹ ۔ ۷۴ ۔ خَشْیَۃِ ۔ (ڈر ۔ خوف) ۔ اَلْخُشُوْعُ کی تشریح شمارہ ۲۲۴ میں بیان کی جا چکی ہے ۔

۲-۳۷۰ ۔ ۷۵ ۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ ۔ (کیا پس تم طمع رکھتے ہو ۔ کیا تم پیرا امید رکھتے ہو) ۔ (۱) اَ ۔ الف بامعنی کی تین قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جو شروع کلام میں آتا ہے ۔ دوسرا جو وسط کلام میں ہو ۔ تیسرا وہ جو آخر کلام میں آئے ۔ پھر آگے ان کی اور قسمیں ہیں ۔ یہاں الف بطور ہمزہ استفہام آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ۔ کیا ۔ اسے الف استخبار بھی کہتے ہیں ۔ شمارہ ۴۸۹ بھی دیکھیں ۔ (۲) تطمعون ۔ تم طمع رکھتے ہو ، توقع رکھتے ہو ، آرزو رکھتے ہو ۔

اَلطَّمَعُ کے معنی ہیں نفس انسانی کا کسی چیز کی طرف خواہش کے ساتھ میلان ۔
طمع ایک قسم کی آلودگی ہے جو انسان کے نفس کو ملوث کر ڈالتی ہے ۔

۲۰۳۷۱ ۔ ۷۵ ۔ یَسۡمَعُوۡنَ ۔ (سنتے تھے) ۔ اَلسَّمۡعُ ۔ قوت سامعہ ۔ کان میں ایک حاسہ کا نام ہے جس کے ذریعے آوازوں کا ادراک ہوتا ہے ۔ اس کے معنی سننا (مصدر) بھی آتے ہیں اور کبھی اس سے خود کان مراد لیا جاتا ہے ۔ یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (۱) دل سے متوجہ ہونا ۔ (۲) فہم و تدبر ۔ (۳) اطاعت (۴) قوت فہم ۔ نیز جب سمع کے ساتھ ذات باری تعالیٰ متصف ہو تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام مسموعات کا علم ہے ۔ یا یہ کہ اس نے التجا سن لی ہے ۔ اور جزا دینے کا ارادہ فرما لیا ہے ۔

۲۰۳۷۲ ۔ ۷۵ ۔ کَلٰمَ اللّٰهِ ۔ (اللہ تعالیٰ کا کلام) اَلۡکَلۡمُ یہ اصل میں اس تاثیر کو کہتے ہیں جس کا ادراک دو حاسوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو سکے ۔ چنانچہ کلام کا ادراک قوت سامعہ کے ساتھ ہوتا ہے اور کلم (زخم) کا ادراک قوت بصر کے ساتھ ۔ یہ دونوں لفظ معنی اور تاثیر میں مشترک ہیں ۔ اکثر متکلمین کے نزدیک کَلَامٌ کا اطلاق منظم و مرتب الفاظ اور ان کے معانی (جملہ مرکبہ و مفیدہ) دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے (۱) بات ، کچھ کلمات ، چند باتیں ۔ (۲) کتاب اللہ (۳) کلمۂ توحید (۴) بشارت (۵) قضیہ یعنی فیصلہ (۶) قرآن مجید (۷) ثواب وعقاب کا وعدہ (۸) نیک وعدہ (۹) دلائل ثابتہ وغیرہ ۔ (شمارہ ۲۰۵ بھی ملاحظہ فرمائیں)

۲۰۳۷۳ ۔ ۷۵ ۔ یُحَرِّفُوۡنَهٗ ۔ (بدل ڈالتے تھے اس کو ، اس میں تحریف یا رد و بدل کر دیتے تھے) ۔ حَرۡفُ الشَّیۡءِ کے معنی کسی چیز کے کنارہ کے ہیں ۔ اَلتَّحۡرِیۡفُ الشَّیۡءِ کے معنی کسی چیز کو ایک جانب کر دینا کے ہیں ۔ تَحۡرِیۡفُ الۡکَلَامِ کے معنی ہیں کلام کو اس کے موقع و محل سے پھیر دینا کہ اس میں دو احتمال پیدا ہو جائیں ۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کلام خدا (یعنی تورات) کو سنتے رہیں اور پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اس کو بدل دیتے رہے ہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ

ایسے بے باک اور اغراض نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی کب سننے والے ہیں ۔

۲۰۳۷۴ ۔ ۷۶ ۔ لَقُوۡا ۔ (ملتے ہیں ۔ آمنے سامنے ہوتے ہیں) شمارہ ۶۸ اور ۲۰۴ ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۰۳۷۵ ۔ ۷۶ ۔ خَلَا ۔ (اکیلے ہوتے ہیں ، الگ ہوتے ہیں) ۔ اَلۡخَلَاءُ ۔ خالی جگہ جہاں کوئی عمارت ، مکان وغیرہ نہ ہو ۔ اَلۡخُلُوۡ کا لفظ زمان و مکان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اس اعتبار سے کہ اس کے معنی زمانہ گزر جانے کے بھی آتے ہیں ۔ خَلَا الۡاِنۡسَانُ تنہا ہونا ۔ کسی کے ساتھ تنہا ہونا ۔ خَلَا اِلَیۡهِ ۔ کسی کے پاس خلوت میں پہنچنا ۔ شمارہ ۶۹ بھی دیکھیں ۔

۲۰۳۷۶ ۔ ۷۶ ۔ اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ ۔ (کیا تم کہتے ہو ۔ کیا تم وہ باتیں یعنی راز تبلا دیتے ہو) ۔ یہاں بھی اَ (الف) بطور ہمزہ استفہام کے آیا ہے ۔ (شمارہ ۲۷۰) ۔ تَحَادَثُوۡا ۔ باہم بات چیت کرنا ۔ اَلۡحَدۡثُ ۔ کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو ۔ ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعے پہنچے اسے حدیث کہا جاتا ہے ۔ عام اس کے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا بحالت بیداری ۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) ذکر ، کوئی بات ، نصیحت ۔ (۲) بھید کی بات ۔ (۳) قیامت کا حال (۴) رؤیا یعنی خواب (۵) خدا کا کلام (۶) افسانے یا داستانیں ۔

۲۰۳۷۷ ۔ ۷۶ ۔ فَتَحَ ۔ (کھولا ہے ، منکشف کیا ہے ۔ ظاہر فرمایا ہے) ۔ اَلۡفَتۡحُ ۔ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا کے ہیں اور یہ ازالہ دو قسم پر ہے ۔ ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے ۔ دوم جس کا ادراک بصیرت سے ہو ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ (۱) دروازے کھول دینا یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دینا ، آسودگی اور فارغ البالی کی نعمت عطا کرنا ، علم و معرفت کے دروازے کھول دینا (۲) فتح و نصرت ۔ (۳) اَلۡفَاتِحَۃُ ہر چیز کے مبدا کو کہا جاتا ہے ۔ جس کے ذریعے اس کے مابعد کو شروع

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کیا جائے ۔ (شمارہ ۲۶) (۴) کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کرنا ۔ (۵) قیامت یا فیصلے کا دن ۔ (۶) اَلْمُفْتَحُ وَالْمِفْتَاحُ (کنجی) وہ چیز جس کے ساتھ کسی چیز کو کھولا جائے ۔ کنجیوں سے وہ وسائل مراد ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اس غیب تک رسائی ہوسکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے کسی کو یہ رسائی مرحمت فرمانا چاہیں ۔ بعض نے اس لفظ سے خزانے مراد لئے ہیں ۔

۳۷۸ ۔ ۲ ۔ ۷۶ ۔ لِيُحَآجُّوكُم ۔ (تاکہ جھگڑیں تم سے) ۔ اَلْحَجُّ کے اصل معنی کسی کی زیارت کا قصد اور ارادہ کرنا کے ہیں ۔ اصطلاح شریعت میں اقامت نسک کے ارادہ سے بیت اللہ کا قصد کرنا کا نام حج ہے ۔

اَلْحُجَّةُ ۔ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے ۔ یہ لفظ قرآن پاک میں حجت بازی کرنا ، جھگڑا کرنا ، بیجا بحث و تکرار کرنا کے معنی میں بھی آیا ہے ۔ اور یہاں یہی معنی مراد ہیں (شمارہ ۲۸۲ شق ۲ بھی دیکھئے) ۔

۳۷۹ ۔ ۲ ۔ ۷۶ ۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ (کیا پس نہیں سمجھتے ۔ پس کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے) اَلْعَقْلُ کی تشریح شمارہ ۲۲۰ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۳۸۰ ۔ ۲ ۔ ۷۷ ۔ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (نہیں جانتے ۔ علم نہیں رکھتے) اَلْعِلْمُ کی تشریح سمجھنے کے لئے شمارہ ۱۷۶ کی طرف رجوع فرمائیں ۔

۳۸۱ ۔ ۲ ۔ ۷۷ ۔ يُسِرُّونَ ۔ (چھپاتے ہیں ۔ مخفی رکھتے ہیں) ۔ اَلسِّرُّ ۔ اس بات کو کہتے ہیں جو دل میں پوشیدہ ہو ۔ بھید ، راز کی بات ۔ شمارہ ۲۴۹ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

۳۸۲ ۔ ۲ ۔ ۷۷ ۔ يُعْلِنُونَ ۔ (اعلان کرتے ہیں ، ظاہر کرتے ہیں) ۔ اَلْعَلَانِيَةُ ۔ ظاہر اور آشکارا ۔ یہ سِرٌّ (شمارہ ۲۴۹ اور ۳۸۱) کی ضد ہے ۔ عام طور پر اس لفظ کا استعمال معانی یعنی کسی بات کے ظاہر ہونا پر ہوتا ہے ۔ اور اجسام کے متعلق بہت کم آتا ہے ۔ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ ۔ (نوح

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۷۱ ۔ ۹) (میں انہیں علانیہ اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا) ۔

۳۸۳ ۔ ۲ ۔ ۷۸ ۔ أُمِّيُّونَ ۔ (ان پڑھ ۔ ناخواندہ) ۔ اَلْاُمُّ ۔ ماں ۔ یہ اَبٌ کا بالمقابل ہے ۔ پھر ہر اس چیز کو اُمٌّ کہا جاتا ہے ۔ جو کسی دوسری چیز کے وجود میں آنے یا اس کی اصلاح و تربیت کا سبب ہو یا اس کے آغاز کا مبدا بنے ۔ وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ (الزخرف ۴۳ ۔ ۴) میں ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے ۔ کیونکہ وہ تمام علوم کا منبع ہے اور اسی کی طرف تمام علوم منسوب ہوتے ہیں ۔ مکہ مکرمہ کو اُمَّ الْقُرٰی ۔ (الشوریٰ ۴۲ ۔ ۷) کہا گیا ہے ۔ کیونکہ وہ خطہ عرب کا مرکز ہے ۔ اور بموجب روایت تمام روئے زمین اس کے نیچے بچھائی گئی ہے ۔ اور یہ ساری دنیا کا دینی مرکز بھی ہے ۔ اَلْاُمَّةُ ۔ ہر وہ جماعت جن کے مابین رشتہ دینی ہو یا وہ جغرافیائی اور عصری وحدت میں منسلک ہوں ۔ اَلْاُمِّيُّ ۔ وہ ہے جو نہ لکھ سکتا ہو اور نہ ہی کتاب میں سے پڑھ سکتا ہو ۔ اور یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہاں یہ لفظ بمعنی غفلت اور جہالت کے ہے ۔ اور اسی سے امی ہے کیونکہ اسے بھی معرفت نہیں ہوتی ۔ اَلنَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ۔ (الاعراف ۷ ۔ ۱۵۷) کے متعلق تین قول ہیں (۱) اُمِّيٌّ اس امت یا قوم کی طرف منسوب ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتی ہو ۔ جس طرح کہ عَامِّیٌّ اسے کہتے ہیں جو عوام جیسی صفات رکھتا ہو ۔ (۲) آنحضرتؐ کو اُمِّيٌّ کہنا اس بنا پر ہے ۔ کہ آپؐ نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ ہی کوئی کتاب پڑھتے تھے بلکہ وحی الٰہی کے بارے میں اپنے حافظہ اور اللہ تعالیٰ کی اس ضمانت پر کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤی ۔ (الاعلیٰ ۸۷ ۔ ۶) (ہم تمہیں شتاب پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے) ۔ اعتماد کرتے تھے اور یہ صفت آپؐ کیلئے باعث فضیلت تھی ۔ (۳) یہ ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ کی نسبت سے ہے ۔ اَلْاِمَامُ ۔ وہ جس کی اقتدا کی جائے ۔ اس کی جمع اَئِمَّةٌ ہے ۔

۳۸۴ ۔ ۲ ۔ ۷۸ ۔ اَمَانِيَّ ۔ (آرزوئیں ۔ نفسانی خواہشات) ۔ اَلْمُنْيُ کے اصل معنی اندازہ کرنا کے ہیں ۔ اَلتَّمَنِّيْ کے معنی دل

شمارہ - سورہ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

میں کسی خیال کے باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینا کے ہیں۔ عام طور پر تمنی کی بنا چونکہ ظن اور تخمین پر ہی ہوتی ہے اس لئے اس پر جھوٹ کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ اَلْاُمْنِیَّۃُ۔ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے۔ اسے اُمْنِیَّۃٌ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع اَمَانِیُّ آتی ہے۔ اس لفظ کے معنی دل ہی دل میں گھڑی ہوئی بات، بے سروپا اور بے بنیاد خیالات، دل بہلانے کی باتیں اور خیالی پلاؤ پکانا کے بھی آتے ہیں۔ اسی مادہ سے اَلْمَنِیُّ (نطفہ) ہے۔ اسے منی اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے حیوانات کی ساخت مقدر کی گئی ہوتی ہے۔ یعنی نطفہ سے قدرت الٰہی کے ساتھ اس چیز کے لئے مقدر ہوتا ہے جو اس سے پیدا ہونا ہوتا ہے۔

۲۸۵-۲ - ۷۸ - یَظُنُّوْنَ (گمان کرتے ہیں) اَلظَّنُّ کی تشریح شمارہ ۲۲۵ میں کی جا چکی ہے۔ یہاں یہ لفظ وہم و گمان اور خلاف واقعہ کوئی خیال ذہن میں لانا کے معنی میں بطور مذمت استعمال کیا گیا ہے۔

۲۸۶-۲ - ۷۹ - فَوَیْلٌ (پس وائے ہے۔ شامت ہے، خرابی ہے) اَلْوَیْلُ۔ یہ لفظ بڑے معنوں میں حسرت کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وَیْلٌ جہنم میں ایک وادی کا نام ہے لیکن اُن کا یہ مقصد نہیں کہ یہ اس کے وضعی معنی ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں سے متعلق قرآن پاک میں یہ کلمہ استعمال کیا گیا ہے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ اس میں ضرور داخل ہونگے۔

۲۸۷-۲ - ۷۹ - یَکْتُبُوْنَ اَلْکِتٰبَ - (لکھتے ہیں کتاب۔ ردّو بدل کے ساتھ توریت لکھتے ہیں)۔ اَلْکَتْبُ وَ اَلْکِتَابُ کی تشریح شمارہ ۲۳ میں دیکھئے۔ آیت زیر تشریح میں وہ جھوٹی تحریریں مراد ہیں جو لوگ از خود گھڑ کر لکھ لیتے تھے۔

۲۸۸-۲ - ۷۹ - بِاَیْدِیْہِمْ - (ساتھ ہاتھوں اپنے کے، اپنے ہاتھوں کے ساتھ)۔ اَلْیَدُ کے اصل معنی تو ہاتھ کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) کسی چیز پر قبضہ یا ملک اور اختیار۔ اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ (البقرۃ ۲ - ۲۳۷) (جن کے قبضہ قدرت میں عقد نکاح ہے)۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

(۲) کسی کی تائید یا مدد کرنا۔ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (المآئدہ ۵ - ۱۱۰) (جب کہ میں نے روح القدس یعنی جبریل سے تمہاری مدد اور تائید کی)۔ (۳) قوت۔ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ (صٓ ۳۸ - ۴۵) (جو قوت والے اور صاحب نظر تھے)۔

آیت زیر تشریح میں کتابت کو ہاتھوں کی طرف نسبت کر کے ان تحریروں کے بناوٹی ہونا پر تنبیہ کی گئی ہے۔ جیسے کہ آیت کریمہ ذٰلِکَ قَوْلُہُمْ بِاَفْوَاہِہِمْ۔ (التوبہ ۹ - ۳۰)۔ (یہ انکے منہ کی باتیں ہیں) میں ان کی من گھڑت باتوں کو اُن کے مونہوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۲۸۹-۲ - ۷۹ - لِیَشْتَرُوْا - (تاکہ لیویں۔ وصول کریں)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۸۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲۹۰-۲ - ۷۹ - ثَمَنًا - (مول۔ قیمت)۔ اَلثَّمَنُ اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو فروخت کرنے والا اپنی چیز کے عوض خریدار سے وصول کرتا ہے۔ خواہ وہ زر نقد ہو یا سامان۔ اور وہ کچھ جو کسی چیز کے عوض میں حاصل ہو وہ اس کا ثمن کہلاتا ہے۔ شَیْءٌ ثَمِیْنٌ۔ قیمتی چیز۔ ثَمَانِیَۃٌ۔ آٹھ۔ ثَمَانُوْنَ۔ اسی (مذکر و مونث)۔ اَلثُّمُنُ۔ آٹھواں حصہ۔

۲۹۱-۲ - ۷۹ - قَلِیْلًا - (تھوڑا۔ کم)۔ اَلْقِلَّۃُ وَالْکَثْرَۃُ۔ بلحاظ اصل وضع کے صفات عدد سے ہیں۔ جیسے کہ عِظَم اور صِغَر صفات اجسام سے۔ بعدہٗ کثرت و قلت اور عظم و صغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تھوڑی تعداد، تھوڑی مدت، تھوڑا سا فائدہ اور کم قیمت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عزت صرف کثیر التعداد کے لئے ہے۔ اس کے پیش نظر قلت کا لفظ کبھی بطور کنایہ ذلت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ۔ (الاعراف ۷ - ۸۶) (اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو خدا نے تم کو جماعت کثیر بنا دیا)۔ پھر یہ لفظ بطور

عزت و احترام بھی استعمال ہوا ہے ۔ اس لئے کہ جتنی کوئی چیز زیادہ عزیز القدر ہوگی اتنی ہی کمیاب ہوتی ہے ۔ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۔ (سبا ۳۴-۱۳) (اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں)۔

قرآن کریم میں بہت سی آیات میں قلیل سے مراد دنیوی مال و متاع بھی ہے ۔ کیونکہ دنیوی مال و متاع خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اخروی نعمتوں کے مقابلہ میں جو حق تعالیٰ نے متقین کے لئے تیار کی ہیں نہایت ہی حقیر ہیں ۔ مثلاً قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۔ (النساء ۴-۷۷) (آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع (مال و متاع) بہت تھوڑا یعنی چند روزہ ہے)

۳۹۲-۲-۷۹ ۔ يَكْسِبُونَ ۔ (کماتے ہیں) ۔ اَلْكَسْبُ ۔ اصل میں نفع یا خوش نصیبی حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کا قصد کرنا کو کسب کہتے ہیں ۔ جیسے کسب مال وغیرہ ۔ اور ایسے کام کے قصد پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جسے انسان اس خیال پر کرے کہ اس سے نفع حاصل ہوگا لیکن الٹا اس سے نقصان اٹھانا پڑے ۔ پس اَلْكَسْبُ ایسا کام کرنے کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی ذات اور اس کے ساتھ دوسروں کے فائدے کے لئے کرے ۔ مگر اَلْاِكْتِسَابُ ایسا کام کرنے کو کہتے ہیں جس میں انسان صرف اپنے مفاد کو پیش نظر رکھے ۔ لہٰذا ہر اکتساب کو کسب لازم ہوتا ہے لیکن ہر کسب کو اکتساب لازم نہیں ۔

قرآن کریم میں اس لفظ کے استعمال میں کچھ مضمرات اس طرح بیان کئے گئے ہیں ۔ (۱) یہ دونوں الفاظ (کسب اور اکتساب) نیک و بد دونوں قسم کے اعمال کے متعلق ہوتے ہیں (۲) بعض نے استدلال کیا ہے کہ کسب کا لفظ اعمال صالح اور اکتساب کا لفظ اعمال سیئہ کے ساتھ مخصوص ہے (۳) اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسب سے اعمال اخروی اور اکتساب سے مکاسب دنیوی مراد ہیں ۔ (۴) کچھ اہل علم کی رائے میں کسب سے مراد ہر وہ عمل ہے جو فعل خیر کے طور پر دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے جائز طریقے سے کیا جائے ۔ اور اکتساب سے ہر وہ نفع مراد ہے جو انسان اپنی ذات کے لئے حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس کا حصول

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اس کے لئے جائز ہو ۔

۳۹۳-۲-۸۰ ۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ۔ (ہرگز نہ لگے گی ہم کو آگ ۔ آگ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی) ۔ اَلْمَسُّ ۔ مَسٌّ ۔ کے اصل معنی اعضاء کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھو کر اس کا ادراک کر لینا کے ہیں ۔ پھر یہ لفظ مطلق کسی چیز کے طلب کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ اَمْسَاكُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا کے بھی ہیں ۔ یہ لفظ کسی چیز کو پکڑ لینے اور قبضہ میں رکھنے کے مفہوم کو بھی ظاہر کرتا ہے ۔ اَلنَّارُ ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۸۴ اور ۳۳۱ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۳۹۴-۲-۸۰ ۔ اَيَّامًا ۔ (دن) ۔ یوم کی جمع ہے ۔ اَلْيَوْمُ ۔ یہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کی مدت اور وقت پر بولا جاتا ہے ۔ عربی زبان میں یہ لفظ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ۔ خواہ وہ زمانہ (ایک دن کا ہو، یا ایک سال اور صدی کا یا ہزار سال کا ہو) کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو ۔ اَيَّامِ اللهِ ۔ (ابراہیم ۱۴-۵) (اللہ تعالیٰ کے دن) سے وہ زمانہ مراد ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے افضال اور انعامات کے سمندر بہا دیئے ۔ یہاں ایام کا لفظ اللہ تعالیٰ کے جلال کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

۳۹۵-۲-۸۰ ۔ مَعْدُودَةً ۔ (گنے ہوئے) گنتی کے ہوئے تھوڑے) ۔ اَلْعَدُّ کی تشریح شمارہ ۲۱۴ میں دیکھئے ۔

۳۹۶-۲-۸۰ ۔ اَتَّخَذْتُمْ ۔ (کیا لیا ہے تم نے) ۔ یہاں اَ (الف) یا بطور ہمزہ استفہام کے آیا ہے (شمارہ ۱۷۰) تَخِذَ (ت خ ذ) بمعنی اخذ یعنی پکڑنے کے آتا ہے ۔ اسی سے اِتَّخَذَ ہے ۔ لے لینا، پکڑ لینا، بنا لینا ۔ شمارہ ۵۹۸ ۔

۳۹۷-۲-۸۰ ۔ عَهْدًا ۔ (عہد و پیمان، قول، معاہدہ) ۔ اَلْعَهْدُ کی تشریح شمارہ ۱۵۹ و ۲۵۰ میں ملاحظہ فرمائیں ۔ مزید تشریح شمارہ ۲۲۶ میں دیکھئے گا ۔

۳۹۸-۲-۸۰ ۔ يُخْلِفَ ۔ (خلاف کرے گا) ۔ اَلْاِخْتِلَافُ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کے معنی کسی حالت یا قول میں ایک دوسرے کے خلاف طریق کار اختیار کرنا کے ہیں۔ یہ لفظ خِلَافٌ سے بھی ہو سکتا ہے اور خِلْفَةٌ سے بھی۔ پھر کسی بات میں باہم اختلاف کرنا عموماً نزاع کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے استعارۃً یہ لفظ نزاع اور جدال کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ شمارہ ۱۸۰ میں جو تشریح کی گئی ہے اسکے علاوہ اس مادہ کے کچھ دیگر الفاظ کے معنی یہ ہیں۔ (۱) خِلْفَةً۔ ایک دوسرے کے بعد آنا جانا۔ (۲) اَلْخِلَافَةُ۔ دوسرے کا نائب بننا۔ (۳) مُخْتَلِفٌ۔ جدا جدا (۴) اَلْخُلْفُ۔ وعدہ شکنی۔ (۵) خَلَفْتُهٗ میں نے اسے پیچھے چھوڑا۔ (۶) خُلِّفُوْا۔ معاملہ کا ملتوی کیا جانا۔ (۷) اَلْخَالِفُ۔ نقصان یا کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہنے والے۔

۳۹۹ - ۲ - ۸۰ - اَمْ - (یا) اَمْ (حرف)۔ جب یہ ہمزہ استفہام کے بالمقابل استعمال ہو۔ جیسا کہ اس آیت شریفہ میں ہے تو معنی اَوْ (یا) ہوتا ہے۔ یعنی ان دونوں میں کون یا کیا ہے۔ اگر ہمزہ استفہام کے بعد نہ آئے تو معنی بَلْ (بلکہ) ہوتا ہے۔

۴۰۰ - ۲ - ۸۱ - بَلٰی - (ہاں ہاں، کیوں نہیں)۔ یہ حرف ایجاب کہلاتا ہے اور پہلی بات میں نفی کی تردید کے لئے آتا ہے۔ یا اس استفہام کے جواب میں استعمال ہوتا ہے۔ جو نفی پر واقع ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ (الاعراف ۷ - ۱۷۲) (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں یعنی تو ضرور ہمارا رب ہے۔ (شمارہ ۵۴۹ بھی دیکھئے)۔

۴۰۱ - ۲ - ۸۱ - سَیِّئَةً - (کوئی برائی، برے کام) اَلسُّوْءُ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے خواہ وہ امور دنیوی سے ہو یا اخروی سے اور عام اس پر کہ اسکا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا امور خارجیہ سے یہ لفظ حَسَنَةٌ کی ضد ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) عیب، کوئی آفت یا بیماری مثلاً برص (۲) رسوائی (۳) گناہ اور اعمال قبیحہ (۴) ہر وہ چیز جو قبیح ہو (۵) کنایہ کے طور پر سَوْءَةٌ چھپانے اور ڈھانکنے والی چیزوں مثلاً عورت یا مرد کی شرم گاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۴۰۲ - ۲ - ۸۱ - اَحَاطَتْ - (گھیر لے، احاطہ کر لے)۔ اَلْحَائِطُ (مادہ ح و ط)۔ دیوار جو کسی چیز کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے گناہ ان کو ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اس میں بہت بلیغ استعارہ ہے۔ کیونکہ انسان جب کسی صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے بار بار کرتا ہے تو یہ اسے بڑے گناہ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ اس طرح وہ برابر گناہوں کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ اور وہ گناہ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ تو گویا گناہ نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا۔

اِحَاطَة (افعال) ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۱) احاطہ کرنا، گھیر لینا، روک لینا۔ (۲) احاطہ بالعلم۔ کسی چیز پر علم کے ذریعے احاطہ کر لینے سے مراد یہ ہے کہ انسان اس چیز کے وجود، جنس، کیفیت، اس کی غرض اور اس کے وجود میں لانے کے مقصد کو پوری طرح جان لے۔ حقیقتاً اس طرح کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ماسوا اس کے جس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازش ہو۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرۃ ۲ - ۲۵۵) (اور وہ کسی چیز کو اپنے احاطہ علم میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر علم دینا وہ چاہے)۔

۴۰۳ - ۲ - ۸۱ - خَطِیْٓئَتُهٗ - (خطا اس کی نے۔ اس کی خطاؤں نے)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۸۲ میں پڑھیں۔

۴۰۴ - ۲ - ۸۱ - اَصْحٰبُ النَّارِ - (رہنے والے آگ میں، اہل دوزخ)۔ اَلصَّاحِبُ کے معنی ہیں ہمیشہ ساتھ رہنے والا خواہ وہ کسی انسان یا حیوان کے ساتھ رہے یا مکان یا زمان کے۔ اور عام اس سے کہ وہ مصاحبت بدنی ہو جو کہ اصل واکثر ہے یا بذریعہ عنایت وغیرہ۔ عرب میں "صاحب" صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو عام طور پر ساتھ رہے۔ اور کبھی کسی چیز کے مالک کو بھی هُوَ صَاحِبُهٗ کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی جو کسی چیز میں تصرف کا مالک ہو۔ قرآن مجید میں یہ لفظ دوست اور رفیق وغیرہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔

اَلنَّارِ ۔ شمارہ ۸۴ اور ۱۳۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۰۵ ۔ ۲ ۔ ۸۲ ۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (کام اچھے کئے ۔ نیک اعمال کئے) ۔ (شمارہ ۱۳۸)۔

۴۰۶ ۔ ۲ ۔ ۸۲ ۔ اَلْجَنَّةِ ۔ (بہشت) ۔ تشریح شمارہ ۱۳۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۰۷ ۔ ۲ ۔ ۸۲ ۔ خٰلِدُوْنَ ۔ (رہنے والے ہیں ۔ ہمیشہ رہیں گے) ۔ خلود کے معنی ہیں لمبا عرصہ رہنا خواہ ہمیشہ ہی ہو ۔ تفصیل شمارہ ۱۴۶ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۴۰۸ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ مِیْثَاقَ ۔ (عہد و پیمان ۔ قول و قرار)۔ شمارہ ۱۵۹ اور ۱۶۰ ۔

۴۰۹ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ لَا تَعْبُدُوْنَ ۔ (نہ عبادت کرو تم ۔ تم (بجز اللہ تعالیٰ) کسی کی عبادت نہ کرنا) عبادت کا وسیع تر مفہوم شمارہ ۱۳ میں بیان کیا جا چکا ہے ۔

۴۱۰ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ ذِی الْقُرْبٰی ۔ (قرابت والے ۔ رشتہ دار) ۔ اَلْقُرْبُ وَالْبُعْدُ ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوتے ہیں ۔ اَلقرب ۔ کسی کے قریب جانا ۔ نزدیک ہونا ۔ یہ لفظ مکان ، زمان ، نسبتی تعلق اور مرتبہ وغیرہ سے متعلق استعمال ہوتا ہے ۔ (۱) قرب نسبتی جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے ۔ (۲) قرب مکانی ۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۳۵) (اور اس درخت کے نزدیک مت جاؤ) ۔ (۳) قرب زمانی ۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (الانبیاء ۲۱ ۔ ۱) ۔ (ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا) ۔ (یعنی قیامت وقتاً فوقتاً قریب ہوتی جا رہی ہے)۔ (۴) مرتبہ ۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (المطففین ۸۳ ۔ ۲۸) (وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب پئیں گے) ۔ اَلْقُرْبَةُ ۔ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ۔ اَلْقُرْبَانُ ۔ (نیاز) ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی قرب جوئی کی جائے ۔ اَلتَّقَرُّبُ ۔ ایسی چیز کا قصد کرنا جس سے دوسرے کے ہاں قدر و

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

منزلت حاصل ہو ۔

۴۱۱ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ اَلْيَتٰمٰى ۔ (یتیم کی جمع ہے ۔ بے باپ کے ۔ نابالغ بچے) ۔ اَلْيُتْمُ کے معنی نابالغ بچے کے شفقت پدری سے محروم ہو جانا کے ہیں ۔ انسان کے علاوہ دیگر حیوانات میں یُتْمٌ کا اعتبار ماں کی طرف سے ہوتا ہے اور جانور کے چھوٹے بچے کا بن ماں کے رہ جانے کو یُتْمٌ کہا جاتا ہے ۔

۴۱۲ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ اَلْمَسٰكِيْنِ ۔ (محتاج ۔ غریب) ۔ یہ مسکین کی جمع ہے ۔ اَلسُّکُوْنُ ۔ حرکت کے بعد ٹھہر جانا کو سکون کہتے ہیں ۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم ہو ۔

بعض نے اس کی تفسیر میں مَنْ لَّا شَيْءَ لَهٗ (یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو) کے ساتھ کی ہے ۔ اور اس صورت میں یہ فقر سے ابلغ ہے ۔ یعنی بہ نسبت فقیر کے زیادہ نادار ۔ لیکن آیت أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ ۔ (الکہف ۱۸ ، ۷۹) ۔ (کشتی غریب لوگوں کی تھی) ۔ میں باوجود کشتی کے مالک ہونے کے انہیں مسکین قرار دیا گیا ہے ۔ یہ کشتی کے چلے جانے کے بعد کی حالت کے لحاظ سے ہے یا اس لئے کہ ان کی احتیاج اور مسکنت کے مقابلہ میں کشتی کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی ۔

۴۱۳ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ ثُمَّ ۔ (پھر) ۔ یہ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ خواہ یہ تاخیر بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ یا وضع کے ہو ۔

ثَمَّ (ث پر زبر کے ساتھ) اسم اشارہ بعید ہے جس کے معنی ہیں ۔ وہاں ۔ اس کے مقابل میں هُنَالِكَ اسم اشارہ قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اور یہ دونوں الفاظ دراصل اسم ظرف ہیں کچھ تشریح شمارہ ۴۲۱ میں دیکھئے گا ۔

۴۱۴ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ تَوَلَّيْتُمْ ۔ (پھر گئے تم ۔ تم منحرف ہو گئے) اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۳۲۴ میں بیان کی جا چکی ہے ۔

۴۱۵ ۔ ۲ ۔ ۸۳ ۔ مُعْرِضُوْنَ ۔ (اعراض کرنے والے ہو ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

روگردانی کرنے والے ہو) ۔ یہ لفظ اَلْعُرْضُ سے مشتق ہے جس کی تشریح شمارہ ۱۸۸ میں درج ہے ۔ یہاں اس لفظ کے وہ معنی مراد ہیں جو شمارہ ۱۸۸ کی شق ۲ میں مذکور ہیں ۔

۴۱۶ ۔ ۲ ۔ ۸۴ ۔ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ ۔ (نہ بہاؤ تم لہو اپنے کو، باہم قتل اور خونریزی نہ کرو) مفصل تشریح شمارہ ۱۸۲ میں دیکھئے ۔

۴۱۷ ۔ ۲ ۔ ۸۴ ۔ لَا تُخْرِجُوْنَ ۔ (نہ نکالو، جلا وطن نہ کرو) ۔ خَرَجَ ۔ خُرُوْجًا ۔ کے معنی خارج کرنا اور نکالنا کے ہیں ۔ عام اس سے کہ وہ کسی قرارگاہ مکان سے ہو یا کسی شہر یا کسی نفسانی حالت سے ہو جو اسباب خارجیہ کی بنا پر کسی کو لاحق ہو ۔ تخریج کے معنی بھی یہی ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ اخراج کا استعمال عموماً ان چیزوں میں ہوتا ہے جو محسوسات میں سے ہوں یعنی جسم والی ہوں اور حواس ظاہرہ سے معلوم ہو سکیں ۔ اور تخریج کا استعمال عام طور پر ان چیزوں میں ہوتا ہے جو عقل اور قلبی و ذہنی ادراک سے تعلق رکھتی ہوں ۔

۴۱۸ ۔ ۲ ۔ ۸۴ ۔ دِيَارِكُمْ (گھروں اپنے سے) ۔ اَلدَّارُ (مادہ دور) منزل (مکان) کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے ۔ بعض نے دَارَةٌ بھی کہا ہے ۔ اس کی جمع دِيَارٌ ہے ۔ پھر دار کا لفظ شہر، علاقہ بلکہ سارے جہان پر بولا جاتا ہے اور اَلدَّارُ الدُّنْيَا اور اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ سے نشاۃ اولیٰ اور نشاۃ ثانیہ میں دو قرارگاہوں کی طرف اشارہ ہے ۔

اَلدَّائِرَةُ ۔ خط محیط (سرکل) کو کہتے ہیں ۔ یہ دَارَ يَدُوْرُ دَوَرَانًا سے ہے جس کے معنی چکر لگانا کے ہیں ۔ پھر یہ لفظ مصیبت اور گردش زمانہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ۔

۴۱۹ ۔ ۲ ۔ ۸۴ ۔ اَقْرَرْتُمْ ۔ (اقرار کیا تم نے) ۔ يَقِرُّ ، قَرَارًا کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں ۔ اصل میں یہ قُرٌّ سے ہے جس کے معنی سردی کے ہیں ۔ جو کہ سکون چاہتی ہے ۔ جیسا کہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے ۔ اَلْاِقْرَارُ (افعال) کے معنی کسی چیز کو ٹھہرا دینا کے ہیں اور اقرار کبھی دل سے ہوتا ہے ، کبھی زبان سے اور کبھی دونوں

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح ۔

سے ۔ (توحید اور دیگر ایمانیات کے بارے میں صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں ہوتا ۔ جب تک اس کے ساتھ دل سے اقرار نہ کیا جائے) ۔ اقرار کی ضد انکار ہے ۔ اقرار کا لفظ اعتراف کے معنی میں بھی آتا ہے ۔

۴۲۰ ۔ ۲ ۔ ۸۴ ۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۔ (اور تم شاہد ہو، تم شہادت دیتے ہو) ۔ یہاں واد حالیہ ہے ۔ اَلشَّهَادَةُ ۔ تشریح شمارہ ۱۲۷ میں ملاحظہ فرماویں ۔

۴۲۱ ۔ ۲ ۔ ۸۵ ۔ ثُمَّ ۔ (پھر بھی) ۔ اس لفظ کے معنی عام طور پر تراخی کے ہوتے ہیں یعنی زمانہ اور وقت کا بُعد ۔ لیکن یہاں محل مذکور کے بعد کے معنی میں ہے ۔ جیسا کہ اردو محاورہ میں بولتے ہیں ۔ "ہم نے تمہیں سمجھایا تھا پھر بھی تم باز نہ آئے" (شمارہ ۴۱۳) ۔

۴۲۲ ۔ ۲ ۔ ۸۵ ۔ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ ۔ (تم وہ لوگ ہو) ۔ اَنْتُمْ مخاطب کے لئے ہے اور هٰٓؤُلَآءِ غائب کے لئے جمع کا صیغہ ہے ۔ هَا حرف تنبیہ ہے اور ذَا ، ذِهٖ ، اُولَآءِ اسم اشارہ کے شروع میں آتا ہے ۔ اور اس کے لئے بمنزلہ جزو سمجھا جاتا ہے ۔ مگر هَا اَنْتُمْ میں حرف هَا استفہام کے لئے ہوتا ہے ۔

۴۲۳ ۔ ۲ ۔ ۸۵ ۔ تَظٰهَرُوْنَ ۔ (مدد کرتے ہو) ۔ اَلظَّهْرُ کے معنی پیٹھ اور پشت کے ہیں ۔ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الانشراح ۔ ۹۴ ۔ ۳) (آپ کی پیٹھ (کمر) توڑ رکھی تھی) ظَهِيْرٌ ۔ مددگار ، پشت پناہ اور یہی معنی اَلظَّاهِرُ کے بھی ہیں ۔ یعنی باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا ۔ گویا ہر شخص اپنی کمر کا سہارا دوسرے کو بناتا ہے ۔ آیت زیر تشریح میں بھی ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرنا مراد ہے ۔

ظِهْرِيٌّ ۔ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے ۔ جسے پس پشت ڈال کر بھولی بسری کر دیا جائے ۔ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۔ اس کو یعنی اللہ تعالیٰ کو تم نے پشت ڈال دیا ۔ (ھود ۱۱ ۔ ۹۲) اَلظِّهَارُ کے معنی ہیں اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت (جو اس شخص

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو ۔ جیسے ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف بلا ضرورت نظر کرنا حرام ہے اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ (المجادلۃ ۵۸۔۲) (تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) ۔ ظَهَرَ الشَّيْءُ ۔ کسی چیز کا زمین کے اوپر اس طرح ظاہر ہونا کہ نمایاں طور پر نظر آئے ۔ اس کے مقابل بَطَنَ کے معنی کسی چیز کا زمین کے اندر غائب ہو جانا کے ہیں ۔ ظَاهِرٌ ہر وہ چیز جو اس طرح پر نمایاں ہو کہ آنکھ یا بصیرت سے ادراک ہو سکتا ہو ۔ صَلٰوۃُ الظُّهْرِ ۔ ظہر کی نماز ۔ ظَهِیْرَۃٌ ۔ ظہر کا وقت

۴۲۴ - ۲ - ۸۵ - بِالْاِثْمِ ۔ (ساتھ گناہ کے) ۔ اَلْاِثْمُ وَالْاَثَامُ ۔ وہ اعمال و افعال جو ثواب سے روکنے اور پیچھے رکھنے والے ہوں ۔ اور جن کی وجہ سے انسان ذلالت اور مذمت کا مستحق قرار پائے یا جس سے سلیم الفطرت نفس انسانی بیزار ہو ۔ اور اس کا قلب مطمئن نہ ہو ۔ بلکہ دل میں تردد ہو ۔ اثم کا لفظ بر (نیکی) کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے ۔

۴۲۵ - ۲ - ۸۵ - الْعُدْوَانِ ۔ (تعدی، ظلم، حدود سے تجاوز کرنا) ۔ اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۴۱۲ میں عرض کی جا چکی ہے ۔ اور کچھ شمارہ ۸۷۸ میں دیکھیے گا ۔

۴۲۶ - ۲ - ۸۵ - یَاْتُوْكُمْ ۔ (آتے ہیں تمہارے پاس، تمہارے پاس پہنچ جاتے ہیں) ۔ اَلْاِتْيَانُ کے معنی کسی چیز کے بسہولت آنا کے ہیں ۔ خواہ کوئی بذاتہٖ آئے یا اس کا حکم پہنچے یا اس کا نظم و نسق وہاں جاری ہو ۔ یہ لفظ خیر و شر دونوں سے متعلق استعمال ہوتا ہے ۔ (شمارہ ۱۲۳)

۴۲۷ - ۲ - ۸۵ - اُسٰرٰی ۔ (قیدی) ۔ اَلْاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینا کے ہیں ۔ پھر ہر اس شخص کو جو گرفتار اور مقید ہو کر آئے الاسیر کہہ دیا جاتا ہے ۔ اَسِیْرٌ کی جمع اَسْرٰی ہے ۔ اور یہ لفظ بطور مبالغہ استعمال ہوا ہے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ اسارٰی وہ قیدی ہوتے ہیں جو بیڑیوں میں جکڑ بند ہوں اور اُسرٰی وہ قیدی جو بغیر بیڑیوں کے ہوں ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۴۲۸ - ۲ - ۸۵ - تُفٰدُوْهُمْ ۔ (ان کو فدیہ (بدلہ) دے کر چھڑا لیتے ہو) ۔ اَلْفِدٰی وَالْفِدَآءُ کے معنی کسی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچا لینا کے ہیں ۔ اِفْتَدٰی کے معنی خود اپنے آپ کو مال کے عوض چھڑانے کے ہیں اور جو مال کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے خرچ کر کے خود اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے اسے بھی فِدْیَۃٌ کہا جاتا ہے ۔

۴۲۹ - ۲ - ۸۵ - مُحَرَّمٌ ۔ (حرام ۔ ممنوع) ۔ اَلْحَرَامُ وہ ہے جس سے روک دیا گیا ہو ۔ خواہ یہ ممانعت تسخیری یا جبری یا عقل کی رو سے ہو یا پھر شرع کی جانب سے ہو ۔ آیت زیر تشریح میں تحریم شرعی مراد ہے ۔ کیونکہ ان کی شریعت میں یہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئی تھیں ۔ اَلْحُرُوْمُ کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی الشہر الحرام کے ہیں ۔ اَلْمَحْرُمَۃُ وَالْمَحْرَمَۃُ کے معنی حرمت کے ہیں ۔

۴۳۰ - ۲ - ۸۵ - جَزَآءُ ۔ (بدلہ، سزا) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۲۳ میں بیان کی جا چکی ہے ۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں ۔

۴۳۱ - ۲ - ۸۵ - خِزْیٌ ۔ (رسوائی، ذلت و خواری، بدانجامی) ۔ خواہ وہ رسوائی انسان کو خود اس کی ذات سے لاحق ہو یا غیر کی طرف سے ۔ پھر جو رسوائی اپنی جانب سے لاحق ہوتی ہے اسے حیائے مفرط کہا جاتا ہے ۔ (اس کا مصدر خَزَایَۃٌ ہے) اور جو رسوائی دوسروں کی طرف سے لاحق ہوتی ہے ۔ وہ ذلت کی ایک قسم ہے اور اس کا مصدر خِزْیٌ ہے ۔ رَجُلٌ خِزْیٌ ۔ ذلیل آدمی ۔

۴۳۲ - ۲ - ۸۵ - یُرَدُّوْنَ ۔ (پھیرے جائیں گے ، لوٹائے جائیں گے) ۔ اَلرَّدُّ کے معنی کسی چیز کو لوٹا دینا کے ہیں ۔ خواہ ذات شے کو لوٹایا جائے یا اس کی حالتوں میں سے کسی حالت کو ۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال

ہوا ہے۔ (۱) رَآدَّ۔ روکنے والا اور دفع کرنے والا۔ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ۔ (یونس ۱۰-۱۰۷) (اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں)۔ اور یہی معنی آیت۔ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ (ھود ۱۱-۷۶) (اور ان لوگوں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹل نہیں سکتا)۔ میں مراد ہیں۔ (۲) رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ (الانعام ۶-۶۲) (اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں جائیں گے)۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ فوت کرکے زمین کی طرف لوٹا دینا۔ دوسرا فوت کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا۔ (۳) اَلْاِرْتِدَادُ وَالرِّدَّةُ۔ اس راستہ پر پلٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو۔ لیکن رِدَّۃٌ کا لفظ کفر کی طرف لوٹنا کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ اور ارتداد عام ہے جو حالتِ کفر اور غیر دونوں کی طرف لوٹنے پر بولا جاتا ہے۔ (۴) رجوع کرنا یا فیصلہ کے لئے سپرد کرنا۔ وَرُدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ۔ (النساء ۴-۸۳) (اس کو رسول کی طرف پھیرتے)۔

۴۳۳-۲-۸۶۔ اُولٰٓئِكَ۔ (یہی لوگ، یہ وہ لوگ ہیں)۔ یہ لفظ اسم اشارہ جمع کے لئے ہے۔ جس سے مذکر و مونث دونوں کی جمع کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اسم اشارہ کا اصل مفہوم یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ کسی ایسی موجود چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جو محسوس بھی ہو یا احوال وصفات کے ذریعے وہ چیز ذہن نشین ہو جائے جیسے محسوس چیزیں ذہن میں آجاتی ہیں۔

۴۳۴-۲-۸۶۔ اِشْتَرَوُا۔ (مول لیا)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۸۷ میں بیان کی جا چکی ہے۔ اشتراء کے معنی کبھی پسند کرنے اور اختیار کرنے کے مفہوم کے ساتھ بھی کئے جاتے ہیں اور کبھی مطلق تبادلہ کے معنی ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ (شمارہ ۴۵۲)۔

۴۳۵-۲-۸۶۔ فَلَا يُخَفَّفُ۔ (پس نہ ہلکا کیا جائے گا، تخفیف نہیں کی جائے گی)۔ یہاں فلا کا "ف" نتیجہ کا

مفہوم ادا کرتا ہے۔ اَلْخَفِيْفُ۔ (ہلکا) یہ ثقیل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے (۱) کبھی وزن میں مقابلہ کے طور یعنی دو چیزوں کے باہم مقابلہ میں ایک کو خفیف اور دوسری کو ثقیل کہہ دیا جاتا ہے۔ کبھی تقابل زمانی کے اعتبار سے مثلاً سبک رفتار (خفیف) گھوڑا اور دوسرا سست رفتار (ثقیل گھوڑا)۔ (۲) جس چیز کو خوشی آئند پایا جائے اسے خفیف اور جو طبیعت پر گراں گزرے اسے ثقیل کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں خفیف کا لفظ بطور مدح اور ثقیل کا لفظ بطور مذمت استعمال ہوتا ہے۔ اور یہی مفہوم آیت زیر تشریح میں مراد ہے۔ (۳) جو شخص جلد طیش میں آجائے اسے خفیف اور جو پر وقار ہو اسے ثقیل کہا جاتا ہے۔ جو اجسام نیچے کی طرف جھکنے والے ہوں انہیں ثقیلہ اور جو اوپر کی جانب چڑھنے والے ہوں انہیں خفیفہ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی کے لحاظ سے زمین پانی وغیرہ اجسام ثقیلہ اور ہوا آگ وغیرہ اجسام خفیفہ میں داخل ہونگے۔

آیت کریمہ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (القارعۃ ۱۰۱-۸) (اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے)۔ میں اعمال صالحہ کی کمی کی طرف اشارہ ہے۔

۴۳۶-۲-۸۶۔ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ (اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے)۔ تشریح شمارہ ۲۳۵ اور ۳۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۳۷-۲-۸۷۔ وَلَقَدْ۔ (اور البتہ تحقیق)۔ واو حرف عطف ہے اور لام تاکید کے لئے۔ قَدْ حرف تحقیق ہے اور فعل کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان دونوں حروف کا مقصد کلام میں زور اور یقین پیدا کرنا ہوتا ہے۔

۴۳۸-۲-۸۷۔ اٰتَيْنَا۔ (دی ہم نے، عطا کی ہم نے)۔ تشریح شمارہ ۲۵۸ میں دیکھیے۔

۴۳۹-۲-۸۷۔ قَفَّيْنَا۔ (پچھاڑی لائے ہم، ہم پیچھے بھیجتے رہے)۔ اَلْقَفَا کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنا کے ہیں۔ اور

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

قَفَّیْنَا کے معنی کسی کو دوسرے کے پیچھے لگانا کے ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں یعنی ہم (اللہ تعالیٰ) ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ محض قیافہ اور ظن سے کام لینا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل ۱۷۔ ۳۶) (اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ)۔

۲۔۴۴۰ ۔ ۸۷ ۔ الْبَيِّنٰتِ (واضح نشانیاں) ۔ جمع ہے بَيِّنَة کی جس کے معنی ہیں (۱) واضح نشانی جس میں کوئی ابہام و اخفا نہ ہو۔ (۲) معجزہ۔ شمارہ ۳۴۲ بھی پڑھیں۔

۲۔۴۴۱ ۔ ۸۷ ۔ أَيَّدْنٰهُ (قوت دی ہم نے)۔ شمارہ ۳۸۸ ۔ شق ۲۔

۲۔۴۴۲ ۔ ۸۷ ۔ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۔ (پاک روح سے)۔ مختلف آراء (۱) روح القدس اسماء الٰہیہ میں سے وہ نام ہے جس کو لے کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام معجزہ کے طور پر مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے۔ اور نابینا کو بینا کر دیتے تھے۔ (۲) وہ خاص روح جو حضرت عیسیٰؑ میں پھونکی گئی اور وہ دوسری روحوں سے ممتاز ہے۔ (۳) جبرئیل امین۔

قدس کے اصل معنی طہارت اور برکت کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ قدوس کی طرح قدس بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ روح (امر اللہ) ایک ہوا ہے۔ جو انسان کے رگ و ریشہ میں دوڑتی ہے۔

۲۔۴۴۳ ۔ ۸۷ ۔ أَفَكُلَّمَا ۔ (کیا پس جب بھی۔ کیا پس جب کبھی بھی)۔ (۱) أ ہمزہ سوالیہ ہے (شمارہ ۲۷۰۔ شق ۱)۔ اور مقصد سوال اظہار تعجب ہے۔ (۲) كُلَّمَا۔ یہ لفظ دراصل دو کلموں کا مجموعہ ہے۔ ایک كُلَّ دوسرا مَا ۔ لفظ کل شمولیت اور احاطہ کے معنی کے لئے آتا ہے اور ما مختلف معنوں میں۔ یہاں ظرفیت اور زمانہ کے معنی مراد ہیں۔

۲۔۴۴۴ ۔ ۸۷ ۔ لَا تَهْوٰى ۔ (نہیں چاہتے تھے)۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اَلْهَوٰى ۔ خواہشات انسانی کی طرف مائل ہونا۔ (ہوائے نفس)۔ یہ هدٰی کی ضد ہے۔ ھوٰی کا تقاضا معصیت ہے اور هُدٰی کا تقاضا عبادت اور اطاعت۔ شمارہ ۵۹۴ بھی دیکھیں۔

۲۔۴۴۵ ۔ ۸۷ ۔ اِسْتَكْبَرْتُمْ ۔ (تکبر کیا تم نے)۔ شمارہ ۱۹۶ شق ۲۔

۲۔۴۴۶ ۔ ۸۸ ۔ غُلْفٌ ۔ (غلاف میں ہیں۔ محفوظ ہیں)۔ یہ لفظ أَغْلَفُ کی جمع ہے اور أَغْلَفُ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ پس آیت زیر تشریح کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ یہ (غُلْفٌ) اصل میں غُلُفٌ (لام کے پیش کے ساتھ) ہے۔ جیسا کہ ایک قرأت میں ہے۔ اور أَغْلَفُ کی نہیں بلکہ غِلَافٌ کی جمع ہے جس کے معنی پردہ کے آتے ہیں۔ اغلف وہ قلب ہے جس پر پیدائشی پردہ پڑا ہو کہ حق بات اندر نہ جا سکے۔

اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہمارے دل خود علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں اور ان علوم کی موجودگی میں دوسروں کے علوم سے بے نیاز ہیں لہٰذا تم سے کسی قسم کے استفادہ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔

۲۔۴۴۷ ۔ ۸۹ ۔ لَمَّا ۔ (جب)۔ یہ حرف تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) جب لمّا فعل مضارع پر داخل ہو تو لم کی طرح نفی کے معنی ہوتے ہیں۔ (۲) جب لمّا فعل ماضی پر داخل ہو تو یہ نفی کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ظرفیت اور زمانہ کا مفہوم ادا کرتا ہے جس میں شرطیت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور اس کے بعد دو فعل ماضی آتے ہیں۔ (۳) تیسرے معنی لمّا کے ہوتے ہیں کہ استثنا کے لئے ہو۔ یہ لمّائے استثنائیہ ہمیشہ جملہ اسمیہ پر آتا ہے یعنی جس کا جزو اول اسم ہو۔ یہاں لمّا دوسری قسم کا ہے۔ یعنی ظرف زمان۔

قرآن پاک میں یہ حرف زمانہ ماضی میں کسی فعل کی نفی اور اس

کے قریب الوقوع ہونے کے لئے بھی آیا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہونگے ۔حالانکہ ابھی ۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ ۔ (آل عمران ۳ ۔ ۱۴۲) (حالانکہ ابھی خدا نے تم ہی سے جہاد کرنے والوں کو معلوم کیا ہی نہیں)۔

۴۴۸ ۔ ۲ ۔ ۸۹ ۔ يَسْتَفْتِحُوْنَ ۔ (فتح مانگتے تھے)۔ اَلْفَتْحُ کی تشریح شمارہ ۳۷۷ میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس آیت کریمہ میں يَسْتَفْتِحُوْنَ کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) حضور اکرمؐ کی بعثت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فتح طلب کرتے تھے۔ (۲) آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق کبھی لوگوں سے دریافت کرتے تھے اور کبھی کتب سماویہ سے اس پر استدلال کرتے تھے۔ (۳) وہ آنحضرتؐ کے ذکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے۔ (۴) وہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کے ذریعہ ہمیں بت پرستوں پر غلبہ حاصل ہو۔

۴۴۹ ۔ ۲ ۔ ۸۹ ۔ مَّا عَرَفُوْا ۔ (جو کچھ پہچانا تھا جس کو وہ خوب جانتے پہچانتے تھے)۔ اَلْمَعْرِفَةُ وَالْعِرْفَانُ کے معنی ہیں کسی چیز کی علامات و آثار پر غور و فکر کرکے اس کا ادراک کرلینا۔ (یہ علم سے کم درجہ رکھتا ہے اور اَلْاِنْکَارُ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے)۔ کسی شے سے پہلے واقف نہ ہو پھر اس سے واقف ہوجانا۔ عَارِفٌ ۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں وہ شخص جسے عالم ملکوت اور ذاتِ الٰہی اور اس کے ساتھ حسن معاملہ کے متعلق خصوصی معرفت حاصل ہو۔ تَعَارَفُوْا ۔ انہوں نے باہم ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ عَرَفٰتٍ ۔ میدان عرفات۔ بعض نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس میدان میں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کا باہم (دنیا میں پہلی دفعہ) تعارف ہوا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس میدان میں دعا اور عبادت کے ذریعہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اَلْمَعْرُوْفُ ۔ ہر وہ قول یا فعل جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو۔ اَلْاَعْرَافُ ۔ وہ دیوار جو جنت

اور دوزخ کے درمیان حائل ہے۔ اَلْاِعْتِرَافُ ۔ کسی چیز کا اقرار کرلینا جو انکار کی ضد ہے۔

۴۵۰ ۔ ۲ ۔ ۸۹ ۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ ۔ (پس لعنت ہے اللہ کی)۔ اَللَّعْنُ ۔ کسی کو ناراضگی کی بنا پر اپنے سے دور کر دینا۔ خدا کی طرف سے کسی شخص پر لعنت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں تو اللہ کی رحمت اور توفیق سے محروم ہوجائے اور آخرت میں عقوبت کا مستحق قرار پائے۔ لعنت کا اصل مفہوم اخروی نعمتوں سے محروم کرنا ہے۔ خواہ دنیا میں بڑی بڑی نعمتیں (جو اخروی نعمتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں بے قدر ہیں)، حاصل ہی ہوں۔ انسان کی طرف سے کسی پر لعنت بھیجنے کے معنی بددعا کے ہوتے ہیں۔

۴۵۱ ۔ ۲ ۔ ۹۰ ۔ بِئْسَمَا ۔ (بُرا ہے جو کچھ)۔ یہ لفظ دو کلموں کا مجموعہ ہے۔ ایک بِئْسَ ، دوسرا ۔ مَا۔ بِئْسَ وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے بُرائی اور مذمت کی جاتی ہے۔ جس طرح نِعْمَ ہر طرح کی مدح اور اچھائی کے لئے آتا ہے۔ اَلْبُؤْسُ وَالْبَأْسُ وَالْبَاْسَاءُ ۔ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یہاں ما موصولہ ہے جس کا ترجمہ ہے چیز اور شے۔

۴۵۲ ۔ ۲ ۔ ۹۰ ۔ اِشْتَرَوْا ۔ (انہوں نے بیچا ہے، وہ حالت جس کو اختیار کر رکھا ہے)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۷۸ اور ۳۴۴ میں عرض کی جاچکی ہے۔ بیع اور شراء میں اخذ اور اختیار مشترک ہے۔ ایک مبیع حاصل کرتا ہے۔ دوسرا ثمن (قیمت) وصول کرتا ہے۔

۴۵۳ ۔ ۲ ۔ ۹۰ ۔ بَغْيًا ۔ (سرکشی، ضد، حسد، عناد)۔ اَلْبَغْیُ کے اصل معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کے ہیں۔ اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ ویسے بَغْیٌ دو قسم پر ہے (۱) محمود یعنی حد عدل و انصاف سے تجاوز کرکے مرتبہ احسان حاصل کرنا (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کرکے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ گو لغت میں یہ لفظ

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

محمود اور مذموم دونوں قسم کے تجاوز پر بولا جاتا ہے۔ لیکن قرآن پاک میں اکثر و بیشتر مذمت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ کسی کے حق سے تجاوز کی طلب ظلم کے مترادف ہے۔ اس لئے بغی کے معنی فساد اور فسق و فجور کے بھی آتے ہیں۔ زنا کو بھی بَغِیٌّ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اَلْاِبْتِغَاءُ۔ یہ خاص کر کوشش کے ساتھ کسی چیز کو طلب کرنے کے پر بولا جاتا ہے۔ اگر اچھی چیز ہو گی تو کوشش بھی محمود ہو گی (ورنہ مذموم)۔

۴۵۴۔۲۔۹۰۔ فَبَآءُوْ۔ (پس پھر آئے، اس لئے مستحق ہوگئے)۔ اس لفظ میں فا تعقیب (ایک چیز کے بعد دوسری چیز لانا) کی ہے۔ جو نتیجہ پر داخل ہوتی ہے۔ گویا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ سابق کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا۔

۴۵۵۔۲۔۹۰۔ بِغَضَبٍ (غضب کے ساتھ)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۹ میں دیکھیں۔

۴۵۶۔۲۔۹۰۔ مُّهِيْنٌ۔ (رسوا کرنے والا، ذلت آمیز، اہانت آمیز، دردناک)۔ ایسا عذاب صرف کفار کے لئے مختص ہے۔ کیونکہ مومن عاصی کو عذاب تطہیر عن الذنوب ہی ہوگا۔

۴۵۷۔۲۔۹۱۔ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ (سوائے اس کے)۔ یہاں ما موصولہ ہے۔ اَلْوَرَآءُ کے اصل معنی خلف یعنی پچھلی جانب کے ہیں۔ اس کے اصل حروف و ر ی ہیں اور اس ترتیب سے جب یہ حروف جمع ہو جائیں تو اس میں ستر اور اخفاء کے معنی ہوتے ہیں۔ یہ لفظ ظرف مکان ہے۔ درحقیقت یہ کلمہ اضداد میں سے ہے۔ جس کے معنی پیچھے یعنی کسی چیز سے پرے ہونا اور ورے یعنی کسی چیز سے پہلے ہونا کے بھی ہیں۔ غرضیکہ وراء کسی چیز کے ادھر اور ادھر دونوں جانب کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (الحشر ۵۹۔۱۴) (یا دیواروں کی اوٹ میں)۔ اس آیت میں دیواروں کی

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح۔

دونوں جانب مراد ہو سکتی ہے کیونکہ جو شخص کسی ایک جانب میں ہوگا تو دوسری جانب اس کے لئے وَرَاءَ ہی ہوگی۔ آیت زیر تشریح میں وَرَآءَهٗ سے دوسری آسمانی کتابیں مراد ہیں)۔

۴۵۸۔۲۔۹۲۔ بِالْبَيِّنٰتِ۔ (ساتھ دلیلوں کے)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۴۳ اور ۴۴۰ میں پڑھیں۔ یہاں حضرت موسٰی علیہ السلام کے خصوصی معجزات مراد ہیں۔

۴۵۹۔۲۔۹۲۔ اَلْعِجْلَ۔ (بچھڑا)۔ اس کی تشریح شمارہ ۲۵۳ میں گذر چکی ہے۔

۴۶۰۔۲۔۹۲۔ ظٰلِمُوْنَ۔ (ظلم کرنے والے)۔ تشریح شمارہ ۲۰۰ میں ملاحظہ فرمائیے۔

۴۶۱۔۲۔۹۳۔ مِيْثَاقَكُمْ۔ (عہد تمہارا، تمہارا قول و قرار)۔ شمارہ ۱۵۹ اور ۱۶۰۔

۴۶۲۔۲۔۹۳۔ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ۔ (بلند کیا ہم نے اوپر تمہارے) شمارہ ۳۲۰ اور ۳۲۱۔

۴۶۳۔۲۔۹۳۔ الطُّوْرَ (پہاڑ) شمارہ ۳۲۲

۴۶۴۔۲۔۹۳۔ اٰتَيْنٰكُمْ۔ (دیا ہم نے تم کو)۔ شمارہ ۲۵۸۔

۴۶۵۔۲۔۹۳۔ وَاسْمَعُوْا۔ (اور سنو) صیغہ امر ہے۔ سمع کی تشریح شمارہ ۴۶ میں دیکھئے۔

۴۶۶۔۲۔۹۳۔ عَصَيْنَا (نہ مانا ہم نے، یعنی ہم سے عمل نہ ہوگا، ہم نے نافرمانی کی)۔ عَصٰی عِصْيَانًا کے معنی اطاعت سے نکل جانا اور نافرمانی کرنا کے ہیں۔

۴۶۷۔۲۔۹۳۔ اُشْرِبُوْا۔ (پلائی گئی، کفر کی وجہ سے بچھڑا ان کے دلوں میں پیوست ہو گیا)۔ یہ لفظ اشراب سے بنا ہے اور اشراب کے معنی ہیں کسی بہنے والی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ حل کر کے ایک بنا دینا۔ اسی لئے دو رنگوں کو ملا کر ایک رنگ بنا دینے کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ گوسالہ کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس

شمارہ-سورۃ-آیت-لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

گئی - پیوست ہوگئی۔

بعض نے کہا ہے۔ کہ یہ لفظ اُشْرِبَتُ الْبَعِيْرُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی اونٹ کے گلے میں رسی باندھنا کے ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ گویا بچھڑا ان کے دلوں پر باندھ دیا گیا ہے۔ اور اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ بچھڑے کی محبت انکے دلوں میں پلا دی گئی۔ کیونکہ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت یا بغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَرَابٌ کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔ الغرض بچھڑے کی صورت ان کے دلوں میں اس طرح نقش ہو گئی تھی کہ محو نہیں ہو سکتی تھی۔

۴۶۸-۲-۹۴ - لَكُمْ (حرف) تمہارے لئے)۔ لکم میں لام منفعت، اور افادیت کے لئے ہے۔ جس کا ترجمہ ہوگا تمہارے فائدہ کے لئے اور تمہاری منفعت کی خاطر۔

۴۶۹-۲-۹۴ - اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ (آخرت کا گھر)۔ دنیا کے مقابلہ میں ہے۔ اور عالم مابعد الموت کو الدار الآخرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں دار آخرت سے جنت مراد ہے

۴۷۰-۲-۹۴ - خَالِصَةً۔ (خالص) وہ چیز جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو۔ یہاں خصوصیت کے معنی مراد ہیں۔ اَلْخَالِصُ (خالص) اور اَلصَّافِیُ دونوں مترادف ہیں۔ مگر الصافی کبھی ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں پہلے ہی سے آمیزش نہ ہو۔ اور خالص اسے کہتے ہیں جس میں پہلے آمیزش ہو مگر اسے صاف کر لیا گیا ہو۔ خَلَصُوْا۔ دوسروں سے الگ ہونا۔ خَلَصُوْا نَجِيًّا۔ (یوسف ۱۲-۸۰) (الگ ہو کر (باہم) مشورہ کرنے لگے)۔

۴۷۱-۲-۹۵ - بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ (جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں، اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے)۔ اس سے مراد یہود کی نافرمانیاں اور معاصی

شمارہ-سورۃ-آیت-لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

ہیں۔ اَلْقَدَمُ۔ انسان کا پاؤں۔ جمع اَقْدَامٌ۔ اسی سے تقدم کا لفظ لیا گیا ہے۔ جو کہ تاخر کی ضد ہے۔

۴۷۲-۲-۹۶ - لَتَجِدَنَّهُمْ۔ (البتہ ضرور تو پاوے گا ان کو)۔ اس لفظ میں لام تاکید اور نون ثقیلہ دونوں تاکید اور کلام میں پختگی اور یقین پیدا کرنے کے لئے ہیں۔

اَلْوُجُوْدُ کے معنی کسی چیز کو پا لینا کے ہیں اور یہ حواس خمسہ میں سے کسی ایک حاسہ کے ساتھ، قوی باطنہ کے ساتھ یا بذریعہ عقل و معرفت کسی چیز کا ادراک کر لینے سے ہوتا ہے۔ یہاں تَجِدُ فعل مضارع ہے اور اس کے مختلف مصادر کے معنی بھی مناسبت مقام کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ تین مصدر (۱) وجود - پایا جانا، موجود ہونا، حاصل کر لینا (۲) وجد - غمگین ہونا، غصہ ہونا، شدید طور پر متاثر ہونا، (۳) وجدان - قلبی طور پر کسی چیز کو مان لینا، علم ہونا (افعال قلوب میں سے)۔ یہاں تَجِدُ تعلیم کے معنی میں ہی آیا ہے (اور افعال قلوب میں سے ہے)۔

۴۷۳-۲-۹۶ - يَوَدُّ اَحَدُهُمْ۔ (چاہتا ہے ان میں سے ایک ایک، ان میں سے ہر ایک آرزو مند ہے)۔ اَلْوُدُّ کے معنی کسی چیز سے محبت اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا کے ہیں۔ یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کی تمنا اس کی محبت کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ تمنا کے معنی ہی کسی محبوب چیز کی آرزو کرنا کے ہیں۔ اسی سے اَلْوَدُوْدُ (محبت کرنے والا) ہے جو اسمائے حسنیٰ سے ہے۔

۴۷۴-۲-۹۶ - لَوْ يُعَمَّرُ۔ (کاش کہ عمر دیا جائے، کاش کہ عمر پاوے)۔ لَوْ۔ کاش کہ - حرف لَوْ کے بارے میں علمائے نحو کی مختلف آراء۔ (۱) بصرہ کے علمائے نحو فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مواقع پر "لو" شرطیہ ہوتا ہے جس کا جواب اور جزا محذوف ہوتی ہے۔ (۲) علمائے کوفہ کی رائے یہ ہے

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کہ یہ "لو" مصدریہ ہے جو ان مصدریہ کی طرح اس فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جس پر "لو" داخل ہوتا ہے - (۲) بعض کا خیال ہے کہ اس قسم کے موقع پر لو "تمنا" کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ اصل میں مصدریہ ہو یا شرطیہ - آیت زیر تشریح میں "لو" تمنا کرنے اور کاش کے معنی میں ہے -

۲.۴۷۵ - ۹۶ - اَلْفَ سَنَةٍ - (ہزار برس) - اَلْاَلْفُ - ایک خاص عدد (ہزار) کا نام ہے اور اسے اَلْفٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اعداد کی چاروں اقسام (شمارہ ۲۹۱) جمع ہو جاتی ہیں - ۱۰۰۰ کے بعد جو عدد بھی ہو وہ مکرر آتا ہے - عربی میں چونکہ الف سے اوپر گنتی کا کوئی لفظ نہیں اس لئے آیت زیر تشریح میں اس سے کثرت کے معنی مراد ہیں -

اَلْاَلِفُ - حروف تہجی کا پہلا حرف - اس کے معنی ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا کے بھی ہیں - اُلْفَةٌ - محبت - مُؤَلَّفَۃٌ - اس مجموعہ کو کہتے ہیں جس کے مختلف اجزا کو یکجا جمع کر دیا گیا ہو اور ہر جزو کو تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے اس کی صحیح جگہ پر رکھا گیا ہو -

۲.۴۷۶ - ۹۶ - بِمُزَحْزِحِہٖ - (اس کو چھڑا سکنے والا / اس کو بچا سکنے والا) - اس لفظ کے شروع میں ب ما کی وجہ سے زائد ہے - اَلزَّحْزَحَۃُ کے معنی ہیں دور ہٹانا اور برطرف کرنا - فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (آل عمران ۳ - ۱۸۵) (پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا، بچا لیا گیا) -

۲.۴۷۷ - ۹۷ - قُلْ مَنْ كَانَ - (آپ کہیے کہ جو کوئی ہے) یہ خطاب حضور اکرمؐ کی طرف ہے - من کان میں من اسم موصول ہے جس میں شرط کا مفہوم پایا جاتا ہے من کے معنی - وہ یا جو -

۲.۴۷۸ - ۹۷ - عَدُوًّا - (دشمن) - یہ لفظ صفت مشبہ ہے اور عدوان سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھ جانا، ظلم کرنا، دشمنی اور بدخواہی کرنا - عداوت (دشمنی) دراصل نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو کسی شخص کو

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

تکلیف اور نقصان پہنچانے پر آمادہ کرے - یہ عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے - شمارہ ۱۴، ۲۱ اور ۲۵۴ بھی دیکھیں -

۲.۴۷۹ - ۹۷ - لِجِبْرِیْلَ - (جبرائیل کے لئے) - یہ عجمی یعنی غیر عربی کلمہ ہے - اس کے تلفظ میں اہل لغت نے جیم کے زیر کے ساتھ اور زبر کے ساتھ دونوں طریقے بیان کئے ہیں - حضرت جبرائیل علیہ السلام اس فرشتہ کا نام ہے - جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرمؐ کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچائی - جبرائیل کا لفظ جبر اور ایل سے مرکب ہے - جبر کے معنی عبرانی زبان میں عبد کے ہیں اور ایل کے معنی خدا کے - پس جبرائیل کے معنی ہوئے عبداللہ -

۲.۴۸۰ - ۹۷ - بُشْرٰی - (خوشخبری، بشارت) - اَلْبَشَرَۃُ کے اصل معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح کے ہیں - اس کی جمع بَشَرٌ وَ اَبْشَارٌ آتی ہے - اور اسی سے انسان کو بشر کہا جاتا ہے - کہ اسکی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے - اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر اون، بال یا پشم ہوتی ہے - اسی مادہ سے کچھ اور الفاظ قرآن کریم میں ان معانی میں آئے ہیں - (۱) اَلْمُبَاشَرَۃُ - اصل معنی ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا - وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ - (البقرۃ ۲ - ۱۸۷) (اور ان سے (اپنی بیویوں سے) اپنا بدن بھی مت ملنے دو جب کہ تم اعتکاف میں ہو) - (کنایۃً عورت سے مجامعت کرنا مراد ہے) - (۲) اَلْبِشَارَۃُ - خوشخبری پہنچانا، خوش کن خبر سنانا - اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ - (آل عمران ۳ - ۴۵) (بے شک اللہ تعالیٰ تم کو خوشخبری دیتے ہیں) - (۳) اَلتَّبْشِیْرُ - بڑی خوشخبری - اس میں کثرت کے معنی ملحوظ ہیں - یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ - (آل عمران ۳ - ۱۷۱) (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کی خوشخبری لیتے ہیں) - (۴) اَلْبَشِیْرُ - خوشخبری دینے والا - فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ - (یوسف ۱۲ - ۹۶) (پس جب خوشخبری دینے والا آیا) -

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

(۵) یُبَشِّرُ کا لفظ بطور تنبیہ کے بھی آتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (التوبہ ۹-۳) (اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے)۔

۴۸۱-۲-۹۸- رُسُلِہٖ۔ (اس کے رسولوں کا)۔

اَلرِّسْلُ۔ اصل میں اس کے معنی آہستہ اور نرمی کے ساتھ چل پڑنا کے ہیں۔ پھر کبھی اس کے صرف روانہ ہونے کے معنی لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی اعتبار سے اس سے رسول مشتق ہے جو اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو۔ اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ پھر رسول کی جمع رُسُل بھی آتی ہے۔ اور قرآن پاک میں رسول اور رُسُل اللہ سے مراد کبھی فرشتے ہوتے ہیں۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ (التکویر ۸۱-۱۹) (بے شک یہ (قرآن پاک) معزز فرشتے (یعنی جبرائیلؑ) کا (پہنچایا ہوا) پیغام ہے)۔ لیکن اکثر و بیشتر اس لفظ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔

اَلْاِرْسَالُ (افعال) کے معنی بھیجنا کے ہیں اور اس کا اطلاق انسان پر بھی ہوتا ہے اور دوسری محبوب یا مکروہ چیزوں کے لئے بھی آتا ہے۔

۴۸۲-۲-۹۹- وَلَقَدْ۔ (اور یقیناً، اور واقعۃً)۔
واوَ حرف عطف ہے۔ جس کے معنی ہیں اور۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ قد حرف تحقیق ہے۔ جس کا مفہوم بھی تاکید ہی ہوتا ہے۔ گویا یہاں پر دو تاکیدی حروف جمع ہیں۔

۴۸۳-۲-۹۹- اَنْزَلْنَآ۔ (اتاری ہم نے)۔ اَلنُّزُوْلُ۔ اصل میں اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نعمتوں یا عذاب کے نازل کرنا سے ان کا عطا کرنا یا وقوع مراد ہوتا ہے۔ قرآن پاک اور فرشتوں کے نازل کرنے کے متعلق اِنْزَالٌ اور تَنْزِیْلٌ دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ تَنْزِیْلٌ کے معنی ایک چیز کو مرۃً بعد اخریٰ اور متفرق طور پر نازل کرنا کے ہوتے ہیں اور اِنْزَالٌ

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی)۔ تشریح

کا لفظ عام ہے جو ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بولا جاتا ہے۔

اَلنُّزُلُ۔ (طعام مہمانی) وہ کھانا جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کیا جائے۔ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا۔ (السجدۃ ۳۲-۱۹) (پس ان کے رہنے کے لئے جنت ہے۔ یہ (ان کی) مہمانی ہے۔

۴۸۴-۲-۹۹- اٰیٰتٍ (نشانیاں)۔ اَلْاٰیَۃُ۔
اس کے معنی علامت ظاہرہ یعنی واضح علامت کے ہیں۔
دراصل "آیۃ" ہر اس ظاہر شے کو کہتے ہیں جو دوسری ایسی شے کو لازم ہو جو اس کی طرح ظاہر نہ ہو۔ مگر جب کوئی شخص اس ظاہر شے کا ادراک کرلے گو اس دوسری (اصل) شے کا بذاتہٖ اس نے ادراک نہ کیا ہو مگر یقین کر لیا جائے کہ اس نے اصل شے کا بھی ادراک کرلیا کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہے اور لزوم کا یہ سلسلہ محسوسات اور معقولات دونوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ جب کسی شخص کو معلوم ہو کہ فلاں راستے پر فلاں قسم کے نشانات ہیں اور پھر وہ نشان بھی مل جائے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ اس نے راستہ پالیا ہے۔ اسی طرح کسی مصنوع کے علم سے لامحالہ اس کے صانع کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) بلند عمارت۔ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ۔ (الشعراء ۲۶-۱۲۸) (کیا تم ہر اونچے مقام پر بے کار نشان (عمارت) تعمیر کرتے ہو۔ (۲) قرآن کریم کے ہر حصہ وجزو کو بھی آیت کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی صداقت توحید۔ رسالت یا مغیبات عالم کا پتہ دیتی ہے۔ (۳) اس مفہوم کے اعتبار سے ان معجزات کو بھی آیات کہتے ہیں جو تصدیق نبوت کے لئے نبی کے ہاتھ پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ (۴) فکری اور واضح دلائل۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (العنکبوت ۲۹-۴۴)۔ (بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے واضح دلیل ہے)۔

۴۸۵-۲-۹۹- بَیِّنٰتٍ۔ (ظاہر، واضح نشانیاں)۔

شمارہ-سورۃ-آیت-لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

(شمارہ ۲۴۲ اور ۴۰۴)۔ یہاں آیاتِ بیّنات سے مراد وہ دلائل ہیں جو اپنے مدعا کو ثابت کرنے میں اس درجہ واضح ہوں کہ پھر کوئی شک اور اخفا باقی نہ رہے۔

۴۸۶ - ۲ - ۹۹ - مَا - (نہیں) "ما" اور "لا" دونوں حروف نافیہ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ "ما" بالعموم فعل ماضی کی نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور لائے نفی زیادہ تر فعل مضارع کی نفی کے لئے آتا ہے۔ لیکن کبھی لائے نفی کو ماضی کی نفی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مَا کے دوسرے معنی ہیں جو یا جو ہے۔

۴۸۷ - ۲ - ۹۹ - یَکْفُرُ - (کفر کرتے ہیں)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۴۱ میں گذر چکی ہے۔ مزید تشریح شمارہ ۵۲۵ میں دیکھئے۔

۴۸۸ - ۲ - ۹۹ - اَلْفٰسِقُوْنَ - (بدکار)۔ یہ لفظ فاسق کی جمع ہے اور فاسق فسق سے بنا ہے۔ فسق کے معنی ان حدود سے باہر نکل جانا کے ہیں جو اس کے لئے مقرر کی گئی ہوں کہ ان کے اندر رہا جائے۔ شریعت اور اصطلاح میں حق تعالیٰ کی مقرر کی گئی حدود سے نکل جانا اور نافرمانی کرنا کو فسق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (شمارہ ۱۵۷ بھی مطالعہ فرمائیں) یعنی لغوی معنی کے اعتبار سے ہر نافرمانی اور گناہ فسق ہے۔ خواہ وہ کوئی معمولی سی نافرمانی اور کوئی چھوٹا گناہ ہو یا کوئی گناہ کبیرہ حتیٰ کہ کفر بھی گناہ عظیم ہونے کی وجہ سے اس کا مصداق ہے۔ لیکن اصطلاح شرع میں گناہ صغیرہ کے ارتکاب کو فسق سے تعبیر نہیں کیا جاتا تاوقتیکہ اس پر اصرار اور تسلسل کے ساتھ اس کا ارتکاب نہ ہو۔ بلکہ بڑی معصیت اور کبیرہ گناہوں کو ہی فسق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کفر و شرک، چوری، شراب نوشی، زنا، والدین کے ساتھ بدسلوکی وغیرہ سب فسق میں داخل ہیں۔

۴۸۹ - ۲ - ۱۰۰ - اَوَکُلَّمَا - (اور کیا جب کبھی بھی)۔

(۱) اَ - یہ ہمزۂ استفہام ہے۔ (شمارہ ۲۷۰ شق ۱)۔

شمارہ-سورۃ-آیت-لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

جس کا مقصد کسی بات کا سوال کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ (الف) متکلم کو وہ بات معلوم نہیں جس کا سوال کیا جا رہا ہے۔ (ب) کبھی متکلم کسی بات کا مخاطب سے اقرار کرانا چاہتا ہے اور اس کو سوال کے انداز میں پیش کرتا ہے۔ (ج) کبھی سوال کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس بات کا سوال کیا جا رہا ہے یہ نہ ہونی چاہیے اور اس بات سے روکنا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) "وَ" (معنی اور) حرف عطف ہے۔ اور یہ ہمزہ استفہام اس قسم کے موقعوں پر جہاں اس کے بعد واؤ، یا فا، یا ثم وغیرہ حروف عطف آئیں دراصل ان حروف پر یا اس چیز پر داخل نہیں ہوتا جو اس کے بعد ہو۔ بلکہ اس کا تعلق حقیقت میں ایک ایسے اسم یا فعل پر ہوتا ہے جو واو۔ ف یا ثم سے پہلے محذوف مانا جاتا ہے۔

(۳) کُلَّمَا - اس لفظ کی تشریح شمارہ ۲۴۴ شق ۲ میں پڑھیں۔

۴۹۰ - ۲ - ۱۰۰ - عٰهَدُوْا عَهْدًا (جب باندھا انہوں نے کوئی عہد)۔ اس کی تشریح شمارہ ۱۵۹ اور ۲۵۰ میں بیان کی جا چکی ہے۔ یہاں لفظ عہد کے معنی بات کو پختہ کرنا کے ہیں۔

۴۹۱ - ۲ - ۱۰۰ - نَبَذَهٗ (پھینک دیتا ہے اس کو)۔ اَلنَّبْذُ کے معنی کسی چیز کو درخور اعتناء نہ سمجھ کر پھینک دینا کے ہیں۔ قابل التفات نہ سمجھ کر بے قدر چیز کی طرح پھینک دینا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک فریق نے اپنے عہد میثاق کو ختم، فسخ اور نظر انداز کر دیا۔

فَانْتَبَذَ کے معنی اس شخص کی طرح یکسو ہو جانا کے ہیں جو اپنے آپ کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہو۔ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔ (مریم ۱۹-۲۲) (پھر اس کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) دور جگہ میں الگ چلی گئیں)۔

۴۹۲ - ۲ - ۱۰۱ - لَمَّا - (جب) اس کی تشریح شمارہ

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲۷۴ میں دیکھیے۔ یہاں بھی یہ لفظ ظرفیہ ہے۔

۴۹۳-۲-۱۰۱- وَرَآءَ (پیچھے۔ پس پشت) تفصیل شمارہ ۴۵۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۹۴-۲-۱۰۱- ظُهُورِهِمْ (پیٹھوں اپنی کے، اپنے پس پشت)۔ اَلظَّهْرُ کے معنی پیٹھ، کمر اور پشت کے ہیں اور اس کی جمع ظُهُورٌ آتی ہے۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۲۳ میں عرض کی گئی ہے۔

۴۹۵-۲-۱۰۱- كَاَنَّهُمْ (جیسے کہ وہ، گویا کہ وہ)۔ الکاف۔ حروف ہجا سے ہے اور تشبیہ یا تمثیل کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر تشریح میں یہ حرف تشبیہ ہے۔ اور بطور تمثیل فرمایا۔ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۤءَ النَّاسِ۔ (البقرۃ ۲- ۲۶۴) (مانند اس شخص کے جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے)۔

۴۹۹-۲-۱۰۲- اِتَّبَعُوْا۔ (پیروی کرتے ہیں، انہوں نے اتباع کیا)۔ تَبِعَهٗ وَاتَّبَعَهٗ کے معنی کسی کے نقش قدم پر چلنا کے ہیں اور یہ اطاعت اور فرمانبرداری سے ہوتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ان (نہرلیات) کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اَتْبَعَهٗ۔ کسی کے پیچھے چلنا اور اسے پالینا ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔ (الکہف ۱۸- ۸۹) (پھر ایک اور دوسری راہ پر ہولیے)۔

۴۹۷-۲-۱۰۲- تَتْلُوْا۔ (پڑھتے تھے، چرچا کرتے تھے)۔ تِلَاوَةٌ کی تشریح شمارہ ۲۱۹ میں دیکھیے۔ اس لفظ کے معنی خبر دینا، پڑھ کر سنانا اور جھوٹ بولنا کے بھی آتے ہیں۔

۴۹۸-۲-۱۰۲- اَلشَّيٰطِيْنُ۔ (شیاطین) شیطان کی جمع ہے۔ تشریح شمارہ ۷۰ اور ۱۹۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

۴۹۹-۲-۱۰۲- اَلسِّحْرَ۔ (جادو)۔ (۱) سِحْرٌ کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ دھوکہ۔ حقیقت لیے تخیلات جیسے کہ شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے نظروں کو

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

حقیقت سے پھیر دیتا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی ہوتے ہیں۔ ایسی مخفی چیز جس کا سبب نامعلوم ہو اور احساس و ادراک میں نہ آسکے۔ اصطلاح میں اسے جادو بھی کہتے ہیں۔ اکثر و بیشتر اس کا استعمال مذمت اور برائی کے طور پر ہوتا ہے۔ (۲) اَلسَّحَرُ۔ انسانی بدن کا وہ حصہ جو حلقوم اور گلے سے نیچے اور پیٹ سے اوپر ہے۔ (۳) اَلسَّحَرُ وَالسَّحَرَةُ۔ اصل میں تو اس کے معنی آخر شب کی تاریکی کے ہیں جو دن کی ابتدائی روشنی میں مخلوط ہو۔ پھر اس وقت کا نام ہی سَحَرٌ رکھ دیا گیا۔ (۴) اَلسَّحُوْرُ اس طعام کو کہتے ہیں جو بوقت سحر تناول کیا جائے

۵۰۰-۲-۱۰۲- سُلَيْمٰنَ۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)۔ بنی اسرائیل کے ایک مشہور پیغمبر تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بادشاہ بھی تھے۔ شام اور فلسطین کے علاوہ آپ کی حکومت کی حدیں عراق اور مصر تک پھیلی ہوئی تھیں۔

۵۰۱-۲-۱۰۲- بِبَابِلَ۔ (شہر بابل میں)۔ بابل عراق عرب کا قدیم نام ہے۔ اس زمانہ میں ملک کے دارالخلافہ کا نام بھی بابل تھا۔ یہ شہر موجودہ بغداد سے کوئی ساٹھ میل جنوب کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نمرود کا پایہ تخت بھی یہی شہر بابل تھا۔

۵۰۲-۲-۱۰۲- هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔ (ہاروت وماروت)۔ دو فرشتوں کا نام ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ یہ انسانوں یا جنوں میں سے دو شیطانوں کے نام ہیں۔ لغت میں اَلْهَرْتُ کے معنی منہ کی باچھوں کا کشادہ ہونا کے ہیں۔

۵۰۳-۲-۱۰۲- فِتْنَةٌ۔ (آزمائش، امتحان)۔ اَلْفَتْنُ۔ دراصل فَتَنَ کے معنی سونے کو آگ میں گلانا کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ اپنے مفہوم کی وسعت کے اعتبار سے یہ لفظ قرآن پاک میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) کسی انسان کو آگ میں ڈالنا۔ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ (الذّٰریٰت ۵۱-۱۳) (جس دن کہ وہ آگ میں ڈالے جائیں گے)۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اس کا اطلاق عذاب نفس پر بھی ہوتا ہے ۔ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۔ (الذّٰریٰت ۵۱ ۔ ۱۴) (اپنی شرارت اور گمراہی کا مزہ چکھو یعنی عذاب کا مزہ چکھو) ۔ (۲) وہ چیز جو عذاب کا باعث بنے ۔ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۔ (التوبۃ ۹ ۔ ۴۹) (خوب سمجھ لو، کہ یہ لوگ خرابی میں پڑ گئے ہیں ۔ (۳) امتحان اور آزمائش جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے (۴) بَلَآءٌ کیطرح فتنہ کا لفظ بھی تکلیف اور آسائش دونوں قسم کی حالت پر بولا جاتا ہے جن میں مبتلا کرکے اس کی آزمائش کی جاتی ہے ۔ اور اس کے صبر و شکر کا امتحان لیا جاتا ہے ۔ (شمارہ ۲۴۲) ۔ (۵) علاوہ ازیں یہ لفظ فساد، مصیبت، قتل، عذاب وغیرہ کے معانی میں بھی آیا ہے ۔

۲۔۵۰۴ ۔ ۱۰۲ ۔ يُفَرِّقُوْنَ ۔ (جدائی ڈالتے ہیں، تفرقہ پیدا کرتے ہیں) ۔ اس لفظ کی تشریح کے لئے شمارہ ۳۴۳ بالعموم اور اسی شمارہ کی شق ۲ بالخصوص مطالعہ فرماویں ۔

۲۔۵۰۵ ۔ ۱۰۲ ۔ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ۔ (درمیان مرد اور اس کی بیوی کے) (۱) مَرْءٌ وَ امْرَءٌ ۔ مرد اور مَرْءَةٌ وَ مِرْءَةٌ ۔ عورت ۔ اَلطَّعَامُ وَ امْرُءَ ۔ خوشگوار اور طبیعت کے موافق کھانا ۔ فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۔ (النساء ۴ ۔ ۴) (تو تم اس کو کھاؤ مزے دار اور خوشگوار سمجھ کر) ۔ (۲) اَلزَّوْجُ ۔ اس لفظ کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے ۔ یعنی ایک دوسرے کا جوڑا ۔ بیوی کو زَوْجَةٌ (تاء تانیث کے ساتھ) کہا جاتا ہے ۔ (شمارہ ۱۴۴) ۔

۲۔۵۰۶ ۔ ۱۰۲ ۔ بِضَآرِّيْنَ ۔ (ضرر پہنچانے والے) ۔ (مَا نافیہ کے بعد بِضَارِّیْن کی ب زائد ہے ۔ اس کے کچھ معنی نہیں) ۔ اَلضَّرُّ کے اصل معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے جیسے علم و فضل اور عفت کی کمی اور خواہ بدن سے ہو یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (۱) کسی کو تکلیف یا ضرر (گزند) پہنچانا ۔ (۲) ناچار، مجبور اور بے بس ہو جانا جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو ۔ مثلاً بھوک ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۱۷۳) (پس جو کوئی بھوک سے) بے بس اور بے تاب ہو) ۔

اَلْاِضْطِرَارُ کے اصل معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنا کے ہیں ۔ ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۱۲۶) (پھر اس کو بے بس کر دوں گا ۔ (شمارہ ۴۳۱ بھی دیکھیں) ۔

اِلْاِضْرَارُ ۔ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی لانا ۔ اور جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اسے مُضِرٌّ کہتے ہیں ۔

۲۔۵۰۷ ۔ ۱۰۲ ۔ اِشْتَرٰىهُ ۔ (مول لے اس کو، اس کو اختیار کرے) ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۷۸ ۔ ۴۴۲ اور ۴۵۲ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲۔۵۰۸ ۔ ۱۰۲ ۔ خَلَاقٍ ۔ (کچھ حصہ) ۔ اَلْخَلَاقُ ۔ وہ فضیلت جو انسان اپنے اخلاق سے حاصل کرتا ہے ۔ اَلْخَلْقُ ۔ کسی چیز کو بنانے کے لئے پوری طرح اندازہ لگانا ۔ یہ لفظ کبھی بمعنی ابداع بھی آجاتا ہے ۔ یعنی کسی چیز کا بغیر مادہ اور بغیر کسی تقلید کے پیدا کرنا اور یہ صرف باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے ۔ خُلُقٌ ۔ یہ لفظ قوی باطنہ اور عادات و خصائل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جن کا تعلق بصیرت سے ہو ۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (القلم ۶۸ ۔ ۴) (اور بے شک آپ (حضور اکرم) اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) ۔

۲۔۵۰۹ ۔ ۱۰۲ ۔ لَبِئْسَ ۔ (البتہ بُرا ہے) ۔ شمارہ ۵۱۴ ۔

۲۔۵۱۰ ۔ ۱۰۳ ۔ لَمَثُوْبَةٌ ۔ (البتہ ثواب تھا، البتہ بہتر بدلہ تھا) ۔ ثَوْبٌ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کیطرف لوٹ آنا یا غور و فکر سے جو حالت مقدر یا مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانا ۔ اَلثَّوَابُ ۔ انسان کے عمل کی جو جزا انسان کی طرف لوٹتی ہے ۔ اس تصور پر کہ وہ جزا گویا عین عمل ہی ہے ۔ گو لغوی اعتبار سے ثَوَابٌ کا لفظ خیر و شر دونوں قسم

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کی جزا پر بولا جاتا ہے لیکن اکثر اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزا پر ہی ہے۔

کپڑے کو ثَوْبٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ثِيَابٌ ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ (المدثر ۷۴ - ۴) (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو)۔ اَلثَّيِّبُ - بیوہ یا مطلقہ عورت۔ ثَيِّبَاتٍ وَّاَبْكَارًا۔ (التحریم ۶۶ - ۵) (بن شوہر، اور کنواریاں۔ اَلثُّبَةُ - جماعت۔ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۔ (النساء ۴ - ۷۱) (پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو)۔

۲-۵۱۱ - ۱۰۴ - رَاعِنَا۔ (ہمارا خیال رکھو) - عبرانی زبان میں یہ لفظ برے معنوں میں استعمال ہوتا۔ اور اسی لئے بعض یہودی حضور اکرمؐ کو بری نیت سے راعنا کہہ کر پکارتے تھے۔

عربی میں اَلرَّعْيُ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کرنا کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ ہو جو اس کی زندگی کی حافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے ہو۔ رَعِيَّةٌ کے معنی کسی کی نگرانی کرنا کے ہیں۔ رِعْيٌ - چارہ یا گھاس۔ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى (الاعلیٰ ۸۷ - ۴) (اور جس نے زمین سے چارہ نکالا)۔ رَعْيٌ اور رِعَايَةٌ کا لفظ عام طور پر حفاظت اور حسن انتظام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (الحدید ۵۷ - ۲۷) (لیکن جیسے انکی نگہداشت کرنا چاہیئے تھی انہوں نے نہ کی)۔ رَاعِيْ - وہ آدمی جو دوسروں کا محافظ اور منتظم ہو۔

رَاعِنَا رعن سے مشتق ہے۔ اور رَعُنَ الرَّجُلُ کے معنی کسی آدمی کے سست اور بے وقوف (کم فہم) ہونا کے ہیں۔

۲-۵۱۲ - ۱۰۴ - اُنْظُرْنَا۔ (انتظار کریں ہمارا، ہم پر نگاہ فرمایئے، ہم پر شفقت کیجیئے)۔ اَلنَّظَرُ کی تحقیق شمارہ ۳۵۰ میں بیان کی جاچکی ہے۔

۲-۵۱۳ - ۱۰۴ - وَاسْمَعُوْا۔ (اور سنو) - صیغہ امر ہے۔ تشریح شمارہ ۴۶ میں دیکھیئے۔

۲-۵۱۴ - ۱۰۴ - اَلِيْمٌ۔ (دردناک) اَلْاَلَمُ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

کے معنی سخت درد کے ہیں۔ آیت زیر تشریح میں اَلِيْمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے یعنی دردناک۔ دکھ دینے والا۔ اَلِمَ يَاْلَمُ - شدید درد۔ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ۔ (النساء ۴ - ۱۰۴) (تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو وہ بھی شدید درد پاتے ہیں)۔

۲-۵۱۵ - ۱۰۵ - مَا يَوَدُّ۔ (نہیں پسند کرتے، نہیں چاہتے) - اَلْوُدُّ کی تشریح شمارہ ۳۷۴ میں دیکھیئے۔

۲-۵۱۶ - ۱۰۵ - اَلْمُشْرِكِيْنَ۔ (شرک کرنے والے) - اَلشِّرْكَةُ وَالْمُشَارَكَةُ کے لغوی معنی دو ملکیتوں کو باہم ملا دینا کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایک چیز میں دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کے شریک ہونا کے ہیں۔ خواہ وہ چیز مادی ہو یا معنوی۔ شَرِيْكٌ - ساجھی۔ دین میں شرک دو قسم پر ہے (۱) شرک عظیم - یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا۔ اور یہ سب سے بڑا کفر ہے (۲) شرک صغیر کہ کسی کام میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کا دوسرا نام ریا اور نفاق ہے۔ پھر آگے شرک کی کئی اور قسمیں ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (یوسف ۱۲ - ۱۰۶) (اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں)۔ بعض نے اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ کے معنی یہ کئے ہیں کہ وہ شَرَكٌ یعنی دنیا کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اسی سے حضور اکرمؐ نے فرمایا اَلشِّرْكُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ - یعنی اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔

۲-۵۱۷ - ۱۰۵ - خَيْرٍ (بھلائی - بہتری) - اَلْخَيْرُ وہ ہے جو سب کو مرغوب ہو۔ مثلاً عقل، عدل وفضل اور تمام مفید چیزیں۔ یہ اَلشَّرُّ کی ضد ہے۔ خیر دو قسم پر ہے۔ (۱) خیر مطلق۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے یہ جنت کی صفت بیان فرمائی ہے۔ (۲) دوسری قسم خیر وشر مشروط ہے۔ یعنی وہ چیز جو ایک کے حق میں خیر اور دوسرے کے حق میں شر ہو مثلاً دولت۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

یہ لفظ قرآن کریم میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔
(۱) مال و دولت ۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ مال پر خیر کا لفظ صرف اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ مال کثیر ہو اور حلال طریقے سے جمع کیا گیا ہو ۔ (۲) نیکی ۔ (۳) بہتری و بھلائی جیسے کہ یہاں مراد ہے ۔ (۴) شر کے بالمقابل بمعنی نعمت و راحت ۔ (۵) خَیْرَاتٌ ۔ (الرحمٰن ۵۵ - ۷۰) (نیک سیرت عورتیں) ۔ (۶) اسی سے اَلْاِسْتِخَارَۃُ ۔ طلب خیر ۔ اور اَلْاِخْتِیَارُ اور مُخْتَارٌ ہیں ۔

۵۱۸ - ۲ - ۱۰۵ - یَخْتَصُّ ۔ (خاص کرتا ہے، مخصوص کرتا ہے) (خ ص ص) ۔ اَلتَّخْصِیْصُ وَ الْاِخْتِصَاصُ وَ اَلْخُصُوْصِیَّۃُ وَ التَّخَصُّصُ ۔ کسی چیز کے بعض اجزاء کو دوسروں سے الگ کرکے ان کے ساتھ خصوصی برتاؤ کرنا اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہیں ۔ یہ اَلْعُمُوْمُ کی ضد ہے ۔ اَلْخَاصَّۃُ ۔ یہ عامۃ کی ضد ہے ۔

خَصَاصَۃٌ ۔ وہ فقر اور احتیاج جو ختم نہ ہوئی ہو ۔ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ۔ (الحشر ۵۹ - ۹) (اگرچہ ان پر تنگی ہی ہو) ۔

۵۱۹ - ۲ - ۱۰۵ - ذُوالْفَضْلِ ۔ (صاحب فضل، فضل کرنے والے ہیں) ۔ اَلْفَضْلُ ۔ کے معنی کسی چیز کے متوسط درجہ سے زیادہ ہونا کے ہیں ۔ اور یہ دو قسم پر ہے ۔ (۱) محمود جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی (۲) مذموم جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا لیکن عام طور پر اَلْفَضْلُ اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور اَلْفُضُوْلُ بری باتوں پر ۔ یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (۱) برتری ۔ (۲) فضیلت ۔ (۳) مال و دولت (۴) ذاتی امتیازات، جاہ، عزت، قوت وغیرہ ۔

اور (۵) اس عطیہ کو جو دینے والے پر لازم نہیں ہوتا فضل کہا جاتا ہے ۔

۵۲۰ - ۲ - ۱۰۶ - مَا نَنْسَخْ ۔ (جو موقوف کرتے ہیں) ۔
یہاں ما موصولہ ہے ۔ جس کے معنی ہیں ۔ جو، جو چیز ۔ (۱) اَلنَّسْخُ ۔ ایک چیز کو زائل کرکے دوسری کو اس کی جگہ لانا یعنی ایک آیت کو

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

منسوخ کرکے اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت نازل کرنا ۔
نَسَخْتُ الْکِتَابَ ۔ کتاب کو نقل کرنا ۔ اَلْاِسْتِنْسَاخُ کسی چیز کے لکھنے کی طلب کرنا یا لکھنے کے لئے تیار ہونا ۔
تَنَاسُخِیَّۃٌ ۔ اس فرقے کو کہتے ہیں جو شریعت اسلامیہ کے ثابت کردہ حشر و نشر کا انکار کرتے ہیں اور ارواح کے مختلف جسموں میں منتقل ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں ۔ (یہ فرقہ ہندوؤں میں آریہ سماج کا ہے) ۔

۵۲۱ - ۲ - ۱۰۶ - نُنْسِھَا ۔ (بھلا دیتے ہیں ہم ان کو ، ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں) ۔ اَلنِّسْیَانُ کی تشریح شمارہ ۲۱۸ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۵۲۲ - ۲ - ۱۰۶ - مِثْلِھَا ۔ (مانند ان کی) ۔ مَثَلُ ۔ الشَّیْءُ مُثُوْلًا ۔ کے معنی شمارہ ۸۲ میں دیکھئے ۔ اَلْمُمَثَّلُ ۔ وہ چیز جو کسی نمونہ کے مطابق بنائی گئی ہو ۔ اَلتِّمْثَالُ ۔ تصویر ، کسی چیز کا مجسمہ ۔ فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا ۔ (مریم ۱۹-۱۷) (تو وہ اس کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا) ۔ مَثَلٌ اور مِثْلٌ دونوں ہم معنی ہیں ۔ یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے
(۱) ایسی بات یا کوئی چیز جو کسی دوسری سے ملتی جلتی ہو ۔ (۲) ہر قسم کی مشابہت (۳) اَلْمِثَالُ ۔ ایک چیز کا اس کی نظیر سے مقابلہ کرنا ، یا وہ نمونہ جس کے مطابق کوئی چیز بنائی جائے (۴) اَلْمَثُلَۃُ عبرت ناک سزا جس سے دوسرے بھی عبرت حاصل کرکے ارتکاب جرم سے رک جائیں ۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمُ الْمَثُلٰتُ ۔ (الرعد ۱۳ - ۶) (حالانکہ ان سے پہلے عذاب واقع ہو چکے ہیں) ۔ (۵) ۔ اَلْاَمْثَلُ ۔ برگزیدہ ۔ شائستہ ، صائب الرائے اور ہوشمند لوگ ۔ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُھُمْ طَرِیْقَۃً ۔ (طٰہٰ ۲۰ - ۱۰۴) (اور جب کہ ان سب سے بہتر یوں کہتا ہوگا) ۔ ضَرْبُ الْمَثَلِ کی تشریح شمارہ ۱۴۸ میں پڑھیں ۔

۵۲۳ - ۲ - ۱۰۶ - قَدِیْرٌ ۔ (قادر ہے) (۱) اَلْقُدْرَۃُ (قدرت) ۔ اگر یہ انسان کی صفت ہو تو اس سے وہ قوت مراد

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

ہوتی ہے جس سے انسان کوئی کام کرسکتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے قادر ہونا کے معنی یہ ہیں کہ وہ عاجز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی معنوی طور پر قدرت کاملہ کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتی (۲) اَلْقَدِيْرُ اُسے کہتے ہیں جو اقتضائے حکمت کے مطابق جو چاہے کرسکے اور اس میں کمی بیشی نہ ہونے دے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ اور تقریباً یہی معنی مقتدر کے ہیں۔ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (الزخرف ۴۳-۴۲) (ہم ان پر قابو رکھتے ہیں)۔

(۳) اَلْقَدْرُ وَالتَّقْدِيْرُ کے معنی کسی چیز کی کمیت کو بیان کرنا کے ہیں۔ قَدَّرَهٗ کے معنی کسی کو قدرت عطا کرنا کے بھی آتے ہیں۔

(۴) "تقدیر الٰہی" کی دو صورتیں۔ (الف) اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو قدرت بخشنا (ب) اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو مقدار مخصوص اور طرز مخصوص پر بنانا جیسا کہ اسکی کا حکمت کا تقاضہ ہے۔ اس لئے کہ فعل الٰہی دو قسم پر ہے اوّل ایجاد بالفعل یعنی ابتداء ہی سے کسی چیز کو ایسا کامل وجود عطا کرنا کہ جب تک مشیئت الٰہی اس کے فنا یا تبدیل کی مقتضی نہ ہو، اس میں کمی بیشی نہ ہوسکے جیسے اجرام سماویہ اور مافیہا کی تخلیق (کہ ان میں تاقیامت کسی قسم کا تغیر نہیں ہوگا) - دوم یہ کہ اصول اشیاء کو بالفعل اور ان کے اجزاء کو بالقوۃ وجود عطا کرنا اور انکو اس اندازہ کے ساتھ مقرر کرنا کہ اس کے خلاف ظہور پذیر نہ ہو سکیں۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔ (الطلاق ۶۵-۳) (بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ کر رکھا ہے)۔

(۵) قَدَرٌ کا لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (الف) وہ امور جن کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ (الاحزاب ۳۳-۳۸) (اور اللہ تعالیٰ کا حکم (پہلے ہی سے) ٹھہر چکا ہے (یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے)۔ (ب) بہ معنی مقدار۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (الحجر ۱۵-۲۱) (اور نہیں اتارتے ہم اس کو مگر ساتھ معین مقدار کے۔ (ج) جو شخص اپنے مقدور کے مطابق اخراجات ادا کرے۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ۔ (البقرۃ ۲ - ۲۳۶) (صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق۔ (د) قدر شناسی۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الزمر ۳۹ - ۶۷) (اور (افسوس!) ان لوگوں نے خدا کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی)۔ اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی سے مراد توحید ہے اور اس کی نفی سے مراد شرک)۔

۵۲۴ - ۲ - ۱۰۷ - وَلِيٍّ - (دوست)۔ اَلْوِلَاءُ کی تشریح شمارہ ۳۲۴ میں مطالعہ فرمائیں۔

۵۲۵ - ۲ - ۱۰۷ - نَصِيْرٍ - (مددگار)۔ اَلنَّصْرُ کے معنی کسی کی مدد کرنا کے ہیں۔ شمارہ ۲۳۵۔

۵۲۶ - ۲ - ۱۰۸ - اَمْ - (کیا) یہ حرف عطف ہے۔ جب یہ ہمزہ استفہام کے بالمقابل ہو تو بہ معنی او ہوتا ہے یعنی یا۔ اگر ہمزہ استفہام کے بعد نہ آئے تو بمعنی بَلْ ہوتا ہے۔

۵۲۷ - ۲ - ۱۰۸ - تُرِيْدُوْنَ - (ارادہ کرتے ہو تم)۔ اَلْاِرَادَةُ - یہ رَادَ يَرُوْدُ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا کے ہیں اور ارادہ اصل میں اس قوت کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت اور آرزو کے جذبات ملے جلے ہوں۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی کسی کام کا فیصلہ کرنا کے ہوتے ہیں۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً۔ (الاحزاب ۳۳ - ۱۷) (یعنی اگر خدا تمہاری بُرائی کا فیصلہ کرے یا تم پر اپنا فضل و کرم کرنا چاہے)۔ نیز یہ لفظ کبھی بمعنی امر کے بھی آتا ہے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ ۲ - ۱۸۵) (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا) (یعنی آسان کاموں کا حکم دیتا ہے اور ایسے امور کا حکم نہیں دیتا جس سے تم سختی میں مبتلا ہو جاؤ)۔ پھر کبھی ارادہ بمعنی قصد بھی مراد ہوتا ہے۔ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ (القصص ۲۸ - ۸۳) (وہ دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنا چاہتے)۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

یعنی نہ اس کا قصد کرتے ہیں اور نہ اسے اپنا مطلوب بناتے ہیں۔

۵۲۸ - ۲ - ۱۰۱ - تَسْئَلُوْا (تم سوال کرو) - اَلسُّؤَالُ کے معنی کسی چیز کی معرفت حاصل کرنے کی استدعا کرنا کے ہیں۔ لیکن جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے سوال کرنے کے لئے استعمال ہو تو یہ کسی قسم کی معرفت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو علام الغیوب ہے بلکہ لوگوں کو تبلانے اور سرزنش کرنے کی غرض سے ہوگا اور کبھی صرف مسئول (جس سے سوال کیا جائے) کو جتلانے کے لئے۔ (نہ کہ خود کسی چیز سے آگاہی کے لئے)۔ شمارہ ۵۸۷ اور ۶۶۶ بھی دیکھیں۔

۵۲۹ - ۲ - ۱۰۸ - یَتَبَدَّلِ - (بدل ڈالے) - شمارہ ۴۸۵۔

۵۳۰ - ۲ - ۱۰۸ - ضَلَّ - (گمراہ ہوا) - اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۰ میں کی جاچکی ہے۔

۵۳۱ - ۲ - ۱۰۸ - سَوَآءَ السَّبِیْلِ - (سیدھی راہ سے)۔ سواء - اس لفظ کی تحقیق شمارہ ۴۲ اور ۱۷۲ میں عرض کی جاچکی ہے۔ اَلسَّبِیْلُ - اس راستہ کو کہتے ہیں جس میں سہولت سے چلا جاسکے۔ سُبُلٌ اس کی جمع ہے۔ قرآن کریم میں اس مادہ کے الفاظ ان معانی میں استعمال ہوئے ہیں (۱) طریق حق یا صحیح راہ۔ (الزخرف ۴۳ - ۳۷) (۲) ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز تک رسائی کا ذریعہ ہو۔ مثلاً شاہراہ (یوسف ۱۲ - ۱۰۸) (۳) ابن السبیل - اس مسافر کو کہتے ہیں جو اپنی منزل مقصود سے دور ہو۔ (۴) سُبُلَ السَّلٰمِ (المآئدۃ ۵ - ۱۶) (سلامتی کے راستے - جنت کے راستے۔ (۵) راہِ ملامت - راہِ عتاب - الزام - (التوبۃ ۹ - ۹۱) (الشوریٰ ۴۲ - ۴۱ اور ۴۲)۔ (۶) اَلسُّنْبُلَۃُ بال۔ اس کی جمع سَنَابِلُ (بالیں) ہے (البقرۃ ۲ - ۲۶۱) (یوسف ۱۲ - ۴۶)۔

۵۳۲ - ۲ - ۱۰۹ - وَدَّ - (چاہتے ہیں) - شمارہ ۴۷۳۔

۵۳۳ - ۲ - ۱۰۹ - کَثِیْرٌ - (بہت لوگ) - اس کی تشریح شمارہ ۱۵۵ میں دیکھئے۔

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

۵۳۴ - ۲ - ۱۰۹ - لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ - (کاش کہ وہ تم کو لوٹا لیں) - ان الفاظ کی تشریح بالترتیب شمارہ ۴۷۴ اور ۴۳۲ میں ملاحظہ فرماویں۔

۵۳۵ - ۲ - ۱۰۹ - کُفَّارًا - (کافر) - کفر کے لغوی معنی شمارہ ۱۴ میں بیان کئے جاچکے ہیں۔ کفار - کافر کی جمع ہے جیسے فاسق کی جمع فساق اور فاجر کی جمع فجار ہے۔ کفار کی مختلف قسمیں ہیں جن کی باہم تمیز کے لئے نام بھی علیحدہ علیحدہ ہیں جیسے کہ (۱) کفار مشرکین (۲) کفار اہل کتاب (۳) کفار مرتدین - یہاں کفر سے ارتداد مراد ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اس کافر کو مرتد سے تعبیر کیا جاتا ہے جو قبول ایمان کے بعد ترک ایمان کرے۔ اور مرتد قرار دیئے جانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایمان کو چھوڑ کر دوسرا باطل دین قبول کرے بلکہ صرف ایمان سے لوٹنا اور ایمان چھوڑ دینا ہی کفر و ارتداد ہے۔ جیسا کہ اس آیت کی تعبیر سے ظاہر ہے۔

۵۳۶ - ۲ - ۱۰۹ - حَسَدًا - (حسد کرتے ہوئے) - اَلْحَسَدُ کسی مستحق نعمت سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنے کا نام حسد ہے۔ (بسا اوقات اس میں اسی مقصد کے لئے کوشش کرنا بھی شامل ہوتا ہے)۔ اس سے قطع نظر کہ وہ نعمت خود اپنے آپ کو حاصل ہو یا نہ ہو۔ (یہ حسد کا پہلا درجہ ہے) اور یہ انسان کی مطلق مذموم اور خبیث ترین صفت ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ آرزو و تمنا کرے کہ فلاں شخص کے پاس جو نعمت ہے وہ اس کے پاس نہ رہے بلکہ مجھے مل جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایسی نعمت مجھے بھی مل جائے لیکن اگر مجھے حاصل نہ ہو تو اس کے پاس سے بھی جاتی رہے۔ اس آیت میں حسد کا پہلا درجہ اور دل کی جلن مراد ہے۔

۵۳۷ - ۲ - ۱۰۹ - فَاعْفُوْا - (پس معاف کرو) - اَلْعَفْوُ کے اصل معنی کسی چیز کو لینے کا قصد کرنا کے ہیں۔ عَفَوْتُ عَنْہُ کے معنی ہیں، میں نے اس سے درگزر کرتے ہوئے اس

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کا گناہ مٹا دینے کا قصد کیا۔ اس اعتبار سے عَفْوٌ کے معنی گناہ سے درگذر کرنا کے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کی سزا پر طاقت اور قدرت ہوتے ہوئے سزا نہ دینا حتیٰ کہ سرزنش تک نہ کرنا۔

اس کے علاوہ آیت البقرۃ ۲ - ۲۱۹ میں اَلْعَفْوُ سے ہر وہ چیز مراد ہے جو ضروریات سے زیادہ ہو اور اس کے خرچ سے تکلیف نہ ہو۔

۵۳۸ - ۲ - ۱۰۹ - وَاصْفَحُوْا (اور درگذر کرو)۔ اَلصَّفْحُ کے معنی ترک ملامت اور عفو (درگذر کرنا) کے ہیں۔ مگر یہ لفظ عفو (شمارہ ۵۳۷) سے زیادہ بلیغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت زیر تشریح میں عفو کے بعد صَفْحٌ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات انسان عفو یعنی درگذر تو کر لیتا ہے لیکن صَفْحٌ سے کام نہیں لیتا یعنی کسی سے اس قدر درگذر کرنا کہ اسے مجرم ہی نہ گردانا جائے۔ حتیٰ کہ دل میں بھی اس کی طرف ناگواری کے جذبات نہ رکھے۔

۵۳۹ - ۲ - ۱۱۰ - وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔ (اور قائم رکھو نماز کو)۔ ان الفاظ کی تشریح بالترتیب شمارہ ۲۹ اور ۳۰ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۵۴۰ - ۲ - ۱۱۰ - وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (اور زکوٰۃ دیتے جاؤ)۔ اٰتُوا کے معنی ہیں آنا۔ لانا۔ دینا (شمارہ ۱۲۳)۔ زکوٰۃ کی تشریح شمارہ ۲۱۵ میں دیکھئے۔

۵۴۱ - ۲ - ۱۱۰ - تُقَدِّمُوْا (آگے بھیجو گے)۔ شمارہ ۴۷۱۔

۵۴۲ - ۲ - ۱۱۰ - تَجِدُوْہُ ۔ (پاؤ گے اس کو) شمارہ ۴۷۲۔

۵۴۳ - ۲ - ۱۱۰ - بَصِیْرٌ ۔ (دیکھنے والا)۔ شمارہ ۴۷ ۔

۵۴۴ - ۲ - ۱۱۱ - ھُوْدًا ۔ (یہودی) شمارہ ۳۱۵ ۔

۵۴۵ - ۲ - ۱۱۱ - نَصٰرٰی ۔ (عیسائی) شمارہ ۳۱۶ ۔

۵۴۶ - ۲ - ۱۱۱ - اَمَانِیُّھُمْ ۔ (آرزوئیں ان کی)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۴۲۸ میں مطالعہ فرماویں۔

۵۴۷ - ۲ - ۱۱۱ - ھَاتُوْا ۔ (حاضر کرو تم، لاؤ تم)۔ فعل امر کا صیغہ ہے۔

۵۴۸ - ۲ - ۱۱۱ - بُرْھَانَکُمْ ۔ (دلیل اپنی)۔ اَلْبُرْھَانُ کے معنی

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

دلیل اور حجت کے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ بَرِہَ، یَبْرَہُ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں۔ بَرَہَ کے معنی قطع کر دینا اور کاٹ دینا کے بھی آتے ہیں۔ دلیل چونکہ مخالف کے انکار کا راستہ کاٹ دیتی ہے اس لئے اس کو برہان کہا جاتا ہے۔

۵۴۹ - ۲ - ۱۱۲ - بَلٰی ۔ (ہاں، کیوں نہیں)۔ بلیٰ (حرف اثبات اور اقرار کے لئے آتا ہے۔ مگر ایسے اقرار کے لئے جس میں پہلی بات کا انکار ہو۔ یعنی کلام سابق میں جس چیز کا انکار کیا گیا ہو اس کا اقرار اور اثبات بلیٰ کے ذریعہ کیا جاتا ہے، خواہ کلام سابق میں انکار صراحتاً ہو یا ضمناً انکار لازم آتا ہو (اس سلسلہ میں شمارہ ۴۰۰ بھی دیکھیں)۔

۵۵۰ - ۲ - ۱۱۲ - اَسْلَمَ ۔ (سونپ دے، سپرد کر دے)۔ اَسْلَمُ کی تشریح شمارہ ۳۵۷ میں دیکھیں۔ یہاں اسی شمارہ کی شق ۴ (اطاعت اور فرمانبرداری) مراد ہے۔ اس کے علاوہ اس لفظ کی کچھ مزید تشریح آپ آگے چل کر شمارہ ۸۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۵۵۱ - ۲ - ۱۱۲ - وَجْھَہٗ ۔ (منہ اپنا، چہرہ اپنا، اپنا رخ)۔ اَلْوَجْہُ کے اصل معنی چہرہ کے ہیں اور چونکہ استقبال کے وقت سب سے پہلے انسان کا چہرہ سامنے آتا ہے۔ اس لئے کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے سامنے آئے اسے وجہ کہتے ہیں۔ نیز ہر چیز کے اشرف حصہ اور مبداء پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) ذات باری تعالیٰ۔ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن ۵۵ - ۲۷) (اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہ جائے گی) (بعض نے یہ معنی کہا ہے کہ وَجْہُ رَبِّکَ سے اعمال صالح مراد ہیں جن سے باری تعالیٰ کی رضا جوئی مقصود ہوتی ہے) (۲) اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ - (الروم ۳۰ - ۳۸) (رضائے الٰہی کے طالب ہیں) (۳) جِھَۃٌ اور وِجْھَۃٌ کے معنی مقصد کے ہیں یعنی کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے کی جگہ اور سمت وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا (البقرۃ ۲ - ۱۴۸) (اور ہر شخص

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ذی مذہب کے لئے ایک سمت مقرر ہے)۔

۲۔۵۵۲ ۔ ۱۱۲ ۔ مُحْسِنٌ ۔ (نیکی کرنے والا ، مخلص) ۔ اس لفظ کی تشریح آپ کو شمارہ ۲۸۴ میں ملے گی ۔

۲۔۵۵۳ ۔ ۱۱۲ ۔ یَحْزَنُوْنَ ۔ (غمگین ہونگے) شمارہ ۲۰۷ ۔

۲۔۵۵۴ ۔ ۱۱۳ ۔ لَیْسَتِ ۔ (نہیں ہے) لَیْسَ سے مونث کا صیغہ ہے ۔

۲۔۵۵۵ ۔ ۱۱۳ ۔ یَتْلُوْنَ (پڑھتے ہیں) ۔ تشریح شمارہ ۲۱۹ اور ۲۹۷ میں دیکھئے

۲۔۵۵۶ ۔ ۱۱۳ ۔ یَخْتَلِفُوْنَ (اختلاف کر رہے ہیں)۔ شمارہ ۳۹۸ ۔

۲۔۵۵۷ ۔ ۱۱۴ ۔ مَنْ ۔ (کون) ۔ یہاں یہ لفظ استفہامیہ اور سوالیہ ہے ۔ جس کے معنی ہیں ۔ کون ۔ یہ لفظ واحد ، جمع ، مذکر ، مونث سب کے لئے یکساں طور پر استعمال ہوتا ہے ۔

۲۔۵۵۸ ۔ ۱۱۴ ۔ اَظْلَمُ ۔ (بہت ظالم ، زیادہ ظالم) ۔ اسم تفضیل ہے اور ظلم سے بنا ہے ۔ ظلم کے معنی ہیں "وضع الشیء فی غیر محلہ" یعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام اور اس کی اصل جگہ کی بجائے دوسری جگہ رکھ دینا ۔ کسی کے حقوق کو ضائع کرنا اور ان کو تلف کر دینا اس لئے ظلم کہلاتا ہے کہ صاحب حق کا حق اس کے پاس رہنا چاہئے تھا لیکن ظالم اس کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے ۔ اسی طرح کسی شے یا کسی شخص کے ساتھ اس کی شان سے گرا ہوا اور برا معاملہ کرنے کو بھی اسی لئے ظلم کہا جاتا ہے کہ اس برے معاملے اور برے برتاؤ کی جگہ وہ شے یا وہ شخص نہ تھا ۔ اس ضمن میں شمارہ ۲۰۰ بھی پڑھیں ۔

۲۔۵۵۹ ۔ ۱۱۴ ۔ مَنَعَ ۔ (منع کرتا ہے ، روکتا ہے) ۔ آیت زیر تشریح اور مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (الاعراف ۷۔۱۲) میں مَا مَنَعَكَ کے معنی ہیں کہ کس چیز نے تمہیں اکسایا اور بعض نے اس کے معنی مَا الَّذِیْ سَدَّكَ وَحَمَلَكَ عَلٰی تَرْكِ ذٰلِكَ ۔ کیا ہے ۔ یعنی کس نے تجھے روکا اور ترک سجود پر اکسایا ۔ اور اس میں کون امر مانع ہے ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اَلْمَنْعُ ۔ یہ عطا کی ضد ہے ۔ رَجُلٌ مَانِعٌ وَ مَنَّاعٌ ۔ بخیل آدمی ۔ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (الماعون ۱۰۷۔۷) (اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے) ۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ ۔ (ق ۵۰۔۲۵) (جو مال میں بخل کرنے والا ہے) ۔

منع کے معنی حمایت اور حفاظت کے بھی آتے ہیں ۔ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (النساء ۴۔۱۴۱) (اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) ۔

۲۔۵۶۰ ۔ ۱۱۴ ۔ مَسَاجِدَ ۔ (مسجدیں) جمع ہے مسجد کی ۔ اَلسُّجُوْدُ کی تشریح شمارہ ۱۹۴ میں مطالعہ فرمائیں ۔ اَلْمَسْجِدُ (ظرف) کے معنی ہیں جائے نماز اور سجدہ کرنے کی جگہ ۔ سجدہ چونکہ عبادت گذار کی بندگی و بیچارگی اور معبود کے حضور اپنی ذلت و پستی کا سب اعمال سے بڑا مظہر ہے اس لئے عبادت میں یہ عمل بطور ایک لازمی جزو اور بحیثیت ایک رکن کے ادا کیا جاتا ہے ۔ لیکن عرف شرع میں اس عبادت گاہ کو مسجد کہا جاتا ہے ۔ جو مخصوص طور پر اسی عبادت صلوٰۃ کے ادا کرنے کیلئے تعمیر اور مقرر کر دی جائے ۔

۲۔۵۶۱ ۔ ۱۱۴ ۔ سَعٰی ۔ (سعی کرتا ہے ، کوشش کرتا ہے) ۔ اَلسَّعْیُ تیز چلنے کو کہتے ہیں اور یہ عَدْوٌ (سرپٹ دوڑ) سے کم درجہ (کی رفتار) ہے ۔ یہ لفظ مجازاً کسی اچھے یا برے کام کے لئے کوشش کرنا پر بولا جاتا ہے ۔ گو اکثر و بیشتر یہ لفظ افعال محمودہ میں ہی استعمال ہوتا ہے ۔ (مناسک حج میں سَعْیٌ کا لفظ صفا اور مروہ کے درمیان چلنے کے لئے مخصوص ہو چکا ہے) ۔

۲۔۵۶۲ ۔ ۱۱۴ ۔ خَرَابِهَا ۔ (ویران کرنے اس کے) ۔ خَرِبَ الْمَكَانُ خَرَابًا ۔ کسی جگہ کا اجاڑ ہو جانا ۔ یہ عِمَارَةٌ (آبادی) کی ضد ہے ۔ اَخْرَبَهٗ وَخَرَّبَهٗ ۔ ویران کر دینا ۔ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ ۔ (الحشر ۵۹۔۲) (اپنے گھروں کو اجاڑنے لگے) ۔

۲۔۵۶۳ ۔ ۱۱۴ ۔ خَآئِفِیْنَ ۔ (ڈرتے ہوئے) اَلْخَوْفُ کے معنی ہیں قرائن و شواہد سے کسی آنے والے خطرہ کا اندیشہ کرنا ۔ جیسا کہ رَجَاءٌ اور طَمَعٌ کا لفظ قرائن و شواہد کی بنا پر کسی فائدہ کی توقع

پر بولا جاتا ہے۔ خوف کی ضد امن آتی ہے اور یہ امور دنیوی اور اخروی دونوں سے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ اَلْخَوْفُ مِنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے) کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ جس طرح انسان شیر کے دیکھنے سے ڈر محسوس کرتا ہے بلکہ خوف الٰہی کے معنی یہ ہیں کہ انسان گناہوں سے بچتا رہے اور طاعات کو اختیار کرے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ جو شخص ترک گناہ نہیں کرتا وہ خائف یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں خوف سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مساجد اللہ میں ہیبت اور ادب سے جاتے ہیں۔

اَلتَّخْوِيْفُ (ڈرانا)۔ اللہ تعالیٰ کے لوگوں کو ڈرانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کو بُرے کاموں سے بچتے رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔

۵۶۴۔ ۲۔ ۱۱۴۔ خِزْيٌ۔ (رسوائی، ذلت و خواری، بدانجامی) شمارہ ۴۳۱۔

۵۶۵۔ ۲۔ ۱۱۵۔ فَاَيْنَمَا۔ (پس جہاں کہیں بھی، جس کسی طرف بھی، جدھر بھی)۔ یہ لفظ تین کلموں کا مجموعہ ہے۔ ایک فَ۔ دوسرا این۔ تیسرا ما۔ فَ کے معنی ہیں۔ اس لئے، پس۔ این ظرف مکان ہے۔ جس کے معنی ہیں کہاں، جہاں۔ اور کلمہ ما عمومیت کے معنی پیدا کرتا ہے۔ یہاں اَيْنَمَا تُوَلُّوْا شرط ہے اور فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اس کی جزا ہے۔

۵۶۶۔ ۲۔ ۱۱۵۔ تُوَلُّوْا۔ (تم رخ کرو گے، تم منہ کرو گے)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۴۲۴ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۵۶۷۔ ۲۔ ۱۱۵۔ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (پس وہیں ہے منہ اللہ تعالیٰ کا)۔ فَ سے مراد ہے۔ تو، پس۔ ثَمَّ ظرف مکان ہے جس سے دور کی جگہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں، وہاں۔ وجہ کے معنی چہرہ کے بھی ہیں جس سے مراد لی جاتی ہے۔ ذات۔ اور اس کے معنی سمت کے بھی ہیں۔ تفصیل کے لئے شمارہ ۱۵ و ۵ مطالعہ فرمائیں۔

۵۶۸۔ ۲۔ ۱۱۶۔ اِتَّخَذَ۔ (پکڑی، رکھتا ہے)۔ اخذ سے بنا ہے۔ یہ فعل متعدی ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو لے لینا۔ پکڑ لینا۔ کبھی اخذ تمتع کے معنی میں آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں بنانا۔ اخذ کبھی جَعَلَ (شمارہ ۱۱۲) کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو کوئی دوسری چیز بنا لینا۔ یہاں اول الذکر دونوں معنی مراد ہیں (شمارہ ۳۹۶)۔

۵۶۹۔ ۲۔ ۱۱۶۔ وَلَدًا۔ (اولاد)۔ اَلْوَلَدُ۔ جو جنا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد جمع، مذکر مونث، چھوٹے بڑے سب پر بولا جاتا ہے۔ اور وَلَدٌ متبنّیٰ پر بولا جاتا ہے۔ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔ (یوسف ۱۲ - ۲۱) (یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں)۔ وَلَدٌ کی جمع اَوْلَادٌ آتی ہے۔ اَلْوَلِيْدُ۔ یہ بھی وَلَدٌ کے ہم معنی ہے لیکن عرف میں نوزائدہ بچے پر بولا جاتا ہے۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے ہر چھوٹے بڑے کو ولید کہنا صحیح ہے۔ اس کی جمع وِلْدَانٌ ہے۔

۵۷۰۔ ۲۔ ۱۱۶۔ سُبْحٰنَهٗ۔ (پاکی ہے اس کو، وہ پاک ذات ہے، سب عیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، مقدس ہے)۔ لفظ سبحٰن اسم مصدر ہے جس کے معنی ہیں۔ پاکی بیان کرنا۔ کسی کو ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے نقص و عیب سے منزّا اور مبرّا قرار دینا۔ یہ لفظ مسلسل مشغولیت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اسی مناسبت سے تسبیح کے معنی اللہ تعالیٰ کی دائمی پاکی بیان کرنا کے ہیں۔ اس کے لغوی معنی سجدہ اور عبادت کرنا کے بھی آتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ لفظ قولی، فعلی اور قلبی، نیز محسوس اور غیر محسوس تمام عبادتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ سبحٰن کا لفظ بالعموم تعجب اور حیرت کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (بنی اسرآئیل ۱۷ - ۱) (وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا)۔ اس لفظ کی مزید تشریح شمارہ ۱۸۳ اور ۱۸۴ میں دیکھیں۔

۵۷۱۔ ۲۔ ۱۱۶۔ قٰنِتُوْنَ۔ (فرمانبردار ہیں)۔ جمع ہے قانت کی)۔ اَلْقُنُوْتُ کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کرنا کے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تشریح میں بعض نے

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

نے قٰنِتُوْنَ کے معنی خَاشِعُوْنَ (خشوع اور خضوع کرنے والے)، بعض نے طَائِعُوْنَ (فرمانبردار) اور بعض نے سَاکِتُوْنَ (خاموش، اور چپ چاپ) کے کئے ہیں۔ لیکن اس سے بالکل خاموش ہو کر کھڑا رہنا مراد نہیں ہے بلکہ عبادت گذاری میں خاموشی سے ان کی مراد یہ ہے (جیسا کہ حضور اکرم نے فرمایا) ۔ "کہ نماز تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا نام ہے اور اس میں کسی طرح کی انسانی گفتگو جائز نہیں ہے" اس بنا پر جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا ۔ طُوْلُ الْقُنُوْتِ یعنی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو جانا اور اس کے ماسوا سے توجہ پھیر لینا۔

۲-۵۷۲ ۔ ۱۱۷ ۔ بَدِیْعُ ۔ (پیدا کرنے والا، موجد) ۔ اَلْاِبْدَاعُ ۔ کسی کی تقلید اور اقتداء کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا۔ جب یہ لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ، بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا اور یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں۔

اَلْبِدْعَۃُ ۔ مذہب میں نئی بات داخل کرنا جس کا قائل یا فاعل صاحب شریعت کی اقتداء نہ کرے اور نہ سلف صالحین اور اصول شریعت سے اس کا ثبوت ملتا ہو۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرم نے فرمایا۔ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَّکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ۔ کہ ہر نئی رسم بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

۲-۵۷۳ ۔ ۱۱۷ ۔ قَضٰی ۔ (چاہتا ہے، فیصلہ کرتا ہے) ۔ اَلْقَضَاءُ کے معنی قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینا کے ہیں، اور قضاء قولی و عملی میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ قضاء الٰہی اور قضاء بشری۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) قطعی طور پر اطلاع دینا اور حکماً فیصلہ کرنا۔ (بنی اسرائیل ۱۷ ۔ ۴) (۲) قضاء بشری ۔ کسی کام کو پورا کرنا (البقرۃ ۲ ۔ ۲۰۰) (الحج ۲۲ ۔ ۲۹) (القصص ۲۸ ۔ ۲۸) (۳) موت ۔ (الانعام ۶ ۔ ۲) (الحاقۃ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۶۹ ۔ ۲۷) ۔ (۴) تقدیر الٰہی ۔ لیکن قضاء الٰہی اور تقدیر الٰہی (شمارہ ۵۲۳ شق ۱۴) میں ایک لطیف سا فرق ہے قضاء کے معنی تقدیر کو قطعی کر دینا کے ہیں ۔ لہٰذا قدر بمعنی تقدیر ہے اور قضا اس کا فیصلہ کرنے کا نام ہے ۔ مثال کے طور پر ۔ قدر بمنزلہ اس چیز کے ہے جو ناپنے کے لئے تیار کی گئی ہو اور قضاء بمنزلہ درحقیقت ناپنے کے ہے، بہ الفاظ دیگر تقدیر جب تک قضا کے مرحلہ میں داخل نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے (دعا وغیرہ کے وسیلہ سے) روک دے ۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ قضاء یعنی قطعی فیصلہ کر دے تو کسی حیلہ سے اسے روکنا ممکن نہیں ہوتا۔

۲-۵۷۴ ۔ ۱۱۷ ۔ اَمْرًا ۔ (کوئی کام، کچھ کام) ۔ اَلْاَمْرُ (اسم) کے معنی شان یعنی حالت کے ہیں۔ اس کی جمع اُمُوْرٌ ہے۔ اَمْرٌ (مصدر) حکم دینا ۔ یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے عام ہے ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے (۱) بمعنی ابداع (شمارہ ۵۷۲) ۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۷ ۔ ۵۴)۔ (دیکھو! خلق اسی کے اختیار میں ہے اور ابداع بھی) ۔ اور امر بایں معنی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور کوئی مخلوق اس معنی میں اس کے ساتھ شریک نہیں (۲) عذاب ۔ سزائے کفر و شرک ۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ (النحل ۱۶ ۔ ۱) (خدا تعالیٰ کا حکم آپہنچا) یہاں امر سے مراد کوئی کام یا کوئی شے ہے۔

۲-۵۷۵ ۔ ۱۱۷ ۔ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ (ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے) کُنْ امر کا صیغہ ہے جس کا مصدر ہے کَوْنٌ اور کَیْنُوْنَۃٌ جس کے معنی ہیں ہونا ۔ بعض علمائے نحو کا خیال ہے کہ اسے ابداع (شمارہ ۵۷۲) کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اسی سے یَکُوْنُ بنا ہے ۔ کن فیکون کی تعبیر کے بارے میں محققین اہل تفسیر کی رائے ہے کہ اشیاء کی ایجاد کیلئے درحقیقت لفظ کن نہیں کہا جاتا ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب بھی حق تعالیٰ کسی چیز کو وجود عطا فرمانے کا ارادہ کریں تو وہ بلا توقف فوراً موجود ہو جاتی ہے۔

۲-۵۷۶ ۔ ۱۱۸ ۔ لَوْلَا ۔ (کیوں نہیں) یہ حرف تحضیض ہے۔

یعنی کسی کام پر آمادہ اور برانگیختہ کرنے کے لئے کسی فعل پر آتا ہے ۔ بشرطیکہ فعل مضارع پر داخل ہو ۔ لیکن اگر فعل ماضی کے شروع میں آئے تو تندیم یعنی نادم کرنے اور کئے ہوئے کام پر ملامت کرنے کے لئے آتا ہے ۔

۵۷۷ - ۲ - ۱۱۸ ۔ تَاْتِيْنَآ ۔ (آتی ہمارے پاس) (شمارہ ۲۵۸)۔

۵۷۸ - ۲ - ۱۱۸ ۔ اٰيَةٌ ۔ (کوئی نشانی) (شمارہ ۴۸۴)۔

۵۷۹ - ۲ - ۱۱۸ ۔ تَشَابَهَتْ ۔ (یکساں ہوگئے ، باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں)۔ تشریح شمارہ ۱۴۳ اور ۳۵۱ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۵۸۰ - ۲ - ۱۱۸ ۔ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ ۔ (تحقیق بیان کیں ہم نے نشانیاں) ۔ قد حرف تحقیق ہے جس کے معنی ہیں یقیناً ۔ بینا الأیت کی تشریح سمجھنے کے لئے شمارہ ۴۸۴ اور ۴۸۵ پڑھیں ۔

۵۸۱ - ۲ - ۱۱۸ ۔ يُّوْقِنُوْنَ ۔ (یقین لاتے ہیں ، یقین رکھتے ہیں)۔ اَلْيَقِيْنُ کے معنی کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ اس کے پایۂ ثبوت تک پہنچ جانا کے ہیں ۔ اسی لئے یہ صفات علم سے ہے اور معرفت وغیرہ سے اس کا درجہ اوپر ہے ۔

۵۸۲ - ۲ - ۱۱۹ ۔ اِنَّآ ۔ (تحقیق ہم نے)۔ دراصل یہ اِنَّنَا دو لفظوں کا مجموعہ ہے ایک اِنَّ اور دوسرا ۔ نا ۔ اِنَّ کے معنی ہیں یقیناً ۔ یہ جملہ میں تاکید اور کلام میں پختگی پیدا کرنے کے لئے آتا ہے ۔ نا ضمیر جمع متکلم ہے ۔

۵۸۳ - ۲ - ۱۱۹ ۔ اَرْسَلْنٰكَ ۔ (بھیجا ہم نے)۔ ارسلنا فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے اور ارسال سے بنا ہے ۔ اور ارسال کے معنی ہیں کسی کو بھیجنا ۔ ک واحد مخاطب کی ضمیر ہے ۔ مزید تشریح شمارہ ۴۸۱ میں دیکھیں ۔

۵۸۴ - ۲ - ۱۱۹ ۔ بِالْحَقِّ ۔ (ساتھ حق کے بھیجا دین دے کر)۔ (۱) اَلْبَآءُ (حرف جار) یہ ہمیشہ فعل ظاہر یا مضمر کے متعلق ان مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔ (۱) ہمزہ افعال کی طرح تعدیہ فعل کے لئے ۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔ (الفرقان ۲۵ - ۷۲) (اور جب بیہودگی کے پاس سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی سے گذر جاتے ہیں)۔

(۲) آلہ کے لئے ۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۔ (البقرۃ ۔ ۲ ۔ ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو) ۔ (۳) با بمعنی مِنْ ۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (التطفیف ۸۳ - ۲۸) (وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے) ۔ (۴) کبھی یہ حرف جر زائدہ بھی ہوتی ہے ۔

(۲) اَلْحَقُّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) حق وہ ذات پاک ہے جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے اور وہ باری تعالیٰ ہے ۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۔ (الانعام ۶ - ۶۲) (پھر قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس لائے جائیں گے) ۔ (۲) ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو ۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق ہے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ (آل عمران ۳ - ۶۰) ۔ (۳) کسی چیز کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے ۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ بعث ، ثواب و عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے ۔ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۔ (البقرۃ ۲ ۔ ۲۱۳) (تو جس امر میں وہ اختلاف کرتے تھے خدا نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی) ۔ (۴) وہ قول یا عمل جو اس طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار اور جس وقت اس کا ہونا واجب ہے ۔ چنانچہ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری بات یا تمہارا قول فعل حق ہے حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ۔ (السجدہ ۳۲ - ۱۳) (میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو بھر دوں گا)۔ (۵) قیامت کو حَاقَّةٌ سے تعبیر کیا گیا کیونکہ وہ سچ مچ ہونے والی ہے اور اس میں جزائے اعمال واقع ہوگی ۔ (الحاقۃ ۶۹ - ۱ ، ۲ ، ۳) (۶) کبھی لفظ حق واجب ، لازم اور لائق کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (الاعراف ۷ - ۱۰۵) (یونس ۱۰ - ۱۰۳) (الروم ۳۰ - ۴۷)

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔(لفظی معنی)۔ تشریح

۵۸۵-۲-۱۱۹- بَشِيْرًا -(خوشخبری دینے والا)۔ شمارہ ۸۰ ہم شق ۴۔

۵۸۶-۲-۱۱۹- نَذِيْرًا -(ڈرانے والا)۔ اَلْاِنْذَارُ کے معنی کسی خوفناک چیز سے آگاہ اور متنبہ کرنا کے ہیں اور یہ تَبْشِيْرٌ (شمارہ ۸۰ ہم شق ۳) کے بالمقابل ہے۔ اَلنَّذِيْرُ کے معنی مُنْذِرٌ یعنی ڈرانے والا کے ہیں اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس میں خوف پایا جائے۔ نَذِيْرٌ کی جمع نُذُرٌ ہے۔

۵۸۷-۲-۱۱۹- وَلَا تُسْئَلُ -(اور نہیں پوچھا جاوے گا تو)۔ فعل مضارع مجہول ہے اور اس کا ماخذ سوال ہے۔ یہ لفظ مانگنے اور سوال کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دریافت کرنے یا کسی کا حال پوچھنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اس صورت میں اس پر عن حرف جر آئے گا جیسا کہ اس آیت شریفہ میں ہے۔ شمارہ ۵۲۸ اور ۶۶۲ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

۵۸۸-۲-۱۱۹- اَلْجَحِيْمِ -(دوزخ)۔ اَلْجُحْمَةُ۔ آگ بھڑکنے کی شدت۔ اسی سے اَلْجَحِيْمُ ہے جس کے معنی دوزخ یا دہکتی ہوئی آگ کے ہیں۔ جحیم دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے طبقات میں سے ایک طبقہ کا نام بھی ہے جس میں سخت ترین آگ کا عذاب ہوگا۔

۵۸۹-۲-۱۲۰- لَنْ -(ہرگز نہ)۔ حرف نفی ہے جو صرف فعل مضارع پر آتا ہے اور اس کی تاثیر معنی میں یہ ہوتی ہے کہ فعل مضارع جو زمانہ حال اور زمانہ مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے اس کو اس فعل کی تاکیدی نفی کرتا ہے۔ اس لئے اس کے معنی میں نفی کے ساتھ ہرگز اور کبھی کا لفظ شامل کیا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم دائمی اور تاکیدی نفی ہوتا ہے۔

۵۹۰-۲-۱۲۰- تَرْضٰى (مصدر)(راضی ہونگے)۔ رَضِيَ۔ رِضًا۔ مَرْضَاةً۔ ان کے معنی ہیں۔ راضی ہونا، خوش ہونا، یہ لفظ قرآن پاک میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) پسند کرنا۔ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔(المائدۃ ۵-۳)(اور

شمارہ۔سورۃ۔آیت۔لفظ۔(لفظی معنی)۔ تشریح

ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا)۔ (۲) قناعت کرلینا۔ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔(التوبۃ ۹-۳۸)(کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر قناعت کر بیٹھے ہو)۔

اَلرِّضْوَانُ۔ رضائے کثیر یعنی نہایت خوشنودی۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اس لئے قرآن پاک میں خاص کر رضائے الٰہی کے لئے یہ لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ (التوبۃ ۹-۲۱)(الفتح ۴۸-۲۹)(الحدید ۵۷-۲۷)۔ واضح رہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو قضائے الٰہی (شمارہ ۵۷۳) سے اس پر وارد ہو وہ اسے خوشی سے برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اسے اپنے اوامر کا بجا لانے والا اور منہیات سے رکنے والا پائے۔

۵۹۱-۲-۱۲۰- تَتَّبِعَ -(پیروی کرے تو)۔ تَبِعَهٗ واَتَّبَعَهٗ کے معنی کسی کے نقش قدم پر چلنا کے ہیں۔ یہ بالعموم اطاعت، فرمانبرداری اور پیروی کرنے سے ہوتا ہے۔ شمارہ ۴۹۶ ہم۔

۵۹۲-۲-۱۲۰- مِلَّتَهُمْ -(دین ان کے کی، ان کے مذہب کی)۔ دین کی طرح ملت بھی اس طریقہ اور دستور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے بندوں کے لئے مقرر فرمایا تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کرسکیں۔ ملۃ اور دین تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں جس کو شریعت بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن ملت اور دین میں استعمال کے اعتبار سے فرق یہ ہے کہ ملت کی نسبت کسی رسول اور پیغمبر کی جانب ہی کی جاتی ہے۔ افراد امت یا اللہ تعالیٰ کی جانب نہیں کی جاتی۔ جیسا کہ ملت ابراہیم۔ (ملت اللہ کہنا جائز نہیں)۔ دین کی نسبت واضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی جاسکتی ہے اور افراد امت کی طرف بھی۔ جیسا کہ دین اللہ اور دین زید کا استعمال جائز ہے۔ دین کا لفظ اس کے قائم کرنے والے اور بجا لانے والے کے لحاظ سے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ دین کے معنی فرمانبرداری و طاعت کے ہیں۔ امت کی تشریح شمارہ ۴۲۹ میں دیکھیں۔

۵۹۳-۲-۱۲۰- هُدٰى -(ہدایت) اس لفظ کی مفصل

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ (لفظی معنی) ۔ تشریح

تشریح شمارہ ۱۵، ۲۵ اور ۸۱ میں عرض کی جاچکی ہے ۔

۵۹۴ - ۲ - ۱۲۰ ۔ اَهْوَآءَهُمْ ۔ (ان کی خواہشات کی) ۔

اَلْهَوٰی کی کچھ تشریح شمارہ ۴۴۴ میں بیان کی جاچکی ہے ۔ آیت زیر تشریح میں اَهْوَاءٌ (جمع) لاکر اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہے ۔ اور یہ کہ ایک کی خواہش غیر متناہی ہونا ہی اَهْوَاءٌ کا حکم رکھتی ہے ۔ لہٰذا ایسی خواہشات کی پیروی کرنا سراسر ضلالت ہے ۔ (خواہشات نفسانی انسان کو اس کے شرف و منزلت سے گرا کر مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے ۔ اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ هَاوِيَةٌ (دوزخ) ہے ۔ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۔ (القارعۃ ۱۰۱ - ۹) (تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا) ۔

اَلْهُوِیُّ کے معنی اوپر سے نیچے گرنا اور پستی کی طرف اترنا کے بھی آتے ہیں ۔

اَلْهَوَاءُ آسمان اور زمین کے مابین فضا کو کہتے ہیں ۔ اور بعض نے آیت ۔ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ (ابراہیم ۱۴ - ۴۳) (اور ان کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہو رہے ہونگے) ۔ کو بھی اسی معنی پر محمول کیا ہے ۔ یعنی بے قرار اور بدحواس ہونے میں هَوَاءٌ کی طرح ہونگے ۔

۵۹۵ - ۲ - ۱۲۰ ۔ وَلِیٍّ ۔ (دوست، رفیق، مددگار، کارساز، آقا) تفصیل شمارہ ۲۲۴ میں دیکھیں ۔

۵۹۶ - ۲ - ۱۲۰ ۔ نَصِيْرٍ ۔ (دوست ۔ مددگار) ۔ شمارہ ۲۳۵ ۔

۵۹۷ - ۲ - ۱۲۱ ۔ يَتْلُوْنَهٗ ۔ (پڑھتے ہیں اس کو) ۔ یہ دو کلمے ہیں ۔ ایک يتلون ۔ دوسرا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ جو راجع ہے الکتاب کی طرف ۔ یتلون فعل مضارع ہے جو تلو یا تلاوۃ سے بنا ہے ۔ اس لفظ کی مزید تشریح شمارہ ۲۱۹ میں ملاحظہ فرمادیں ۔

۵۹۸ - ۲ - ۱۲۱ ۔ اَلْخٰسِرُوْنَ ۔ (نقصان اٹھانے والے) ۔ مفصل تشریح شمارہ ۱۴۴ میں دیکھیے ۔

۵۹۹ - ۲ - ۱۲۲ ۔ اُذْكُرُوْا ۔ (یاد کرو) ۔ اَلذِّكْرُ ۔ یہ کبھی تو اس ہیئت نفسانیہ پر بولا جاتا ہے جس سے انسان اپنے

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح ۔

علم کو محفوظ رکھتا ہے اور یہ قریباً حفظ کے ہم معنی ہے ۔ کبھی ذکرٌ کا لفظ دل یا زبان پر کسی چیز کے حاضر ہونا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ اسی بنا پر بعض نے کہا ہے کہ ذکر دو قسم پر ہے ۔ ذکر قلبی اور ذکر لسانی ۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے ۔ نسیان کے بعد کسی چیز کو یاد کرنا یا بغیر نسیان کے کسی کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ہر قول کو ذکر کہا جاتا ہے ۔

قرآن کریم میں یہ لفظ ۔ ازاں جملہ ۔ ان معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ (۱) کثیر الفائدہ نصیحت (الانبیاء ۲۱ - ۵۰) (۲) تذکرہ ۔ (الانبیاء ۲۱ - ۱۰) (۳) قرآن پاک (صٓ - ۳۸ - ۸) (۴) اہل کتاب (النحل ۱۶ - ۴۳) (۵) یاد کرنا ۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے ۔ (۶) کتب سابقہ (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۵) ۔

اَلذِّكْرُ ۔ نر ۔ یہ انثیٰ (مادہ) کی ضد ہے ۔ اَلتَّذْكِرَةُ ۔ جس کے ذریعے کسی چیز کو یاد دلایا جائے ۔

۶۰۰ - ۲ - ۱۲۲ ۔ نِعْمَتِيَ ۔ (میری نعمت کو) ۔ شمارہ ۱۸ ۔

۶۰۱ - ۲ - ۱۲۲ ۔ فَضَّلْتُكُمْ ۔ (میں نے بزرگی دی تم کو) ۔ شمارہ ۲۲۹ اور ۵۱۹ ۔

۶۰۲ - ۲ - ۱۲۳ ۔ لَا تَجْزِيْ ۔ (نہ کفایت کرے گا، نہیں کام آسکے گا) ۔ تشریح شمارہ ۲۳۲ میں دیکھیں ۔

۶۰۳ - ۲ - ۱۲۳ ۔ نَفْسٌ ۔ (کوئی جی، کوئی شخص) ۔

اَلنَّفْسُ ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ (۱) روح ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ (الانعام ۶ - ۹۳) (نکالو جانوں اپنی کو) ۔ (۲) ذات، دل، ضمیر ۔ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (المآئدۃ ۵ - ۱۱۶) (جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے میں اسے نہیں جانتا ہوں) ۔ (۳) سانس جو منہ اور ناک کے نتھنوں کے ذریعہ بدن کے اندر جاتا اور باہر نکلتا ہے اور یہ روح کے لئے بمنزلہ غذا کے ہے ۔ جس کے انقطاع سے روح زائل ہوجاتی ہے اَلْمُنَافَسَةُ ۔ رغبت اور حرص کرنا ۔ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (التطفیف ۸۳ - ۲۶) (اور حرص والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے) ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

اَلنِّفَاسُ کے معنی عورت کے بچہ جننے یا حالتِ زچگی میں ہونا کے ہیں۔

تَنَفَّسَ النَّھَارُ ۔ دن کا چڑھنا ۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۔ (التکویر ۸۱ - ۱۸) (اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے)۔

نَفِیْسٌ اور مُنْفِسٌ ۔ قیمتی چیز ۔

۶۰۴ - ۲ - ۱۲۳ - لَا یُقْبَلُ ۔ (نہ قبول کیا جائے گا)۔ تَقَبُّلٌ کے معنی کسی چیز کو اس طرح قبول کرنا کے ہیں کہ وہ عوض کی مقتضی ہو ۔ جیسے ہدیہ وغیرہ ۔ اور آیت شریفہ ۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ (المائدۃ ۵ - ۲۷) (خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں)۔ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ہر عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ وہی قبول کی جاتی ہے جو مخصوص طریق سے ادا کی جائے ۔ (تقبل قبولیت کا اعلیٰ درجہ ہے)۔

قَبْلُ ۔ یہ تقدم متصل اور منفصل دونوں کیلئے چار طرح استعمال ہوتا ہے (اس کی ضد بَعْدُ ہے) (۱) تقدم زمانی (۲) تقدم مکانی (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ (۴) تقدم صناعی یعنی ترتیب تعلیمی اور فنی میں ایک چیز کا دوسری سے پہلے ہونا ۔

کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا ۔ (الانعام ۶ - ۱۱۱) (سب چیزوں کو مقابل روبرو) ہیں بعض نے کہا ہے ۔ کہ قُبُلٌ قَبِیْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی سامنے کے ہیں۔

اَلْقَبِیْلُ ۔ یہ قبیلہ کی جمع ہے یعنی وہ جماعت جو ایک دوسرے پر متوجہ ہو۔

اَلْمُقَابَلَۃُ وَالتَّقَابُلُ کے معنی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونا کے ہیں خواہ وہ توجہ بذریعہ ذات کے ہو یا بذریعہ عنایت اور مودت کے ہو ۔ مُتَّکِئِیْنَ عَلَیْھَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۔ (الواقعۃ ۵۶ - ۱۶) (تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے)۔

اَلْقِبْلَۃُ ۔ اصل میں اس کے معنی بالمقابل کے ہیں اور عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے۔ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا (البقرۃ ۲ - ۱۴۴) (سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کیلئے آپ کی مرضی ہے)۔

۶۰۵ - ۲ - ۱۲۳ - عَدْلٌ ۔ (کوئی بدلہ، معاوضہ) شمارہ ۲۲۴۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۶۰۶ - ۲ - ۲۳ - لَا تَنْفَعُھَا ۔ (نہ فائدہ دے گی اس کو)۔ اَلنَّفْعُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے خیرات تک رسائی کے لئے استعانت حاصل کی جائے یا وسیلہ بنایا جائے ۔ پس نفع خیر کا نام ہے جس کی تشریح شمارہ ۵۱۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۶۰۷ - ۲ - ۱۲۳ - شَفَاعَۃٌ ۔ (شفاعت، مدد، سفارش)۔ شمارہ ۲۳۳۔

۶۰۸ - ۲ - ۱۲۳ - یُنْصَرُوْنَ ۔ (مدد دیئے جاویں گے)۔ شمارہ ۲۳۵۔

۶۰۹ - ۲ - ۱۲۴ - اِبْتَلٰی (آزمایا، امتحان کیا)۔ فعل ماضی ہے اور اس کا مصدر بلاء ہے ۔ بلاء کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں خواہ وہ امتحان کسی انعام واکرام کے ذریعہ ہو کہ شکر ادا کرتا ہے یا نہیں ۔ یا کسی مشقت، مصیبت اور تکلیف کے ذریعہ ہو کہ صبر کرتا ہے یا نہیں ۔ یا کسی اور طریقہ پر آزمائش کی جائے۔

اس لفظ کی لغوی تشریح شمارہ ۲۴۲ میں دیکھیئے۔

۶۱۰ - ۲ - ۱۲۴ - بِکَلِمٰتٍ ۔ (ساتھ چند باتوں کے)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۰۵ اور ۲۷۳ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۶۱۱ - ۲ - ۱۲۴ - فَاَتَمَّھُنَّ ۔ (پس پورا کیا ان کو)۔ تَمَامُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز کے اس حد تک پہنچ جانا کے ہیں جس کے بعد اسے خارجی شے کی احتیاج باقی نہ رہے ۔ اس کی ضد ناقص ہے ۔ یعنی وہ جو اپنی ذات کی تکمیل کے لئے ہنوز خارج شے کی محتاج ہو ۔ تمام کا لفظ معدودات اور مقدار وغیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے ۔ (یہاں وہ امور، احکام اور اعمال جو اللہ تعالیٰ نے متعین فرمائے ان کا پورے طریقہ سے ٹھیک ٹھیک بجا لانا اور انجام دینا مراد ہے)۔

۶۱۲ - ۲ - ۱۲۴ - جَاعِلُکَ ۔ (کرنے والا ہوں تجھ کو)۔ جَعَلَ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۱۲ میں مطالعہ فرما دیں ۔ (یہاں یہ لفظ بطور اسم فاعل ہے ۔ اس کا پہلا مفعول خطاب کا ک اور دوسرا

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

اماما) ۔

۶۱۳-۲-۱۲۴ - اِمَامًا - (امام، پیشوا، مقتدا) - اَلْاِمَامُ وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کے قول و فعل کی اقتداء کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ اس کی جمع اَئِمَّۃٌ ہے۔

۶۱۴-۲-۱۲۴ - ذُرِّیَّتِیْ - (اولاد میری) اَلذُّرِّیَّۃُ نسل، اولاد۔

۶۱۵-۲-۱۲۴ - لَا یَنَالُ - (نہیں پہنچے گا) - اَلنَّیْلُ - ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اور یہ نِلْتُہٗ، اَنَالُہٗ، نَیْلًا کا مصدر ہے۔ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا (الاحزاب ۳۳ - ۲۵) (کچھ بھلائی نہ حاصل کر سکے)۔

۶۱۶-۲-۱۲۴ - عَھْدِیْ - (عہد میرا) - اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۵۹، ۲۵۰ اور آگے چل کر شمارہ ۶۲۲ میں مطالعہ فرمائیں۔ (اس لفظ سے یہاں "میرا عہدۂ نبوت" بھی مراد ہو سکتا ہے)۔

۶۱۷-۲-۱۲۵ - اَلْبَیْتَ - (اس گھر کو) - اَلْبَیْتُ - اصل میں "بیت" کے معنی انسان کے رات کے ٹھکانہ کے ہیں۔ کیونکہ بَاتَ کا لفظ رات کو کسی جگہ اقامت کرنے پر بولا جاتا ہے۔ پھر یہ لفظ مطلق مسکن اور مکان کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اس کی جمع بُیُوْتٌ اور اَبْیَاتٌ آتی ہے۔ مگر پہلی جمع مسکن کے ساتھ مختص ہے اور دوسری بیت بمعنی شعر کے ساتھ۔ عرف عام میں بیت کے معنی ہیں رہنے کی جگہ اور اس طرح اس جگہ کو بھی بیت کہا جاتا ہے جس کو رہنے کے قابل بنایا جائے۔ خواہ اس میں کوئی رہے یا نہ رہے۔

"اہل بیت" جب کسی شخص کی طرف اضافت کے بغیر بولا جائے تو اصطلاحی طور پر اس سے مراد حضور اکرم کی ازواج مطہرات اور نسبتی اولاد و اطہار ہوتی ہے۔

اَلْبَیَاتُ وَالتَّبْیِیْتُ کے معنی رات میں دشمن پر حملہ کرنا یعنی شب خون مارنا کے ہیں۔ (۱) فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ - (الاعراف ۷ - ۴) (پس ان کے پاس ہمارا عذاب (رات کو) آتا تھا جب کہ وہ سوتے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ (یعنی دن کو آرام کرتے تھے)۔ (۲) اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ - (الاعراف ۷ - ۹۷) (کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے خبر ہو گئے ہیں کہ ان پر (بھی) ہمارا عذاب رات کو آ پڑے اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں)۔

اَلْبَیُّوْتُ - وہ معاملہ جس پر رات بھر غور کیا گیا ہو۔ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ - (النساء ۴ - ۸۱) (ان میں بعض لوگ رات کو مشورے کرتے ہیں)۔

بَیَّتَ الْاَمْرَ کے معنی رات کے وقت کسی کام کی تدبیر کرنا کے ہیں۔ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ (النساء ۴ - ۱۰۸) (حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کی تدبیریں کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا)۔

۶۱۸-۲-۱۲۵ - مَثَابَۃً - (جائے ثواب، مرجع، معبد) (شمارہ ۵۱۰) - یہ لفظ یہاں ظرف مکان ہے

۶۱۹-۲-۱۲۵ - اَمْنًا - (امن والا - امن کی جگہ) - مبالغہ کا صیغہ، مصدر اور ظرف مکان ہے۔ اَلْاَمْنُ - اصل میں امن کے معنی نفس (شمارہ ۶۰۳) کے مطمئن ہونا کے ہیں۔ اَمْنٌ، اَمَانَۃٌ اور اَمَانٌ یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور امان کے معنی کبھی حالتِ امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس امانت رکھی جائے۔ وَ (لَا) تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ - (الانفال ۸ - ۲۷) (اور اپنی امانتوں میں خیانت مت کرو)۔

اَلْاِیْمَانُ کے ایک معنی شریعت محمدی کے آتے ہیں اور ایمان کے ساتھ ہر وہ شخص متصف ہو سکتا ہے جو توحید و نبوۃ کا اقرار کر کے شریعت محمدی میں داخل ہو جاتے۔ دوسرے کبھی ایمان کا لفظ بطور مدح استعمال ہوتا ہے اور اس سے حق کی تصدیق کر کے اس کا فرمانبردار ہونا مراد ہوتا ہے اور یہ چیز تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتقاد، قول صدق اور عمل صالح میں سے ہر ایک کو ایمان کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ایمان سے مراد نماز بھی آتی ہے۔ وَمَا

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (البقرۃ ۲ - ۱۴۳) (اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان (مراد نماز) کو یوں ہی ضائع کر دے)۔

یہ لفظ کسی بات پر یقین کر لینا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ - (یوسف ۱۲-۱۷) (اور آپ ہمارا کیوں کر یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے (کیوں نہ) ہوں)۔ یہاں مؤمن بمعنی مصدق ہے لیکن ایمان اس تصدیق کو کہتے ہیں جس میں اطمینان قلب حاصل ہوا اور تردد جاتا رہے۔

آمین بمعنی اِسْتَجِبْ ہے (یعنی میری دعا قبول فرما) اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔

۶۲۰ - ۲ - ۱۲۵ - مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ - (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیام کی جگہ)۔ ابراہیم عجمی یعنی غیر عربی لفظ ہے۔ مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت تعمیر کی۔ وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ رکھا ہے اور وہاں نفل پڑھنا ثواب ہے۔

۶۲۱ - ۲ - ۱۲۵ - مُصَلًّى - (جائے نماز، نماز پڑھنے کی جگہ)۔ الصلوٰۃ کی مفصل تشریح سمجھنے کے لئے شمارہ ۳۰ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۶۲۲ - ۲ - ۱۲۵ - عَهِدْنَا - (عہد کیا ہم نے - ہم نے حکم بھیجا)۔ عہد سے بنا ہے اور لغوی اعتبار سے عہد کے اصل معنی ہیں کسی چیز کی حفاظت و نگرانی کرنا (شمارہ ۱۵۹ اور ۲۵)۔
اسی مناسبت سے دو فریقوں کے درمیان باہمی قول و قرار کو بھی عہد کہا جاتا ہے۔ لیکن عربی میں جب عہد کے بعد اِلیٰ آ جائے تو اس کے معنی وصیت کرنا، حکم دینا اور وحی بھیجنا کے آتے ہیں۔

۶۲۳ - ۲ - ۱۲۵ - إِسْمٰعِيلَ - (حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔ یہ لفظ بھی عجمی ہے اور دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اسمع دوسرا ایل۔ اسمع امر کا صیغہ ہے۔ معنی سن۔ ایل کے معنی اللہ۔

۶۲۴ - ۲ - ۱۲۵ - طَهِّرَا - (تم دونوں پاک کرو)۔ طہارت

شمارہ - سورۃ - آیت - لفظ - (لفظی معنی) - تشریح

دو قسم پر ہے (۱) جسمانی (۲) قلبی۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں طہارت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بالعموم دونوں قسم کی طہارت مراد ہے۔
قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) عورت کا حیض سے پاک ہونا۔ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ - (البقرۃ ۲ - ۲۲۲) (اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو)۔ (۲) وہ لوگ جو گناہوں کو ترک کر کے اصلاح نفس میں لگے رہتے ہیں۔ پاکیزہ قلب لوگ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ - (التوبۃ ۹ - ۱۰۸) (اور خدا پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔ (۳) پاک بیویاں۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرۃ ۲ - ۲۵) (اور وہاں ان کے لئے پاک بیبیاں ہوں گی)۔ مراد یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی دنیاوی کثافتوں اور نجاستوں (حیض و نفاس وغیرہ - شمارہ ۴۰۳) اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں گی۔ (شمارہ ۱۴۵)۔

آیت زیر تشریح میں اس لفظ سے بتوں اور بت پرستوں سے پاک کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔

۶۲۵ - ۲ - ۱۲۵ - لِلطَّائِفِينَ - (طواف کرنے والوں کے لئے)۔ اَلطَّوْفُ - کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور گھومنا۔ یہاں اس لفظ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حج اور عمرہ کے لئے بیت اللہ کا قصد کرتے اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱) بطور استعارہ جن، شیطان، خیال، حادثہ، وسوسہ وغیرہ۔ إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ (الاعراف ۷ - ۲۰۱) (جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے)۔ یہاں طائف سے وہ شیطان مراد ہے جو انسان کا شکار کرنے کے لئے اس کے گرد چکر کاٹتا رہتا ہے۔ (۲) فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (القلم ۶۸ - ۱۹) (پس تمہارے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) اس پر ایک آفت پڑ گئی)۔ یہاں طَائِفٌ سے وہ آفت یا حادثہ مراد ہے جو انہیں پہنچا تھا (۳) نوکر چاکر جنہیں خدمت

گذاری کے لئے اندرون خانہ آنا جانا پڑتا ہے۔ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔(النور ۲۴ ۔ ۵۸)(جو اکثر (کام کاج کے لئے) تمہارے ارد گرد پھرتے پھراتے رہتے ہیں) ۔ (۴) لوگوں کی ایک جماعت یا کسی چیز کا ایک ٹکڑا ۔ (فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ۔ (التوبہ ۹ ۔ ۱۲۲) (پھر کیوں نہ ہوا کہ ہر فرقہ سے ایک جماعت نکلے) ۔ (۵) وہ مصیبت حادثہ، سیلاب وغیرہ جو انسان کو چاروں طرف سے گھیرے ۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ ۔(الاعراف ۷ ۔ ۱۳۳)(پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) ۔

۶۲۶ ۔ ۲ ۔ ۱۲۵ ۔ اَلْعٰكِفِيْنَ ۔ (اعتکاف کرنے والے)۔ جمع ہے عاکف کی ۔ جس کا مصدر اَلْعُكُوْفُ ہے ۔ جس کے معنی ہیں کسی شے پر ہمہ تن متوجہ ہونا ۔ اور قربت اور تعظیم کے طور پر کسی چیز کے ساتھ رہنا ۔ اَلْاِعْتِكَافُ ۔ بطور قربت و عبادت مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنا اور گوشہ نشین ہو جانا ۔

۶۲۷ ۔ ۲ ۔ ۱۲۵ ۔ الرُّكَّعِ ۔ (رکوع کرنے والے) ۔ جمع ہے رَاكِعٌ کی ۔ اَلرُّكُوْعُ ۔ اس کے اصل معنی جھک جانا کے ہیں اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے ۔ اور کبھی محض عاجزی اور انکساری کے معنی میں آتا ہے ۔ خواہ وہ بطور عبادت ہو یا بطور عبادت نہ ہو ۔

۶۲۸ ۔ ۲ ۔ ۱۲۵ ۔ السُّجُوْدِ (سجدہ کرنے والے) ۔ ساجد کی جمع ہے اور سجود اور سجدہ مصدر بھی ہیں جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی پستی اختیار کرنا ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۱۹۴ میں مطالعہ فرمائیں ۔

۶۲۹ ۔ ۲ ۔ ۱۲۶ ۔ بَلَدًا ۔ (شہر) ۔ اَلْبَلَدُ ۔ وہ محدود رقبہ زمین جہاں انسان آباد ہوں ۔ اس کی جمع بِلَادٌ اور بُلْدَانٌ آتی ہے ۔ یہاں شہر مکہ مکرمہ مراد ہے ۔

۶۳۰ ۔ ۲ ۔ ۱۲۶ ۔ فَاُمَتِّعُهٗ ۔ (پس میں فائدہ دوں گا اس کو) ۔ یہاں فا جزائیہ ہے اور امتعہ فعل مضارع تمتع سے بنا ہے ۔ اَلْمُتُوْعُ ۔ اس کے لغوی معنی کسی چیز کا بڑھنا اور بلند ہونا کے ہیں ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

قرآن کریم میں یہ لفظ بالعموم کچھ مدت تک فائدہ اور آرام اٹھانا کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۔ متعہ اور متاع ہر وہ چیز جس سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا جائے ۔ مثلاً خانگی ضروریات، مال، اسباب وغیرہ ۔ اس سے وہ نان نفقہ بھی مراد ہوتا ہے جو عورت کو طلاق دینے کے بعد شوہر سے ملتا ہے ۔ مُتْعَةُ النِّكَاحِ (یعنی نکاح متعہ) کی صورت یہ ہے کہ مرد کسی عورت کو کچھ مال دے کر متعین عرصہ کے لئے اس سے نکاح کرلے ۔ پھر جب وہ مدت گذر جائے تو عورت بغیر طلاق کے خاوند سے الگ ہو جاتی ہے ۔ (اہل السنت و الجماعت کے نزدیک یہ جائز نہیں) ۔

۶۳۱ ۔ ۲ ۔ ۱۲۶ ۔ ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ ۔ (پھر بے بس کروں گا اس کو (مجبور کروں گا) ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے جس میں تراخی اور فاصلہ کے ساتھ مؤخر ہونا کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں ۔ خواہ وہ زمانی تاخر ہو یا بیانی اور ذکری ۔

اَلضُّرُّ کے معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو یا بدن سے ۔ اسکی مفصل تشریح شمارہ ۵۰۶ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

اَلْاِضْطِرَارُ کے اصل معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنا کے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال ایسے کام پر مجبور کرنا کے لئے ہوتا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بنا پر ہو مثلاً مار پٹائی کی جائے یا دھمکی دی جائے ۔ دوم یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بنا پر ہو ۔

آیت زیر تشریح میں اضطر فعل مضارع ہے اور یہ لفظ اختیار کی ضد ہے ۔ ضَرَّآءُ کا لفظ نَعْمَآءُ کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ضَرًّا کا لفظ نَفْعًا کے مقابلہ میں ۔ (ہود ۱۱ ۔ ۱۰) (الفرقان ۲۵ ۔ ۳) ۔

۶۳۲ ۔ ۲ ۔ ۱۲۶ ۔ بِئْسَ ۔ (بری جگہ) (شمارہ ۴۵۱) ۔

۶۳۳ ۔ ۲ ۔ ۱۲۶ ۔ اَلْمَصِيْرُ (جگہ پھر جانے کی) ۔ اَلْمَصِيْرُ کے معنی

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) تشریح

ایک جانب یا طرف کے ہیں ۔ یہ صَارَ کا مصدر ہے جو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا پر بولا جاتا ہے ۔ اسی سے المصیر ہے ۔ یہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے ۔

۲-۴۳۴ ۔ ۱۲۷ ۔ یَرْفَعُ ۔ (اٹھا رہے تھے ۔ بلند کر رہے تھے) ۔ رفع سے فعل مضارع ہے ۔ رفع کے معنی ہیں اٹھانا اور بلند کرنا خواہ وہ رفعت اور بلندی جسمانی اور حسی ہو یا غیر جسمانی اور معنوی ۔ یعنی کسی جسم اور محسوس چیز کو اٹھایا جائے ۔ جیسا کہ یہاں خانہ کعبہ کی دیواروں کو اٹھانے اور بنیادوں سے اوپر کی تعمیر کو اونچا کرنے کے معنی میں ہے یا دوسری جگہ (آل عمران ۳ - ۵۵ اور النساء ۴ - ۱۵۸) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع جسمانی اور ان کو اٹھا کر آسمانوں پر لے جانے کے معنی میں آیا ہے ۔ قاعدہ یہ ہے کہ رفع فعل متعدی ہے جو چیز اس کی مفعول ہو گی اس کا رفع ہو گا اور اس کو بلند کرنا مراد ہو گا ۔ اگر خطاب یا ضمیر کسی ذات مع جسم کی طرف ہو گی تو اس کا رفع جسمانی ہو گا ۔ دوسری صورت میں اگر رفع کا مفعول غیر جسمانی ہے تو وہاں رفع غیر جسمانی ہو گا ۔ (شمارہ ۳۲۰)

۲-۴۳۵ ۔ ۱۲۷ ۔ اَلْقَوَاعِدَ ۔ (بنیادیں) ۔ جمع ہے قاعِدٌ کی جو قُعُوْدٌ سے بنا ہے ۔ (۱) اَلْقُعُوْدُ ۔ یہ قِیَامٌ ۔ کھڑا ہونا ۔ کی ضد ہے ۔ جس کے اصل معنی بیٹھنے کے ہیں ۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا (النساء ۴-۱۰۳) (پس کھڑے اور بیٹھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) (۲) اَلْمَقْعَدُ ۔ جائے قیام ۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ (القمر ۵۴ - ۵۵) (ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) (یعنی جنت کے ساتھ قرب بھی ہو گا) ۔ اس کی جمع مَقَاعِدُ ہے ۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (آل عمران ۳ - ۱۲۱) (لڑائی کے لئے مورچوں پر) (جہاں سپاہی جم کر لڑتے ہیں) (۳) قَعِیْدٌ سے مراد وہ فرشتہ ہے جو ہر وقت انسان کے اعمال کی نگرانی کرتا رہتا ہے ۔ عَنِ الْیَمِیْنِ

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۔ (قٓ ۵۰ - ۱۷) (جو انسان کے دائیں بائیں بیٹھے رہتے ہیں) ۔ اَلْقَاعِدَۃُ ۔ وہ عورت جو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے نکاح اور حیض کے قابل نہ رہی ہو ۔ اس کی جمع قَوَاعِدُ ہے ۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ۔ (النور ۲۴ - ۶۰) (اور بڑی عمر کی عورتیں (یعنی جو اصلاً محل رغبت نہیں رہیں) (۵) قَوَاعِدُ الْبِنَاءِ ۔ عمارت کی بنیادیں ۔ اور یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں ۔

۲-۴۳۶ ۔ ۱۲۷ ۔ اَلْبَیْتِ ۔ (اس گھر کی) مراد خانہ کعبہ ہے ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۶۱۷ میں عرض کی جا چکی ہے ۔

۲-۴۳۷ ۔ ۱۲۷ ۔ تَقَبَّلْ (قبول کر) ۔ شمارہ ۴۰۶ ۔

۲-۴۳۸ ۔ ۱۲۸ ۔ مُسْلِمَیْنِ (فرمانبردار ہم دونوں کو) مسلم کا تثنیہ ہے ۔ اور مسلم اور اسی طرح مُسْلِمَۃٌ (جو مسلم کا مونث ہے) دونوں اسلام سے بنے ہیں اور اسلام کا ماخذ ہے سَلِمَ جس کے معنی ہیں عیب سے خالی اور صحیح و سلامت ہونا خواہ وہ عیب باطنی اور غیر محسوس ہو ۔ لغوی اعتبار سے اسلام کے معنی سپرد کر دینا کے بھی آتے ہیں ۔ اصطلاح عام میں یہ لفظ (اسلام) متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) دل سے تسلیم و اعتقاد کے بغیر صرف زبان سے فرمانبرداری ظاہر کرنا (۲) ایمان کے ہم معنی اور اس کے مترادف لفظ کے طور پر تصدیق کے معنی میں (۳) ظاہری و باطنی دونوں قسم کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری اعلیٰ درجہ کی تسلیم و رضا ۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں ۔ اس ضمن میں شمارہ ۳۵۷ بھی مطالعہ فرمائیں ۔

۲-۴۳۹ ۔ ۱۲۸ ۔ اُمَّۃً ۔ (ایک جماعت) ۔ اَلْاُمَّۃُ ہر وہ جماعت جن کے مابین دینی رشتہ ہو (دین کا مفہوم شمارہ ۲ میں دیکھئے) ۔ یا وہ جغرافیائی یا عصری وحدت میں منسلک ہوں پھر وہ رشتہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ۔ اس کی جمع اُمَمٌ آتی ہے ۔ ہر نوع حیوان جو فطری اور تسخیری طور پر ایک خاص قسم کی

زندگی بسر کر رہی ہو۔ مزید تشریح شمارہ ۵۹۲ اور ۶۶۴ میں پڑھیں۔

۶۴۰ - ۲ - ۱۲۸ - اَرِنَا (دکھا ہم کو، بتا ہم کو)۔ اس لفظ کا مادہ رَأَیَ ہے۔ جس کے معنی دیکھنا کے ہیں۔ مضارع میں ہمزہ کو حذف کر کے تَرَایَ، یَرَیٰ اور نَرَایَ کہا جاتا ہے۔ رَأْیٌ۔ غلبہ ظن کی بنا پر کسی معاملہ کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کی صحت کا یقین کر لینا رائے کہلاتا ہے۔ یَرَوْنَ۔ رَاْیٌ سے مشتق ہے جس کے معنی گمان کرنا کے ہیں۔ اَلتَّرْوِیَۃُ وَالتَّرْوِیَۃُ کے معنی کسی چیز پر غور و فکر کرنے اور ایک رائے اختیار کرنے کے لئے یکسوئی سے اس کی طرف توجہ دینا کے ہیں۔ اَرَاَیْتَ (ہمزہ استفہام) اَخْبِرْنِیْ کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر رَاَیْتُ متعدی بہ الیٰ ہو تو اس کے معنی کسی چیز کی طرف اس طرح نظر ڈالنا کے ہیں کہ اس کے بعد انسان کو عبرت حاصل ہو۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ (الفرقان ۲۵ - ۴۵) (کیا تو نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) طرف نظر نہیں کی)۔

اَلرُّؤْیَا بمعنی خواب کے ہے۔

۶۴۱ - ۲ - ۱۲۸ - مَنَاسِكَنَا۔ (طریق ہماری عبادت کے)۔ مَنْسَكٌ کی جمع ہے۔ جس کی اصل اَلنُّسُكُ ہے جس کے معنی تعبد بندگی اور عبادت کے ہیں مگر یہ لفظ ارکان حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ نَاسِكٌ (اسم فاعل) عبادت کرنے والا، قربانی اور ذبح کرنے والا۔ اَلْمَنَاسِكُ۔ اعمال حج ادا کرنے کے مقامات۔ اَلنَّسِیْکَۃُ۔ ذبیحہ یعنی قربانی۔

۶۴۲ - ۲ - ۱۲۸ - وَتُبْ عَلَیْنَا۔ (اور توجہ فرما اوپر ہمارے)۔ اَلتَّوْبُ کی تشریح شمارہ ۲۶۱ میں عرض کی جا چکی ہے۔ عربی میں توبہ کا لفظ معافی مانگنے اور معافی دینے دونوں معنی میں آتا ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ توبہ کے بعد اگر الیٰ مذکور ہو تو معنی توبہ کرنا کے ہیں لیکن اگر توبہ کے بعد علیٰ آئے تو قبول توبہ کے معنی ہوتے ہیں۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہماری توبہ قبول فرما۔ اس آیت میں خطا کی معافی سے مراد مناسک حج میں بھول چوک یا کوتاہی کی تلافی ہے۔

۶۴۳ - ۲ - ۱۲۹ - وَابْعَثْ۔ (اور بھیج)۔ اَلْبَعْثُ کے اصل معنی کسی چیز کو ابھارنے اور کسی طرف بھیجنا کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے (۱) مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے محشر کی طرف چلانا۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ۔ (الانعام ۶ - ۳۶) (اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھا دینگے)۔ (۲) قیامت کا دن۔ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ (الروم ۳۰ - ۵۶) (اور یہ قیامت ہی کا دن ہے)۔ (۳) ارسال یعنی بھیجنا اور رسول بنانا۔ جیسا کہ آیت زیر تشریح میں مراد ہے۔ (۴) نیند سے جگا اٹھانا۔ (الکہف ۱۸ - ۱۲) (۵) کسی بات پر آمادہ کرنا۔ اسی لئے لفظ "باعث" کے معنی سبب اور وجہ کے ہیں۔

۶۴۴ - ۲ - ۱۲۹ - اَلْحِکْمَۃَ۔ (حکمت اور دانائی)۔ اَلْحِکْمَۃُ کے معنی علم اور عقل کے ذریعہ حق بات دریافت کر لینا کے ہیں۔ امر حق اور موجوداتِ عالم کی صحیح معرفت کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ یہاں حکمت سے مراد وہ اسرار و رموز ہیں جو کلام الٰہی اور حق تعالیٰ کے معاملات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ نیز تعلیم کتاب و حکمت میں وہ ظاہری علوم بھی داخل ہیں جو جائز و ناجائز کے احکام سے متعلق ہیں اور معرفت کے وہ باطنی علوم بھی شامل ہیں جو نفس اور روح کے حالات سے وابستہ ہیں۔ اس لفظ کی اصل حَکَمَ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کی اصلاح کے لئے اسے روک دینا کے ہیں۔ قرآن کریم میں اس مادہ سے کچھ الفاظ ان معانی میں آتے ہیں۔ (۱) اَلْحُکْمُ۔ کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ (النساء ۴ - ۵۸)۔ (۲) حُکَّامٌ (حَاکِمٌ کی جمع)۔ جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔ فیصلہ کرنے والا (البقرۃ ۲ - ۱۸۸)۔ (۳) حَکَمٌ۔ منصف۔ حکم کرنے والا۔ (الانعام ۶ - ۱۱۴)۔ (۴) مُحْکَمَاتٌ۔ محکم، پختہ۔ وہ آیات جن میں لفظی اور معنوی اعتبار سے کسی قسم کا اشتباہ نہ پایا جاتا ہو۔ شمارہ ۱۸۹۔

۶۴۵ - ۲ - ۱۲۹ - یُزَکِّیْھِمْ۔ (پاک کرے ان کو)۔ تزکیہ سے بنا ہے۔ جس کی اصل اَلزَّکَاۃُ ہے (شمارہ ۲۱۵)۔ طہارت اور پاکیزگی۔ تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا اور تزکیہ نفس

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

سے ہی انسان دنیا میں اوصاف حمیدہ کا مستحق ہوتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب بھی اسی کی بدولت حاصل ہوگا۔ تزکیۂ نفس کا طریق یہ ہے کہ انسان ان باتوں کی کوشش میں لگ جائے جن سے طہارت نفس حاصل ہوتی ہے)۔ طہارت کے مقابلہ میں نجاست ہے جو دو قسم کی ہے (۱) ظاہری۔ جیسے جسم و بدن کی ناپاکی (۲) باطنی۔ جیسے عقائد باطلہ اور بداخلاقی کی گندگی وغیرہ۔ تزکیہ کا لفظ دونوں قسم کی تطہیر کے لئے بولا جاتا ہے۔

۲-۶۴۶ - ۱۲۹ - الْعَزِيْزُ - (غالب)۔ اَلْعَزِيْزُ وہ ہے جو غالب ہو۔ اور مغلوب نہ ہو۔ اسکی اصل اَلْعِزَّۃُ ہے۔ جو اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے۔ یہ بالعموم باعث مدح ہوتی ہے۔ لیکن کفار کے متعلق یہ لفظ قرآن کریم میں بطور مذمت بھی آیا ہے۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ (ص ۳۸ - ۲) (بلکہ یہ کفار ہی تعصب، غرور اور (حق کی) مخالفت میں ہیں)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو حاصل ہے (المنٰفقون ۶۳ - ۸) وہ دائماً باقی رہنے والی ہے اور یہی حقیقی عزت ہے مگر کفار کو یہ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ بتکلف اپنے آپ کو قوی اور غالب ظاہر کر رہے ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ جو عزت اللہ تعالیٰ سے حاصل نہ ہو وہ سراسر ذلت ہے۔ یہ لفظ عزت، حمیت اور خودداری کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (البقرۃ ۲ - ۲۰۶)۔

۲-۶۴۷ - ۱۳۰ - مَنْ يَّرْغَبُ - (کون پھر جاتا ہے، کون شخص اعراض کرتا ہے)۔ یہاں مَنْ سوالیہ ہے۔ جس کا ترجمہ ہوتا ہے کون شخص؟ اور سوال کا مقصد یہاں انکار و نفی ہے اور جب انکار یا حرف نفی کے ساتھ اِلَّا یعنی حرف استثناء آتا ہے۔ (جیسا کہ آیت زیر تشریح میں ہے) تو اس کے معنی صرف اور فقط کے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ صرف وہی شخص ملت ابراہیمی سے گریز کر سکتا ہے جو اپنے ساتھ نادانی کرے۔

یرغب۔ یہ لفظ رغبت سے بنا ہے۔ اَلرَّغْبَۃُ کے لغوی معنی

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

کسی چیز میں وسعت کے ہیں۔ اسی اعتبار سے رَغِيْبَۃٌ کے معنی بہت بڑے عطیہ کے ہیں یا تو اس لئے کہ (رغبت سے مشتق) وہ مرغوب فیہ ہوتی ہے یا اصل معنی یعنی وسعت کے لحاظ سے عطیہ کو رغیبہ کہا جاتا ہے۔ اَلرَّغْبَۃُ وَالرَّغَبُ وَالرُّغْبٰى ارادہ اور خواہش کی وسعت کو کہتے ہیں۔ رَغِبَ فِيْهِ وَاِلَيْهِ کے معنی کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا کے ہوتے ہیں۔ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (التوبۃ ۹ - ۵۹) (تحقیق ہم اللہ ہی کیطرف رغبت کرنے والے ہیں)۔ لیکن رَاغِبٌ عَنْ کے معنی کسی چیز سے بے رغبتی کے ہوتے ہیں۔ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ۔ (مریم ۱۹ - ۴۶) (کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے، اعراض اور گریز کرتا ہے)۔ اور اس لفظ کے یہی معنی آیت زیر تشریح میں مراد ہیں۔ گویا یہ لفظ ان الفاظ میں ہے جن کے متضاد معنی آتے ہیں۔

۲-۶۴۸ - ۱۳۰ - مِلَّةِ - (دین)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۵۹۲ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲-۶۴۹ - ۱۳۰ - سَفِهَ - (نادانی میں ڈالا، بے وقوف کیا)۔ فعل ماضی ہے۔ اَلسَّفَهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں۔ ثَوْبٌ سَفِيْهٌ۔ ردی کپڑے۔ پھر یہ لفظ نقصان عقل کے سبب خفت نفسی کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور امور دنیوی اور اخروی میں سفاہت کے لئے آتا ہے۔ (شمارہ ۶۷)

۲-۶۵۰ - ۱۳۰ - نَفْسَهٗ - (جان اپنی کو)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۶۰۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲-۶۵۱ - ۱۳۰ - اصْطَفَيْنٰهُ - (پسند کیا ہم نے اس کو، برگزیدہ کیا)۔ اس کی اصل اَلصَّفَاءُ ہے۔ جس کے لغوی معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اَلِاصْطِفَاءُ۔ صاف اور خالص چیز لے لینا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چن لینا، منتخب کر لینا۔ یہ لفظ ترجیح دینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ۔ (الصّٰفّٰت ۳۷ - ۱۵۳) (کیا (اللہ تعالیٰ) نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں زیادہ پسند کیا ہے یعنی ترجیح دی ہے)۔ اَلصَّفَا کی طرح صَفْوَانٌ کے معنی بڑا صاف اور

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

چکنا پتھر کے ہیں۔ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ (البقرہ ۲ ۔ ۲۶۴) ۔ (سو اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے ایک صاف چکنا پتھر)۔

۶۵۲ ۔ ۲ ۔ ۱۳۰ ۔ اَلصّٰلِحِيْنَ ۔ (نیک لوگ، صالح لوگ)۔ اَلصَّلَاحُ کے لغوی معنی درست اور باترتیب کے ہیں۔ یہ فساد کی ضد ہے۔ عام طور پر یہ دونوں الفاظ افعال کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ صَلَاحٌ کبھی تو فساد کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اور کبھی سَيِّئَةٌ کے۔ اور قرآن پاک میں اکثر مقامات پر وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ آیا ہے جس کے معنی صلاحیت بخش کام کرنا کے ہیں۔ الصُّلْحُ کا لفظ خاص کر لوگوں سے باہمی نفرت کو دور کر کے امن و سلامتی پیدا کرنے پر بولا جاتا ہے (النساء ۴ ۔ ۱۲۸، ۱۲۹)۔ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کی اصلاح کرنا کے کبھی تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فطرۃً صالح بنایا اور کبھی اس کے معنی اس سے خرابی اور نقص کو دور کرنا کے ہوتے ہیں۔

۶۵۳ ۔ ۲ ۔ ۱۳۱ ۔ اَسْلِمْ ۔ (مطیع ہو جا، اطاعت اختیار کر) اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۵۷ اور ۶۳۸ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۶۵۴ ۔ ۲ ۔ ۱۳۱ ۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (پروردگار عالموں کے لئے)۔ ان دو الفاظ کی مفصل تشریح شمارہ ۸ اور ۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۶۵۵ ۔ ۲ ۔ ۱۳۲ ۔ وَصّٰى ۔ (وصیت کی، حکم کیا، نصیحت کی)۔ فعل ماضی ہے۔ اَلْوُصِيَّةُ ۔ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ وصیۃ کسی کے اس قول و فعل کو بھی کہتے جس میں دوسرے لوگوں کی صلاح و فلاح مضمر ہو خواہ یہ قول یا فعل قرب موت کے احساس کے وقت ہو یا کسی اور وقت یا حال میں ہو۔ لیکن عرف عام اور شریعت میں وصیت کے یہ معنی صرف اس وقت مراد ہوتے ہیں جب اس کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتے اور انسان کو جب اپنی موت کا تصور و خوف طاری ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۱۔ تاکیدی حکم۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۔ (العنکبوت ۲۹ ۔ ۸) (اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا)۔ (۲) کسی بات کی تلقین کرنا۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ (العصر ۱۰۳ ۔ ۳) (اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے ہیں)۔

وصّٰی ایسا فعل متعدی ہے جس کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کو وصیت کی جائے۔ دوسرا وہ جس کی وصیت کی جائے۔ آیت زیر تشریح میں وصّٰی کا پہلا مفعول بَنِيْهِ ہے اور دوسرا بِهَا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وصّٰی کے فاعل ہیں۔

۶۵۶ ۔ ۲ ۔ ۱۳۲ ۔ بَنِيْهِ ۔ (اپنے بیٹوں کو)۔ یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ایک بنی ۔ دوسرا ضمیر غائب جس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بَنَيْتُ ، اَبْنِيْ ، بِنْيَةً وَبُنْيًا کے لغوی معنی بنانا اور تعمیر کرنا کے ہیں۔ (الذّٰریٰت ۵۱ ۔ ۴۷) (النبا ۷۸ ۔ ۱۲) اور (الشمس ۹۱ ۔ ۵)۔ اَلْبُنْيَانُ (عمارت ۔ دیوار) یہ واحد ہے جمع نہیں (التوبہ ۹ ۔ ۱۱۰) اور (الصف ۶۱ ۔ ۴)۔ بِنَاءٌ (مصدر بمعنی مفعول) ۔ عمارت ۔ اَلْاِبْنُ ۔ یہ اصل میں بَنَوٌ ہے جس کے معنی بیٹا کے ہیں۔ اور بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ابن کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار ہوتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب، اس کی تربیت، دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہوا سے اس کا ابن کہا جاتا ہے۔ نیز جسے کسی چیز سے لگاؤ ہو اسے بھی اس کا ابن کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے ابن سبیل ۔ (مسافر) (شمارہ ۱۴۱ ۔ ۵۲۱ ۔ شق ۴)۔

۶۵۷ ۔ ۲ ۔ ۱۳۲ ۔ اِصْطَفٰى ۔ (پسند کیا ہے، منتخب فرمایا ہے)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۶۵۱ میں گذر چکی ہے۔

۶۵۸ ۔ ۲ ۔ ۱۳۲ ۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ ۔ (پس نہ مرو تم)۔ اَلْمَوْتُ ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۶۷ میں پڑھیں۔ یہ حیات کی ضد ہے۔ جس کی تشریح شمارہ ۱۴۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲-۶۵۹ - ۱۳۳ - أَمْ - (کیا)۔ اس جگہ اس لفظ میں استفہام اور سوال کے معنی پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ ہمزہ استفہام کے بالمقابل استعمال ہو۔ تو بمعنی او (یا) ہوتا ہے۔ اور اگر ہمزہ استفہام کے بعد نہ آئے تو بمعنی بَلْ بھی استعمال ہوتا ہے۔

۲-۶۶۰ - ۱۳۳ - شُهَدَآءَ ۔ (حاضر، موجود)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۲۷ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۲-۶۶۱ - ۱۳۳ - اِلٰهَ ۔ (معبود، جس کی پرستش کی جائے)۔ اس لفظ کی کچھ تشریح اس کتاب کے شروع میں ہی شمارہ ۱ میں عرض کی جا چکی ہے۔ لفظ "رحمٰن"، جس کی تشریح شمارہ ۱۰ میں درج ہے، کی طرح یہ لفظ بھی کسی غیر اللہ کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اِلٰہ تصور کرنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ اور پھر اِلٰہ صرف وہی ہو سکتا ہے جس میں یہ تین صفتیں بدرجہ اولیٰ موجود ہوں (۱) علم (۲) طاقت (۳) رحم و کرم۔

۲-۶۶۲ - ۱۳۳ - اٰبَآئِكَ ۔ (باپوں تیرے کے۔ آپ کے باپ دادا کے)۔ اَلْاَبُ ۔ اس کے اصل معنی تو والد کے ہیں لیکن مجازاً ہر اس شخص کو جو کسی شے کی ایجاد، ظہور یا اصلاح کا سبب ہوا ہو اسے اَبُوْهُ کہہ دیا جاتا ہے۔ اَلْاَبَوَانِ ۔ یہ لفظ ماں باپ، باپ دادا، نیز چچا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ آیت زیر تشریح میں حضرت اسماعیل کو حضرت یعقوب علیہما السلام کے آباء کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ حضرت یعقوب کے چچا تھے۔ کبھی استاد اور معلم پر بھی اَبٌ کا لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ وہ انسان کا روحانی مربی ہوتا ہے۔ اور آیت کریمہ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ۔ (الزخرف ۴۳۔۲۲) (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے)۔ میں بعض نے لکھا ہے کہ آباء سے مراد وہ علماء ہیں جو ان کی علمی اور روحانی تربیت کرتے تھے۔ اَبٌ کی جمع آبَاءٌ ہے۔

۲-۶۶۳ - ۱۳۴ - تِلْكَ ۔ (یہ تھی)۔ اسم اشارہ ہے جو اصل میں اس مقصد کے لئے آتا ہے کہ اس کے ذریعہ کسی موجود اور محسوس چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ لیکن مجازاً کسی غیر محسوس چیز۔ (اس کی تعریف و توصیف کے ذریعہ متعین کر کے)۔ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بھی اسم اشارہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۲-۶۶۴ - ۱۳۴ - اُمَّةٌ ۔ (ایک جماعت)۔ اُمٌّ سے بنا ہے۔ جس کے لغوی معنی قصد کرنا اور ارادہ کرنا کے بھی آتے ہیں۔ کچھ افراد جب کسی نوعیت سے جمع ہو جائیں تو انکو اُمَّةٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کسی مخصوص چیز کا قصد اور ارادہ کرنے میں متفق اور متحد ہوتے ہیں۔ یا کوئی خاص چیز ان کو جمع کئے ہوئے ہوتی ہے۔ اور اس امر جامع کی وجہ سے ایک دوسرے کا قصد کئے ہوئے ہوتا ہے خواہ وہ خاص چیز دین و مذہب ہو، زمانہ ہو یا مکان ہو۔ (اس لفظ کی کچھ تشریح شمارہ ۵۹۲ اور ۶۳۹ میں بیان کی گئی ہے)۔

۲-۶۶۵ - ۱۳۴ - خَلَتْ ۔ (گذر گئی، گذر چکی)۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۶۹، ۱۰ اور ۳۷۵ میں بیان کی گئی ہے۔

۲-۶۶۶ - ۱۳۴ - لَا تُسْئَلُوْنَ ۔ (نہ پوچھے جاؤ گے تم)۔ یہ لفظ سوال سے بنا ہے جس کے معنی پوچھنا کے بھی آتے ہیں اور مانگنا کے بھی۔ لفظ سوال کے دو مفہوم ہوتے ہیں۔ حرف جر کے بغیر اس کے معنی مانگنا کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب اس کے دوسرے مفعول پر عن آئے اور مفعول ثانی سے اس کا تعلق حرف جر عن کے ذریعہ ہو تو اس کے معنی پوچھنا اور دریافت کرنا کے ہوتے ہیں۔ یہاں یہی پوچھنا کے معنی مراد ہیں۔ (اس لفظ کی تشریح پہلے بھی شمارہ ۵۲۸ اور ۵۸۷ میں عرض کی جا چکی ہے)۔

۲-۶۶۷ - ۱۳۵ - أَوْ ۔ (یا) حرف عطف ہے جو دو چیزوں کے درمیان اختیار دینے یا اختیار دینے کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح کبھی لفظ اَوْ اپنے حاصل شدہ اختیار کو بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی تنوع اور تقسیم کے لئے۔

۲-۶۶۸ - ۱۳۵ - تَهْتَدُوْا ۔ (تم راہ پاؤ گے، تم ہدایت پاؤ گے)۔ اس کی تشریح شمارہ ۱۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۶۶۹-۲ ۔ ۱۳۵ ۔ **قُلْ** ۔ (کہہ ۔ آپ کہہ دیجئے) امر کا صیغہ ہے اور قول سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کہنا یا بولنا اور قول کبھی باطنی قول یعنی رائے ، عقیدہ اور خیال کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ جیسا کہ ائمہ فن کی طرف منسوب کرکے کسی بات کو کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کے قول کے مطابق یہ بات اس طرح ہے یعنی یہ ان کی رائے ہے ۔ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں انہوں نے قائم کی ہے ۔ اَلْقَوْلُ اور اَلْقِیْلُ کا لفظ کئی اور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (۱) بات وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً (النساء ۴ ۔ ۱۲۲) (اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے) ۔ (۲) حروف کا وہ مجموعہ جو بذریعہ نطق زبان سے ظاہر ہوتا ہو خواہ وہ الفاظ مفرد ہوں یا جملہ کی صورت میں ۔ (۳) جو بات ابھی ذہن میں ہو اور زبان تک نہ لائی گئی ہو ۔ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰہُ (المجادلہ ۵۸ ۔ ۸) (اور اپنے دل میں کہتے ہیں (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا) ۔ یعنی دل میں خیال کرنے کو قول سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ (۴) الہام کرنا ۔ یعنی کسی کے دل میں کوئی بات ڈال دینا ۔ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ ۔ (الکہف ۱۸ ۔ ۸۶) (ہم نے (الہامًا) کہا اے ذوالقرنین تم ان کو خواہ تکلیف دو ۔ (یہاں قول بمعنی الہام اور القاء کے ہے کیونکہ تاریخ اور روایات سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین کو انبیاء کی طرح مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ یہ بات ان کے دل میں القا کر دی گئی) (۵) اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا حکم ۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (یٰسٓ ۳۶ ۔ ۷) (ان میں اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے) ۔

۶۷۰-۲ ۔ ۱۳۵ ۔ **بَلْ** ۔ (نہیں ، بلکہ) ۔ حرف عطف ہے جو بالعموم پہلے کہی ہوئی بات سے اعراض اور اس کا انکار کرکے اس کی جگہ دوسری بات کہنے کے لئے آتا ہے ۔

اس لفظ کو حرف استدراک بھی کہتے ہیں ۔ اور تدارک کی دو صورتیں ہیں ۔ (۱) جبکہ بل کا مابعد اس کے ماقبل کی نقیض (ضد) ہو تو اس صورت میں کبھی تو اس کے مابعد حکم کی تصحیح سے ماقبل کی تردید مقصود ہوتی ہے اور کبھی (۲) اس کے برعکس ماقبل کی تصحیح اور مابعد کے ابطال کی غرض سے بل کو لایا جاتا ہے ۔ (قرآن کریم میں جتنی جگہ بھی بل آیا ہے بالعموم ان دونوں معنوں میں سے ایک پر دلالت کرتا ہے گو بعض مقامات مزید وضاحت طلب ہیں) ۔

۶۷۱-۲ ۔ ۱۳۵ ۔ **حَنِیْفًا** ۔ (جو ایک طرف کا تھا ، جو حنیف تھا ، جس میں کوئی کجی نہ تھی) ۔ یہ لفظ اَلْحَنَفُ سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں ضلالت اور گمراہی سے استقامت اور حق کی طرف مائل ہونا ۔ اور ضلالت کی طرف مائل نہ ہونا ۔ یہ لفظ ہر کجی اور گمراہی سے خالی ہونے اور عین حق کے معنی میں آتا ہے ۔ حنف ضد ہے جنف کی جو حق اور استقامت سے بطلان و ضلالت کی طرف مائل ہونے کے معنی میں آتا ہے ۔ (ملت ابراہیمؑ شریعت محمدیہ کا ایک لقب ہے ۔ سو یہ کہنا کہ ہم ملت ابراہیمؑ پر رہیں گے یا یہ کہ تم ملت ابراہیمؑ کا اتباع کرو مترادف اور ہم معنی اس کا ہے کہ کہا جائے کہ ہم شریعت محمدیہ پر رہیں گے یا تم شریعت محمدیہ کا اتباع کرو) ۔

۶۷۲-۲ ۔ ۱۳۵ ۔ **اَلْمُشْرِکِیْنَ** ۔ (مشرکوں سے) ۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۵۱۶ میں دیکھئے ۔

۶۷۳-۲ ۔ ۱۳۶ ۔ **قُوْلُوْٓا** ۔ (تم کہو) قول سے بنا ہے اور فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے ۔ تشریح شمارہ ۶۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۶۷۴-۲ ۔ ۱۳۶ ۔ **اَلْاَسْبَاطِ** ۔ (اولاد اس کی) ۔ اَلسَّبْطُ کے اصل معنی سہولت کے ساتھ اور بغیر کسی دشواری کے پھیلنا اور شاخ در شاخ ہونا کے ہیں ۔ اور اسی پھیلاؤ کے معنوں کے لحاظ سے اولاد کی اولاد یعنی پوتی یا پوتوں اور نواسی ، نواسوں کو بھی سبط کہنے لگے ۔ یہ لفظ قبیلہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا ۔ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا ۔ (الاعراف ۷ ۔ ۱۶۰) (الگ الگ بارہ قبیلے) ۔

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

۶۷۵ - ۲ - ۱۳۶ - اُوْتِیَ ۔ (دی گئی ، دیا گیا) ۔ فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر ایتاء ہے جس کے معنی ہیں لانا یا دینا ، عطا کرنا ۔ اس لفظ میں عطا اور تملیک کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ شمارہ ۲۵۸ ۔

۶۷۶ - ۲ - ۱۳۶ - لَا نُفَرِّقُ ۔ (نہیں جدائی ڈالتے ہم ، ہم تفریق نہیں کرتے) ۔ اَلْفَرْقُ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۴۲ میں عرض کی گئی ہے ۔

۶۷۷ - ۲ - ۱۳۷ - تَوَلَّوْا ۔ (پھر جاویں ، روگردانی کریں) ۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۲۴ میں بیان کی جا چکی ہے ۔

۶۷۸ - ۲ - ۱۳۷ - شِقَاقٍ ۔ (مخالفت) ۔ اَلشَّقُّ اصل میں شگاف کو کہتے ہیں ۔ یہ لفظ قرآن پاک میں ان معانی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (۱) پھاڑ دینا ، پھٹ جانا ۔ (ق ۵۰ - ۴۴) ، (الحاقۃ ۶۹ - ۱۶) ، (عبس ۸۰ - ۲۶) اور (الانشقاق ۸۴ - ۱) - (۲) اَلشِّقُّ ۔ وہ مشقت جو تنگی دوسرے بدن یا نفس کو لاحق ہوتی ہے ۔ زحمت نشاقہ ۔ (النحل ۱۶ - ۷) - (۳) اَلشُّقَّۃُ ۔ وہ منزل مقصود جس تک با مشقت پہنچا جائے ۔ (التوبۃ ۹ - ۴۲) - (۴) اَلشِّقَاقُ ۔ مخالفت ۔ گویا ہر فریق جانب مخالفت اختیار کر لیتا ہے ۔ اور مخالفت میں ایک فریق گویا ایک طرف ہوتا اور دوسرا دوسری طرف ۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں ۔ اس معنی میں یہ لفظ ان آیات میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ (البقرۃ ۲ - ۱۷۶) ' (النساء ۴ - ۳۵ اور ۱۱۵) ' (الانفال ۸ - ۱۳) اور (ہود ۱۱ - ۸۹) ۔

۶۷۹ - ۲ - ۱۳۷ - فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۔ (پس شتاب کفایت کرے گا تجھ کو ان سے اللہ ، سو آپ کی طرف سے عنقریب اللہ ہی ان سے نمٹ لے گا) ۔ فَ ، سَ + يَكْفِيْ + كَ + هُمْ + اللّٰهُ = پس + عنقریب + کافی ہوگا + تیرے لئے + ان کے مقابلہ میں + اللہ تعالیٰ ۔ حرف سین استقبال کا ہے ۔ جو فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا

شمارہ ۔ سورۃ ۔ آیت ۔ لفظ ۔ (لفظی معنی) ۔ تشریح

ہے (شمارہ ۲۸۲) ۔ یکفی فعل مضارع ہے اور اس کی اصل اَلْكِفَايَةُ ہے ۔ وہ چیز جس سے ضرورت پوری اور مراد حاصل ہو ۔ کسی چیز کا کافی ہونا ۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۔ (الاحزاب ۳۳ - ۲۵) (اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہوگا) ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔ (الفتح ۴۸ - ۲۸) (اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے) (اس لفظ میں كَ اور هُمْ ضمیریں ہیں) ۔

۶۸۰ - ۲ - ۱۳۸ - صِبْغَةَ اللّٰهِ ۔ (رنگ دیا ہے ہم کو اللہ نے ، ہم دین کی اس حالت پر ہیں جس میں ہم کو اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے) ۔ اَلصَّبْغُ ۔ (رنگنا) ۔ یہ صَبَغْتُ کا مصدر ہے اور صِبْغٌ معنی مَصْبُوْغٌ آتا ہے ۔ پس آیت زیر تشریح کا ترجمہ یہ ہوا کہ (کہہ دو کہ ہم نے) خدا کا رنگ اختیار کر لیا ہے ۔ اس میں اس عقل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کی ہے ۔ (نصاریٰ کے ہاں دستور یہ تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ ساتویں روز اسے "عمودیۃ" یعنی زرد رنگ کے پانی میں غوطہ دیتے تھے اور اس کا نام صِبْغَةٌ یعنی دین رکھتے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دین کو صِبْغَةَ اللّٰهِ فرمایا) ۔ یہاں اصل مراد یہ ہے کہ قلب و قالب ظاہر و باطن ، روح ، اعضاء و جوارح میں مکمل طریقہ سے اسلام اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اثر اور ملکہ عبودیت پیدا ہو جانا ۔ جیسا کہ رنگ میں کپڑے کو رنگنے سے اس کے ہر ہر جزو میں رنگ کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور محسوس طور پر ظاہر بھی ہوتا ہے ۔ قرآن پاک میں صِبْغٌ کے معنی سالن کے بھی آتے ہیں ۔ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۔ (المؤمنون ۲۳ - ۲۰) (کھانے والوں کے لئے سالن) ۔

۶۸۱ - ۲ - ۱۳۸ - عٰبِدُوْنَ ۔ (عبادت کرنے والے ہیں ، غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں) ۔ عبادت کا مفہوم سمجھنے کے لئے شمارہ ۱۳ کی طرف رجوع فرما دیں ۔

۶۸۲ - ۲ - ۱۳۹ - اَتُحَآجُّوْنَنَا ۔ (کیا جھگڑتے ہو تم ہم

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی) - تشریح

سے (کیا تم ہم سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں حجت کرتے ہو)۔ (۱) اس لفظ کے شروع میں ہمزہ استفہامیہ اور سوالیہ ہے۔ اور کسی بات کے متعلق سوال کرنے کا مقصد کبھی تو نامعلوم چیز کو دریافت کرنا اور اس کا علم حاصل کرنا ہوتا ہے کبھی کسی ایسی بات کا مخاطب سے اقرار کرانا مقصود ہوتا ہے جو متکلم اور مخاطب دونوں کو معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر کبھی استفہام اور سوال کا مقصد اس چیز کا انکار اور اس چیز سے روکنا ہوتا ہے جس کا سوال کیا جا رہا ہو۔ جیسا کہ یہاں مراد ہے۔ (شمارہ ۳۷۰ شق ۱ اور شمارہ ۴۸۹ شق ۱ بھی ملاحظہ فرمائیں)۔

(۲) تُحَاجُّوْنَ۔ اس کی اصل اَلْحَجُّ ہے جس کے اصل معنی کسی کی زیارت کا قصد اور ارادہ کرنا کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اقامت نسک (شمارہ ۱۴۱ ۶) کے ارادہ سے بیت اللہ کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔ اَلْحُجَّةُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے، اسے ثابت کرے اور اس مقصد کے مخالف کی بات کو رد کرے۔ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ (الانعام ۶ - ۱۴۹) (آپ کہیئے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کی دلیل غالب ہے)۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں بھی آیا ہے۔ (۱) باطل جھگڑے جیسا کہ یہاں مراد ہے اور الشوریٰ ۴۲ - ۱۶ میں بھی۔ (۲) بحث و تکرار (الشوریٰ ۴۲ - ۱۵) (۳) اَلْمُحَاجَّةُ۔ اس جھگڑے کو کہتے ہیں جس میں ہر ایک دوسرے کو اس کی دلیل اور مقصد سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ عام طور پر اس کا استعمال باطل اور غلط طریقہ پر جھگڑا کرنے اور بلاوجہ مخالفت کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ (آل عمران ۳، ۶۱، ۶۵ اور ۶۶)۔ اس مصدر کے شروع کے حرف ح پر تینوں حرکتیں استعمال ہوتی ہیں۔ زبر بھی، زیر بھی اور پیش بھی)۔

۶۸۳ - ۲ - ۱۳۹ - مُخْلِصُوْنَ۔ (اخلاص کرنے والے، دین کو شرک وغیرہ سے خالص کر رکھا ہے)۔ اَلْخَالِصُ کی تشریح شمارہ ۴۷۰ میں عرض کی جا چکی ہے۔

۶۸۴ - ۲ - ۱۴۰ - اَظْلَمُ۔ (زیادہ ظلم، بہت ظالم)۔ ظلم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو بے موقع اور بے محل رکھنا

شمارہ۔ سورۃ۔ آیت۔ لفظ۔ (لفظی معنی) - تشریح

یعنی جو کام کرنا چاہیئے تھا وہ نہ کرنا اور جو کام نہ کرنا چاہیئے تھا اسے کرنا۔ اظلم اسم تفضیل ہے اور اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۲۰۰ اور ۵۵۸ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۶۸۵ - ۲ - ۱۴۰ - كَتَمَ۔ (چھپایا، چھپاتا ہے)۔ كَتَمْتُ، كَتْمًا وَ كِتْمَانًا کے معنی کوئی بات چھپانا کے ہیں۔ لیکن کتم صرف غیر حسی چیز کو غیر حسی طریقہ سے چھپانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس لفظ کی تشریح شمارہ ۱۹۲ میں بھی کی گئی ہے۔

۶۸۶ - ۲ - ۱۴۰ - شَهَادَةً۔ (گواہی)۔ اَلشَّهَادَةُ۔ وہ بات جو کامل علم و یقین سے کہی جائے خواہ وہ علم مشاہدہ بصر سے حاصل ہوا ہو یا بصیرت سے (اس ضمن میں شمارہ ۱۲۷ بھی ملاحظہ فرمائیں)۔

۶۸۷ - ۲ - ۱۴۰ - بِغَافِلٍ۔ (غافل۔ بے خبر)۔ اس لفظ میں ب زائد ہے جو ما نافیہ کے سبب غافل پر داخل کی گئی ہے۔ اَلْغَفْلَةُ اس سہو کو کہتے ہیں جو قلت تحفظ اور احتیاط کی بنا پر انسان کو عارض ہو جاتا ہے۔

۶۸۸ - ۲ - ۱۴۱ - تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (یہ ایک امت تھی کہ تحقیق گذر گئی، یہ ان بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو گذر چکی ہے)۔ مفصل تشریح کے لئے شمارہ ۶۶۳، ۶۶۴ اور ۶۶۵ پڑھیں۔

۶۸۹ - ۲ - ۱۴۱ - كَسَبَتْ۔ (کمایا انہوں نے)۔ اس لفظ کی مفصل تشریح شمارہ ۳۹۲ میں دیکھیں۔

۶۹۰ - ۲ - ۱۴۱ - لَا تُسْئَلُوْنَ۔ (نہ پوچھے جاؤ گے تم)۔ (شمارہ ۵۲۸، ۵۸۷ اور ۶۶۶)۔

فقد تمت بفضل اللہ تعالیٰ